پردہ اور حقوق زوجین

یعنی

تحفۃ النساء

مولانا محمد کمال الدین

دار الاشاعت
اردو بازار کراچی نمبر ۱- فون ۲۶۳۱۸۶۱

پردہ اور حقوق زوجین

یعنی

تحفۃ النساء

مولانا محمد کمال الدین

دارالاشاعت
اردو بازار کراچی نمبر ۱ - فون ۲۶۳۱۸۶۱

طبع اوّل : ۱۴۱۹ھ
باہتمام : خلیل اشرف
طباعت : احمد پرنٹنگ کارپوریشن، کراچی

ملنے کے پتے:
دارالاشاعت اردو بازار کراچی نمبر ۱
ادارۃ المعارف دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴
مکتبہ دارالعلوم دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴
ادارۃ القرآن ویب اسٹریٹ لسبیلہ کراچی نمبر ۵
بیت القرآن اردو بازار کراچی نمبر ۱

انتساب

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ حضرت مولانا حافظ حاجی محمد اللہ (عرف حافظ جی حضور) رحمتہ اللہ علیہ کے نام اور والدی بزرگوار حضرت مولانا حافظ قاری بذل الرحمان صاحب مدظلہ العالی نوا کھالوی کے نام سے زیر نظر یہ کتاب پیش خدمت ہے جن کی مجاہدانہ و مشفقانہ کوششوں سے ہزاروں انسانوں کو راہ راست اور علم آخرت کی روشنی ملی۔

زیر دست کتاب کو آپ خود بھی پڑہیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں۔ یہ ایک دینی فریضہ ہے۔

اس کو مل ہی نہیں سکتا کبھی توحید کا جام جسکی نظروں سے پوشیدہ ہے رسالت کا مقام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیر آبادی "مفتی دار العلوم دیوبند"

حامداً وَّ مصلیاً و مسلماً اما بعد!

انسانی معاشرے میں سدھار پیدا کرنے اور اسے خوشگوار بنانے میں اسلام نے جو کامیاب اور فطری رہنمائی کی ہے اور مرد و عورت کے باہمی تعلقات پر جس تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اس کی نظیر دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ملتی۔

زیرِ نظر کتاب "پردہ اور حقوق زوجین" اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے جس میں حافظ مولانا کمال الدین صاحب نے قرآن و حدیث اور سیرو تاریخ کی روشنی میں بہت اہم اور دلچسپ مضامین جمع کئے ہیں۔ پردہ کی افادیت اور بے پردگی کے بُرے نتائج پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ میاں بیوی کے باہمی حقوق پر اسلام کی تعلیمات کو جو بالا دستی حاصل ہے اسے تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے۔

علاوہ ازیں جگہ جگہ عبرت آموز واقعات نے کتاب میں اور بھی ایمانی روح پھونک دی ہے۔ مزید برآں موقعہ محل سے مشہور شعراء کے ایمان افروز اشعار پیش کرکے کتاب کی افادیت و جاذبیت کو دو بالا کر دیا ہے۔

آج کے دور جدید میں جب کہ عورتوں میں بے حیائی' عریانیت اور آزادی عام ہوتی جارہی ہے۔ سخت ضرورت ہے کہ یہ کتاب ہر گھر میں رکھی اور پڑھی جائے اور اپنے معاشرے کو بہتر سے بہتر اور خوشگوار بنانے کی کوشش کی جائے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور امت کو اس کتاب کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ نفع پہنچائے۔ آمین

حبیب الرحمٰن خیر آبادی

دار العلوم دیوبند ۴ محرم ۱۴۱۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"تقریظ"

الحمد لِلّٰہ ربّ العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد المرسلین وعلیٰ الٰہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

و بعد زمانہ قبل از اسلام عورتوں کو ان کے جائز حقوق سے محروم رکھنا اور طرح طرح کے ظلم و ستم کو روا رکھنا تمام ادیان میں مذہبی حیثیت رکھتا تھا چونکہ پردہ عورت کے وقار، اس کی عزت، عصمت اور عظمت کی علامت ہے اس لئے زمانہ جاہلیت کا ظالم انسان عورت کو پردے میں رکھنے کا قائل نہیں تھا۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے عورت کے حقوق مرد کے ذمّہ قائم اور فرض کئے ہیں اور حقوق نسواں کی اہمیت ہی کے لئے پردہ کو بھی ضروری اور فرض قرار دیا گیا۔

اخی محترم مولوی حافظ کمال الدین سلمہٗ کی کتاب "پردہ و حقوق زوجین" کے بعض مسوّدات کو دیکھنے کا موقع ملا۔ مئولف نے اس کتاب میں قرآن و حدیث اور بزرگان دین کے اقوال کی روشنی میں اپنے منتخب موضوع کی حقانیت کو حتی المقدور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں مئولف موصوف کو اس بے نظیر کاوش پر تہہ دل سے مبارک بعد دیتا ہوں، للّٰہیت اور اخلاص سے جو کام کیا جاتا ہے اس کا دنیوی اور اخروی فائدہ یقیناً برآمد ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ حافظ صاحب موصوف کی تصنیف ہذا کو قبول فرماکر ان کے لئے ذخیرۂ آخرت ادر عام مسلمانوں کے لئے مفید اور قابل عمل بنائے اور مئولف موصوف کو آئندہ اس طرح کی خدمات کا موقع عطا فرمائے۔

فقط

شیخ الحدیث صدر مدرس مدرسہ عبدالرّب دہلی نمبر۶

العبد محمد سعید بن مولانا محمد ابراہیم دہلوی۔ ۲ شعبان المعظم ۱۴۰۸ھ بروز پیر

ارشاد گرامی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم والصلاۃ والسلام علی محمد وآلہ الطاہرین

میں نے مؤلف عزیز حافظ مولانا کمال الدین سلمہٗ کی کتاب "پردہ و حقوق زوجین" کو جگہ جگہ سے بغور دیکھا آج کی بے پردگی اور بے حیائی کے گندے ماحول میں جس میں ہمارے معاشرے کے اکثر لڑکے اور لڑکیاں بہے جارہے ہیں۔ ایسے وقت میں ایسی سبق آموز اور نصیحت و اصلاح سے بھرپور کتابوں کی بڑی سخت ضرورت ہے۔

مولوی صاحب موصوف نے نہایت عرق ریزی کے ساتھ مطالعہ کرکے کتاب میں بے حد کاوش و محنت سے قرآن و احادیث اور دیگر مستند و معتبر کتابوں کے حوالوں سے ہر چیز کو مدلل اور ایک خاص ترتیب سے آراستہ کیا ہے۔ اور ضرورت زندگی کی اکثر باتیں اس میں بیان کردی ہیں۔ اپنے موضوع پر یہ کتاب عوام و خواص دونوں کے لئے نفع بخش اور معاشرے میں اصلاح کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کو دارین میں اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے اور مولانا موصوف کو آئندہ اسی طرح کی اور خدمات کا موقع عطا فرمائے آمین۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

فقط

مولانا نور محمد استاذ حدیث و تفسیر و فقہ
نائب صدر مدرسہ حسین بخش دہلی نمبر ۶

فہرست

دیباچہ

قارئینِ کتاب! زیرِ نظر یہ کتاب احقر نے فرائض زوجین' اسلامی سوسائٹی کی تنظیم اور شرعی قوانین کے متعلق کلام اللہ کی مقدس آیتوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک و مؤثر ہدایتوں اور سلف صالحین و علمائے راسخین کے عبرت انگیز بے نظیر واقعات اور سبق آموز اقوال و بیانات کی بنیاد پر تالیف کی' راقم الحروف نے جس کاوش' سعی بلیغ اور معلوماتی مطالعہ سے کام لیا ہے اس کا اندازہ ہر صاحب فہم و نظر کو اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہی لگ سکتا ہے۔ اس کتاب میں جہاں جہاں بھی دماغ و قلم نے صحیح کام کیا ہے' وہ خدائے لاشریک کی بے پناہ غیبی نصرت و مدد اور بزرگان دین سے فیض و استفادہ کا ہی ثمرہ ہے۔ اور جہاں کہیں بھی قلم نے لغزش کی ہے' وہ اپنے قصورِ فہم اور تہی دامنی کا نتیجہ ہے۔ جس کے لئے مؤلف خدا کے سامنے عفو و درگزر اور بندگان خدا سے نیک نصائح کا طالب ہے۔

میری یہ کتاب خصوصاً ان ضروری مسائل کے حل پر مشتمل ہے کہ

(۱) آیا انسان اس دنیوی زندگی میں اپنی اجتماعی' ازدواجی زندگی کو اسلامی قانون و روایات کا کیسے پابند کرے؟

(۲) اپنے کو اسلام کے سانچے میں کیسے ڈھالے؟

(۳) تمدنی معاشرت میں مرد و عورت کے باہمی تعلقات و معاملات کو خوشگوار اور مضبوط کیسے بنائیں؟

(۴) مخالفت و مخاصمت اور معاندانہ رویے کی زندگی سے کیسے بچے؟

(۵) دنیا میں شوہر بیوی کے لئے اور بیوی شوہر کے لئے بہترین شریکِ حیات کیسے ہوسکتے ہیں؟

(۶) حدود ستر و نقاب کیا ہیں؟

(۷) اظہار زینت و تزئین و آرائش کی ممانعت شریعت میں کیوں ہے اور کن شرائط کے ساتھ جائز ہے؟

(۸) شدید ضرورت کے وقت خواتین کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت شریعت میں کن شرائط پر موقوف ہے؟

(۹) اور ساتھ ہی اس کتاب میں یہ بھی زیر بحث رہے گا کہ آج کے جدید دور میں نکاحی زندگی شاداں' ساز گار' بار آور اور کامیاب ہونے کے بجائے روز افزوں کیوں

ناخوشگوار، ناشاد، بار خاطر اور ناکام ہوتی جارہی ہے؟

(۱۰) اور کیوں زنا بالجبر کی واردات اور خودکشی کے واقعات اخباروں اور رسالوں کی سرخیاں بنتے جارہے ہیں؟

غرض اس طرح کے اور بہت سے اہم ترین اور دلچسپ مضامین و واقعات اور مسائل پر یہ کتاب مشتمل ہے۔

اب اگر عقل و عدل اور صحیح فراست و ہوشمندی سے کام لیا جائے، اور نگاہ عبرت دلی لگن اور مشفقانہ جذبہ سے اس زیر دست کتاب کو پڑھا جائے اور دوران مطالعہ دل و دماغ کو تمام خرافات، تعصبات اور ناپاک نیتوں سے پاک رکھا جائے تو انشاء اللہ راقم الحروف کو خدا کی ذات سے کافی حد تک توقع ہے کہ اس کتاب کی ہر بات، ہر روایت، ہر واقعہ، ہر مسئلہ آپ کو فائدہ دے گا اور یہ بات تو حقیقت ہے کہ شمع کی روشنی اسی کو فائدہ دے گی جس کی بینائی صحیح ہو اور بات کو سننے اور اس پر غور کرنے کی طاقت اسی کو حاصل ہوگی جس کی سماعت اور ہوش و حواس درست ہوں۔

خدا کی شانِ رحیمی سے کیا بعید ہے کہ

احقر کے لئے اس حقیر کوشش کو دنیا میں سببِ راحت اور عقبٰی میں موجب نجات بنادے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دست بستہ عاجزانہ دعا ہے کہ ہر کلمہ گو کو صحیح عقائد اور شریعت کے صحیح فہم کے ساتھ عمل پیہم بھی فرمائے۔

کیونکہ بے عمل علم شیطان کو بھی حاصل ہے، اگر بے عمل علم کی کوئی قدر ہوتی تو شیطان پر خدا کی لعنت نہ پڑتی۔

لہٰذا اس دارالعمل میں محنت عمل کی بھی ہونی چاہیئے، نہ کہ صرف علم و معلومات کی، آج کی دنیامیں مسلمان علوم کے ذخیرہ اور معلومات کے خزانہ رکھنے والے ضرور ہیں، لیکن عمل سے کورے ہیں، دولت و شہرت کے مالک بھی ضرور ہیں مگر خدا تعالیٰ کی عبادت اور رسولِ مجتبیٰ کی اطاعت سے کوسوں دور ہیں جو کہ اس دنیا کی زندگی کا اصل مقصد اور سرمایہ حیات ہے۔ اس بات کی بہترین تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ "اے دنیا کے لوگو! " علم چاہے کتنا ہی حاصل کرنا چاہو کرلو، مگر تمہیں اس علم کا اجر تب ہی ملے گا جب تم اس علم پر صحیح معنیٰ میں عمل کرو گے۔" **تعلموا ماشئتم ان تعلموا فلن یا جرکم اللہ حتی تعملوا۔**

(محمد صالح کمال دہلی)

وما توفیقی الاباللہ علیہ توکلت والیہ انیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا ایھا الذین آمنوا اتقو اللہ و قولوا قولاً سدیداً یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم (الاحزاب ۷۰ - ۷۱)

اسلام اور ایمان کا مفہوم

ناظرینِ کرام! اسلام کے متعلق ہر مسلمان مرد و عورت کو یہ یاد رہے کہ "اسلام" درحقیقت چند اہم چیزوں کے مجموعے کا نام ہے' اور وہ چیزیں یہ ہیں (۱) عقائد (۲) عبادات (۳) معاملات (۴) آداب معاشرت (۵) پاک باطنی اور (۶) اخلاق ظاہری' یہ مذکورہ باتیں دینِ اسلام کی بنیادی باتیں ہیں یعنی اسلام ہر مسلمان سے یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس عبادت ہو معصیت نہ ہو' عاجزی ہو خود پسندی نہ ہو' تواضع ہو ریا نہ ہو' اخلاص ہو بد نیتی نہ ہو' قناعت ہو ناشکری نہ ہو' صبر ہو بے صبری نہ ہو اور خدا کا ڈر ہو نڈر نہ ہو۔

ایمان کے ساتھ اگر یہ چند اہم چیزیں کسی مسلمان میں نہ پائی جائیں اور وہ اپنے آپ کو ایمان دار ہونے کا دعویٰ کرے تو گویا اس کا دعویٰ ایمان بے جان اور کھوکھلا ہے' اس کھوکھلے ایمان کے ساتھ دعویٰ ایمان عنداللہ نہ کوئی قدر و اعتبار کی چیز ہے اور نہ ہی میزانِ عدل میں اس کا کوئی وزن ہو سکتا ہے' جس طرح بغیر سر کے انسان کی کوئی قدر نہیں' اسی طرح بغیر ان مذکورہ اہم باتوں کے محض ایمان کا دعویٰ قابل قبول نہیں۔

اس موجودہ دور کے مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ان مذکورہ اہم چیزوں میں سے کسی نے کسی کو' کسی نے کسی کو چھوڑ رکھا ہے' کسی نے اعمال کو چھوڑا' کسی نے اخلاص کو چھوڑا' کسی نے معاملات کو چھوڑا' کسی نے معاشرت کے حقوق کو' اسی طرح مسلمان اپنی معاشرت اور اسلامی اخلاق و ہدایات کو چھوڑ کر غیر قوموں کی معاشرت اور گندے اطوار اور باطل رواج کو اختیار کر کے اپنی قدروقیمت کو کھو بیٹھا ہے اور ایمان کی تقویت اور رحمت کی دولت سے محروم ہو گیا ہے اور بعض مسلمانوں نے تو اسلام کو ایک مستقل تجارت اور دنیا کا سودا سمجھ لیا ہے کہ اسلامی اخلاق و تہذیب کو چھوڑ کر ظاہری اخلاق اور رسمی تہذیب اور نمائشی عبادت کو اپنا رکھا ہے۔ اسلام سے جہاں اس کے دنیاوی مطلب نکلتے ہیں وہاں اسلام کا نام لیتا ہے' جب کہ مسلمان حقیقی معنی میں مسلمان تب ہی ہو سکتا ہے کہ جب اس کے اخلاق درست

ہوں، نیت نیک ہو، اعمال شرک و بدعت اور معصیت سے صاف ہوں۔ اور دل تمام غلط باتوں اور بری نیتوں سے پاک ہو، یقیناً ایمان ایک ایسا طاقتور ہتھیار ہے جو آدمی کو بغیر کسی ہتھیار کے ہتھیار والا بنا دیتا ہے اور انسان کو انسانوں سے گزر کر خدا تک ملا دیتا ہے۔

اسلام یہ ہے کہ خدا کی محبت اتنی بڑھ جائے کہ اس کی خاطر آدمی دنیا کے مفادات اور مصالح کو قربان کردے، جس آدمی کے اندر حرص نہ ہو وہ متاع دنیا کا مالک نہیں بن سکتا، اسی طرح جس کے اندر قناعت اور تواضع نہ ہو وہ متاع آخرت کو پانے سے محروم رہے گا، دارالعمل میں سب سے زیادہ کامیاب انسان وہ ہے جو اللہ سے ڈرے اور آخرت کی فکر رکھتے ہوئے زندگی گزارے، یہ بات بخوبی یاد رہے کہ آدمی کی فطرت اگر زندہ ہو تو ایک جملہ اس کو تڑپانے کے لئے کافی ہے۔ اور اگر فطرت مردہ ہو جائے تو ہزاروں تقریریں بھی اس کو حرکت میں لانے کے لئے ناکام ثابت ہوتی ہیں۔

غرض ان تمام باتوں کا نچوڑ یہ ہے کہ انسان آج ہی اپنی شکل کو آئینہ شریعت میں دیکھ لے اور آئینہ مادیت و شہرت میں نہ دیکھے قبل اس کے کہ خدا کی عدالت میں سب اس کو نگاہِ ذلت سے دیکھیں۔

اس موقع پر مجھے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کا ایک سبق آموز واقعہ یاد آیا کہ حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ میرے پاس اکثر ایسے ٹکٹ آجاتے ہیں کہ ڈاک خانہ کی مہر سے بالکل بچے ہوئے ہوتے ہیں، اگر میں ان کو استعمال کرلوں تو کوئی بھی مجھے پکڑ نہیں سکتا۔ کیونکہ نہ میرے پاس ڈاک خانے والے ہوتے ہیں اور نہ کوئی دوسرا دیکھنے والا ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی اندیشہ بدنامی ہے مگر محض خوف خدا سے میں سب سے پہلے ان ہی ٹکٹوں کو چاک کرکے پھینک دیتا ہوں اس کے بعد خط پڑھتا ہوں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وہی اعمال و اخلاق مطلوب ہیں جن کے ساتھ دل میں خوف خدا بھی ہو۔

حضرت حاتم اصمؒ فرماتے ہیں کہ "ہر شے کے لئے ایک زیبائش ہوا کرتی ہے عبادت کی زیبائش خوف خدا ہے اور خوف خدا کی اصل علامت دنیا کی آرزوؤں اور تمناؤں کی قلت ہے" خدا ہر مرد و عورت کو نیکی پر محنت اور بدی سے بچنے کی خاص توفیق عطا فرمائے۔

محوِ تسبیح تو سب ہیں مگر ادراک کہاں
زندگی خود ہی عبادت ہے مگر ہوش نہیں۔

جگر

یہ کہاں کا فسانہ ہے سود وزیاں جو گیا سو گیا جو ملا سو ملا
کہو ذہن سے فرصت عمر ہے کم جو دلا تو خدا ہی کی یاد دلا

(مولانا اکبر رومیؒ)

"پہلے اور اب"

آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ "کچھ پرواہ نہیں اگر دنیا کی اور چیزیں تیرے پاس نہ ہوں مگر یہ پانچ چیزیں ضرور ہونی چاہئیں' (۱) راست گفتاری (۲) دیانت داری (۳) خوش خلقی (۴) حلال کی کمائی (۵) نیک بیوی' بیوی اس لئے کہ وہ زندگی کی رفیق بنے اور آدمی کے لئے گھریلو سکون اور غلط حرکتوں سے بچنے کا ذریعہ ہے' اور یہ فائدہ صرف نیک اور صالح بیوی سے حاصل ہوتا ہے' ہم سے پہلے کے لوگوں کو دنیا میں رہ کر آخرت کی فکر ہوتی تھی' اب پیٹ کی فکر ہے' پہلے کے لوگ جھوٹ بولنے اور بے ایمانی کرنے سے ڈرتے تھے' اب جھوٹ بولنا سیکھ رہے ہیں۔ خود ماں باپ بچے کو جھوٹ بولنا سکھاتے ہیں' پہلے برائی پر لوگوں کو شرمندگی ہوتی تھی' اب برائی کر کے خوش ہوتے ہیں' عورتیں پہلے مشکل ہی سے گھر سے باہر نکلتی تھیں' اب بازار اور کلب اچھا لگتا ہے' گھر ان کے لئے جیل خانہ' تنہائی ان کے لئے عذاب' شوہر بچے' سنسار ایک عتاب ہے' پہلے عورتیں قمیص شلوار یا لباس کے ساتھ دوپٹہ ضرور اوڑھتی تھیں کیونکہ عزت اور آبرو کی قدر جانتی تھیں' اب عورتوں نے دوپٹہ پھینک دیا۔ سر کے بال مردوں کی طرح رکھ لئے' نہ کوئی حجاب ہے نہ حیا نہ برائی ہے نہ خوف خدا۔
کسی نے کیا خوب کہا پرائے مال کو اپنا سمجھے' حرام کو بھی حلال سمجھے گناہ کرے اور کمال سمجھے بتاؤ دنیا میں کیا رہا ہے؟

کیا اطاعت رسول ہی اطاعت خدا ہے؟

الحمد للّٰہ و کفٰی والصلوٰۃ والسّلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی امابعد ! فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم○ بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرحیم○ قال اللّٰہ تعالٰی فی کتابہٖ انّما کان قول المؤمنین اذ ادعوا الی اللّٰہ ورسولہٖ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا واطعنا واولٰئِک ھم المفلحون○ ومن یطع اللّٰہ و رسولہ ویخش اللّٰہ و یتقہ فاولئک ھم الفائزون○

سورہ نور پ ۱۸

ترجمہ مع تشریح

تعریف و تقدیس کے لائق صرف اللہ کریم کی ذاتِ والا صفات ہے جس کی وحدانیت کے سامنے ہر چیز ہیچ ہے اور جس کے تقدس کے آگے ہر شے سرنگوں ہے'

وہی ذات صمد اپنے کلام پاک میں ارشاد فرما رہے ہیں کہ ایک حق پرست اور حقیقی مسلمان کی شان و طبیعت یہ ہوتی ہے کہ بے شک جب اس کو اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلایا جاتا ہے' یعنی اللہ رب العزت کے احکامات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و ہدایات کی طرف اگر ان کو دعوت دی جاتی ہے تو وہ بڑی مسرت انگیز اور منت و محبت کے ساتھ زبان سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے خدا اور رسول خدا کی ہدایتیں بخوبی و بخوشی سن لیں اور ان کے اقوال و افعال کو بسرو چشم تسلیم کرلیا اور یہ شان و صفت خالص مومن لوگوں کی ہے' موجودہ دنیا میں انہی لوگوں کو اُمنا اور اطعنا کہنے کا حق ہے اور یقیناً یہی وہ لوگ ہیں جو آنے والی جنتی دنیا کے مالک ہوں گے اور آخرت میں ایسے ہی لوگ فلاح و سلامتی پائیں گے' آگے والی آیت اسی مضمون کو اور زور دار انداز میں صاف صاف بیان کررہی ہے کہ آخرت میں کامرانی اور خوشحالی کے حقدار حقیقت میں وہی لوگ ہوں گے جو لوگ احکام الٰہیہ اور رسول اللہؐ کے اخلاق' اعمال اور افعال کی کامل اتباع کریں اور ہر آن اللہ سے ڈریں' اور بچ کر چلیں تمام نافرمانی و برائی اور نفسانی خواہشات سے اور جو اپنے ضمیر کو نفسانی عیوب سے اور اعضائے جسمانی کو گناہوں کی گندگی سے اور باطن شرک سے اور ظاہر کو ہر نجاست سے پاک رکھیں۔

یہ مذکورہ آیتیں بالکل واضح الفاظ میں صاف صاف بتارہی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و محبت درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت و محبت ہے اور ان کا حکم اللہ ہی کا حکم ہے۔ جو شخص سنتِ رسولؐ اور حکم نبی کو اسلام کی حجت ماننے سے انکار کرتا ہے وہ درحقیقت قرآن ہی کا منکر ہے (نعوذ باللہ) اس بات پر قرآن بھی شاہد ہے'

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ○ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ○ سورہ نجم پ ۲۷

ترجمہ : اور نہ آپ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں بلکہ آپ کا ارشاد نری وحی ہے جو آپ پر بھیجی جاتی ہے۔ خواہ الفاظ کی وحی ہو جو قرآن کہلاتا ہے۔ خواہ صرف معانی کی ہو جو سنت کہلاتی ہیں اسی مضمون پر حدیث بھی وارد ہے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے سوال پر فرمایا **انی لا اقول الا حقا** یعنی فی الواقع میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا (مسند احمد) اور ایسا ہی رسولؐ کی طرف بلایا جانا ہے صرف رسول کی طرف نہیں بلکہ اللہ اور رسول اللہؐ دونوں کی طرف بلایا جانا ہے۔ اطاعت خدا اور رسول کا کوئی مطلب اس کے سوا نہیں ہے کہ مسلمان

بحیثیت فرد و بحیثیت قوم اس قانون و حکم کے آگے جھک جائیں' جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیا ہے۔ اگر کوئی یہ طرز عمل اختیار نہ کرے تو اس کا دعویٰ ایمان ایک منافقانہ دعویٰ ہے اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بغیر ایمان کا دعویٰ بالکل ہی بے معنی اور بے وزن ہے۔ اگرچہ وہ اعلانیہ طور پر خدا کی شریعت کے کسی جز کو مان بھی رہا ہو۔ لیکن خدا کی نگاہ میں اس طرح ماننے کی کوئی قدر و قیمت نہیں' ان دونوں آیات میں سے آخری آیت میں چار اہم اور عبرت انگیز ہدایات بھی واضح کردی گئی ہیں۔ اگر کوئی نیک کردار اور فرمانبردار شخص ان چار باتوں کا عامل ہوجائے تو اس کے لئے دنیا میں بھی بھلائی اور خوشحالی ہے اور عقبیٰ میں بھی بڑی شادمانی و کامیابی نصیب ہوگی'(۱)" مَن يُطِعِ اللّٰهَ" یعنی فریضہ الٰہی کی اطاعت(۲)"وَرَسُولَهٗ"اور سنت رسولؐ کی تابعداری(۳)"وَيَخْشَ اللّٰهَ"اور گزشتہ وقت میں جو قبیح حرکات اور نفسانی عیوب اور جسمانی معصیتیں سرزد ہوگئی ہیں ان کی وجہ سے ڈرے' (۴)"وَيَتَّقْهِ"اور آئندہ باقی زندگی کی نیکی و فلاح کے لئے زحمتیں برداشت کرے اور معصیتوں سے بچنے کی سعی بلیغ جاری رکھے' جب کوئی شخص ان چاروں صفتوں کا حامل بن جائے تو اس کو بشارت دی جارہی ہے کہ" أُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ" یعنی یقیناً "ایسے ہی لوگ آخرت میں کامیاب ہوں گے" اور جہنم کی آگ سے نجات پائیں گے' بے شک اگلی دنیا میں عزت و عظمت اور راحت و مسرت کے لازوال مکانات میں بسانے کے لئے خدا کو یہی لوگ مطلوب ہیں۔

تخلیق انسانی کی حقیقت اور وجہ کیا ہے؟

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۝ (سورۃ نساء پ ۴)

ترجمہ : حق سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے (دنیا کے) لوگو! ڈرتے رہو اپنے رب کی مخالفت و بغاوت سے جس نے (اپنی رحمت کاملہ اور قدرت عجیبہ اور حکمتِ بلیغہ سے) تم کو پیدا کیا ہے اور ایک جان سے (یعنی نوعِ انسانی کی تخلیق ابتداً ایک فردِ بشر حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی ہے اور اس انداز سے پیدا کیا ہے کہ پہلے ان کی اہلیہ حضرت حواؑ کو پیدا کیا ہے۔ اسی سے دنیا میں نسلِ انسانی پھیلی) اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنادیا پھر ان دونوں سے بہت سے مرد و عورتیں دنیا میں پھیلائیں" یہاں پر ہمیں دو باتیں غور کرنے کی ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو جوڑا

یعنی زوجیت کا ذکر فرمایا ہے' یہ زوجیت کیا شے ہے؟ زوجیت میں اصل یہ ہے کہ ایک شے میں فعل ہو اور دوسری شے میں قبول و انفعال ہو' ایک شے میں تاثیر ہو اور دوسری شے میں تاثّر ہو اور ایک شے میں عاقدیّت ہو اور دوسری شے میں منعقدیت' یہی عقد و انعقاد اور فعل و انفعال اور تاثیر و تاثّر اور فاعلیت و قابلیت کا تعلق دو چیزوں کے درمیان زوجیت، کا تعلق ہے' اسی تعلق سے دنیا میں تمام ترکیبات واقع ہوتی ہیں اور انہی ترکیبات سے عالمِ خلق کا سارا کارخانہ چلتاہے۔ کائنات میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب اپنے اپنے طبقہ میں زوج زوج اور جوڑ جوڑ پیدا ہوئی ہیں اور دوسری بات غور طلب یہ ہے کہ یہاں پر تمام افرادِ انسانی کو ایک باپ کی اولاد بتلا کر ان میں محبت و شفقت اور باہمی خیر خواہی' ہمدردی' کے جذبات کو بیدار کیا گیاہے' تاکہ اہل قرابت و یتیموں اور زوجین کے درمیان باہمی حقوق اور ذمہ داری کی ادائیگی دل سے ہو سکے' اس سلسلے میں یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے جو اس کا جوڑا بنایا اس کی تفصیلی کیفیت اللہ ہی کو زیادہ معلوم ہے کیوں کہ اس معاملہ میں کتاب اللہ خاموش ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے مجمل اور مبہم رکھا ہے' لہٰذا بہتر ہے کہ مجمل کو مجمل ہی رکھا جائے' جس طرح اللہ نے مجمل رکھا ہے اس کی تفصیلی کیفیت معلوم کرنے میں وقت ضائع نہ کیاجائے' البتہ حدیثوں میں کچھ اشارہ ملتاہے جو انشاء اللہ موقع پر بیان کیا جائے گا' قارئین حضرات اب ملاحظہ فرمائیں خدا تعالیٰ کی شانِ عظیم و قدرت کاملہ اور حکمتِ عجیبہ قرآن کی روشنی میں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ ء انتم تخلقونہ اَم نحنُ الخالقون○ (سورۃ واقعہ پ۲۷)

ترجمہ : اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ (اے دنیا کے لوگو! تم لوگ جو اس دارُالفنا میں اپنے علوم و فنون اور تدابیر اور طاقتوں پر ناز کررہے ہو آخر یہ تو بتاؤ) "عورتوں کے رحم میں جو منی تم پہنچاتے ہو' اس سے بچہ تم بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔؟

وضاحت اس مختصر سے فقرے میں حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس دنیا کے لوگوں کے سامنے ایک بہت بڑا اہم اور بے حد سنجیدہ سوال پیش کرکے یہ چیلنج کیا ہے کہ اے بندے اس دہرِ فانی میں جو کچھ تیرے پاس ہے وہ سب کچھ میری ہی دی ہوئی عنایتیں و عطیات ہیں' نہ کہ تیری اپنی ذاتی ملکیت و طاقت ہے' دنیا کی تمام باتوں کو چھوڑ کر اگر انسان صرف اسی ایک بات پر غور و فکر و عقل سے کام لے اور عدل و انصاف سے غور و خوض کرے کہ وہ خود کس طرح پیدا ہوا ہے؟ تو اسے نہ قرآن کی تعلیمِ

توحید پر کوئی شک رہ سکتا ہے اور نہ ہی تعلیمِ آخرت میں' انسان آخر اسی طرح تو پیدا ہوتا ہے کہ مرد اپنا نطفہ و منی عورت کے رحم تک پہنچاتا ہے۔ جہاں مرد کی منی ٹھہرتی ہے اور حمل استقرار پاتا ہے' مگر کیا اس نطفہ میں بچہ پیدا کرنے کی اور لازماً انسان ہی کا بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت آپ سے آپ پیدا ہوگئی ہے؟ یا انسان نے خود پیدا کی ہے؟ یا خدا کے سوا کسی اور نے پیدا کردی ہے؟ اور کیا یہ مرد کے یا عورت کے یا دنیا کی کسی طاقت و تدبیر کے اختیار میں ہے کہ اس نطفے سے حمل کا استقرار کرا دے؟ پھر استقرارِ حمل سے وضعِ حمل تک ماں کے پیٹ میں بچے کی درجہ بدرجہ تخلیق و پرورش اور ہر بچے کی الگ الگ صورت و شکل گری اور ہر بچے کے اندر مختلف ذہنی و جسمانی قوتوں کو ایک خاص تناسب اور ایک انداز کے ساتھ رکھنا' جس سے وہ ایک خاص شخصیت کا انسان بن کر اٹھے' کیا یہ سب کچھ ایک اللہ کے سوا کسی اور کا کام ہے؟ کیا اس میں کسی اور کا ذرّہ برابر بھی کوئی دخل ہے؟ کیا یہ کام ماں باپ خود کرتے ہیں؟ یا کوئی ڈاکٹر کرتا ہے یا وہ انبیاء و اولیاء کرتے ہیں جو خود بھی اسی طرح پیدا ہوئے ہیں؟ اس کے بعد یہ فیصلہ کرنا بھی خدا کے سوا اور کس کے اختیار میں ہے کہ بچہ لڑکی ہو یا لڑکا؟ خوب صورت ہو یا بدصورت؟ طاقتور ہو یا کمزور؟ اندھا' بہرا' لنگڑا لولا ہو یا صحیح الاعضاء؟ ایسے ایک انسان کے اوپر ہی ہزاروں سوالات ہیں' اب ایک ادنیٰ درجے کا جاہل اور ایک اَن پڑھ دیہاتی بھی یہ بات بغیر تامل کے کہہ دے گا کہ یہ شانِ حکمت اور حاصل قدرت اس عالی شان ذاتِ بے نیاز ہی کی ہے اور وہی خالق و مالک ہے اور انسان پورا کا پورا خدا ہی کا ساختہ و پرداختہ ہے۔ جب حقیقت یہی ہے تو پھر خدا کے ساختہ پرداختہ اس محتاج انسان کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اپنے خالق و مالک کے مقابلے میں آزادی و خود مختاری کا دعویٰ کرے؟ یا اس کے سوا کسی دوسرے کی اطاعت و عبادت کرے اور احکام و ہدایات بجالائے؟ یقیناً یہ ایک فیصلہ کن معاملہ ہے ہر ذی شعور اور ذی فہم انسان کے لئے اس جسمانی نظام کے بیان میں اللہ تبارک و تعالیٰ ہر صاحبِ عقل و دانش کو یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ہماری تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ صرف یہی نہیں کہ جسمانی نظام بنا کر چھوڑ دیا گیا' بلکہ سرکار دو جہاں سلطانِ انبیاء اور محبوبِ خدا کی زبانی اس جسمانی نظام کے استعمال کی ہدایت بھی کی گئی ہے' اور ان کی عملی زندگی کے ذریعہ اس کے اصول اور طریقے بھی بتلائے گئے تاکہ بندہ صرف اپنی عقل و فکر سے کام نہ لے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کے نقشۂ قدم کو بھی ساتھ لے کر اپنی زندگی گزارے اور زیادہ سے زیادہ عنداللہ مقبولیت اور آخرت

میں راحت و مسرت حاصل کرے، موجودہ دنیا میں جو بھی انسان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت و سنت سے ہٹ کر اپنی من مانی کرے گا اور شر و فساد کا راستہ اختیار کرے گا وہ گمراہ اور نہایت ہی گنہگار ہوگا، اس کا کوئی عذر قیامت کے روز قبول نہ ہوگا اور انجام اس کا جہنم کی آگ ہے، جس سے نکلنے کے سارے دروازے بند رہیں گے، ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے

محمدؐ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو گر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے
کی محمدؐ سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

موجودہ دور میں مسلمانوں کی خستہ حالی و تنزلی کا سبب کیا ہے؟

محترم ناظرین! یہاں پر ایک اہم سوال کا حل ہونا بھی نہایت ضروری ہے، جس کا تذکرہ آج کل کے اکثر مسلمانوں کی زبان پر ہے کہ آج پوری دنیا میں مسلمان صدر مملکت سے لے کر ایک معمولی قسم کے آدمی تک سب طرح طرح کے مصائب و آفات کا شکار ہیں اور ایک عام قسم کی بے چینی، بے اطمینانی اور تباہی کی کیفیت ہے جب کہ اسلامی دنیا کے پاس عمدہ ذہن، وسیع ذرائع اور اسباب و وسائل کی کمی نہیں ہے اور نہ آج کی دنیا میں مسلمانوں کی تعداد کم ہے، مسلمان تعداد کے اعتبار سے دنیا میں دوسری عظیم اکثریت ہیں اور آج دنیا کے ۴۲ ملکوں پر مسلمانوں کی حکومت بھی ہے مگر اس کے ساتھ یہ تلخ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود بھی مسلمان سب سے زیادہ ذلیل و خوار اور بے وزن ہیں، نہ سیاست میں ان کا کوئی مقام ہے نہ ان کے درمیان کوئی اتحاد و اتفاق ہے نہ وقار ہے نہ اعتبار ہے، انفرادی حیثیت سے وہ سب کچھ ہوں گے، مگر اجتماعی حیثیت سے وہ کچھ بھی نہیں ہیں حالانکہ پہلے تھوڑے سے ہی مسلمان بہت سے دشمنانِ اسلام پر بھاری پڑتے تھے۔

اب سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں؟

محترم! اگر یہ حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے، عقل سلیم اور عدل سے سوچا جائے، تو اس تنزلی اور خستہ حالی کا اصل سبب مسلمانوں کا ترکِ اسلام ہے کہ اس دور حاضر

کے مسلمانوں نے صرف لفظ اسلام کا نام باقی رکھا ہے' نہ آج کے مسلمانوں کے پاس اسلام کے عقائد ہیں نہ اخلاق نہ کردار نہ اعمال نہ اطوار' آج کے مسلمانوں میں ایک دو برائیاں نہیں ہیں بلکہ برائیوں کی فوج ہے' نماز روزہ تو پہلے ہی نہیں تھا' اب کام دھندہ بھی نہیں۔ دوسروں کا گانا' دوسروں کو برا بھلا کہنا' عیب نکالنا' رازوں کو تلاش کرنا' دل میں بغض رکھنا' گمراہی کی طرف دوڑنا' کتاب اللہ اور سنت سے بے رغبتی یہی اب مسلمانوں کا کام ہے' آج کل کے مسلمان صرف اپنا نسلی مسلمان ہونا مسلمان ہونے کے لئے کافی سمجھنے لگے حالانکہ قرآن نے مسلمانوں کو بشارت و نجات اور عقبٰی کی راحت کے حقدار بننے کے لئے صرف نسلی مسلمان سے کوئی وعدہ نہیں کیا ہے' جب تک کہ مسلمان اپنے تمام ارادوں' اعمال اور محنتوں کو خدا اور رسولؐ کے تابع نہ کردیں اور ان کے بتلائے ہوئے طور طریقے پر نہ چلیں اور عمل صالح پر کاربند اور برائیوں سے بچنے کے پابند نہ ہوں اور معصیتوں سے بچنے کی کوشش و جذبہ دل میں نہ ہو' اور آخرت کے دائمی فوائد کو دنیا کی عارضی و وقتی فائدوں پر ترجیح نہ دیتے ہوں' مسلمان صرف نام درج کرانے سے نہیں ہوتا' اور نہ پیدائش سے ہوتا ہے اور نہ ہی صرف نام رکھنے اور بکرے' بڑے کے گوشت کھانے سے ہوتا ہے' جو حال آج کل کے مسلمانوں کا ہے' بس مسلمانوں کی تنزلی و خستہ حالی اور تباہی کا واحد سبب یہی ہے یعنی "ترکِ اسلام" کیا آج کے مسلمان بھلائی و نیکی کے کام کررہے ہیں؟ کیا کوئی مسلمان سوچ رہا ہے کہ وہ کس لئے پیدا کیا گیا ہے؟ اور کیا وہ اپنی پیدائش کے تقاضوں کو پورا کررہا ہے؟

یہ بات ہر مسلمان کو یاد رکھنی چاہیے کہ کسی چیز کی قدر و قیمت اسی وقت تک ہے جب تک وہ اچھی ہو' ٹھیک طرح سے کام کرے اور جس کام کے لئے اسے بنایا گیا ہے یا لیا گیا ہے اسے پورا کرے' جب وہ چیز ان خصوصیات کو کھو دیتی ہے تو اس کی قیمت بھی باقی نہیں رہتی اور نہ اس کی قدر رہتی ہے' مثال کے طور پر ایک گھڑی کو لیجئے کہ اگر وہ صحیح وقت بتائے' تو اس کی قدر کی جاتی ہے' اسے حفاظت سے رکھا جاتا ہے اور اگر وہ صحیح وقت نہ دے تو اس کی نہ کوئی قدر رہتی ہے اور نہ حفاظت' اسی طرح خدا تعالٰی کی نگاہ میں مسلمان کا حال ہے' جب وہ اپنی ذمہ داری کی قدر نہیں کرتا' تو خدا کی نگاہ میں بھی اس کی کوئی قدر نہیں رہتی' کسی شاعر نے سچ کہا ہے۔

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں محفلِ انجم بھی نہیں

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر
اور ہم خوار و تباہ ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

نہ جب تک دل میں پیدا کر سکو گے ذوقِ قربانی
نہ بن پاؤ گے فاروقی نہ ہو پاؤ گے مسلمانی

اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زماں و مکاں اور بھی ہیں

قناعت نہ کر عالم رنگ و بو پر
چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں

اب مسلمانوں کو تارک اسلام ہو کر کیا حق ہے اس بات کا کہ اسلام اور مسلمان کے لئے اللہ کے کئے ہوئے وعدوں اور انعاموں کا مسلمان انتظار کریں اور اسکے مستحق بنیں مسلمانو! یہ یاد رکھو کہ تمہاری فلاح اور نجات کی ضمانت سوائے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی چیز نہیں، تمہارا اتحاد تمہاری سب سے بڑی طاقت، تمہارا کردار تمہارا سب سے بڑا ہتھیار، تمہارے اخلاق تمہاری سب سے بہتر ڈھال ہے، خدا پرستی یونہی نہیں آجاتی، اس کے لئے آہنی عزم، مضبوط کردار اور انتہادرجے کی استقامت کی ضرورت ہے، اس راہ سے بھٹکانے والے ہزاروں ہیں ان کے جال بڑے خوشنمااور خوب صورت ہیں۔ اگر کتاب و سنت کی روشنی میں چلو گے تو باطل کا اندھیرا خود بخود دور ہو جائے گا اس طویل بیان سے ایک مزید سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم کچھ بھی سہی، آخر نام تو اسلام کا لیتے ہیں اور اللہ کی وحدانیت اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو مانتے تو ہیں اگرچہ عمل نہیں کرتے لیکن کفار جو اعلانیہ اور واضح الفاظ میں خدا اور رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں اور منحرف ہیں، اسلام کا نام بھی لینا پسند نہیں کرتے، وہ تو آج کی دنیا میں ہر

طرح کی ترقی و عروج اور مدارج حاصل کررہے ہیں' بڑی سے بڑی حکومتوں کے حکمران بنے ہوئے ہیں' دنیا کی صنعتوں و تجارتوں کے مالک بنے ہوئے ہیں' بڑے بڑے عہدوں کے مالک بنے ہوئے ہیں' اگر ہماری بد عملی و بے ایمانی اور نمک حرامی کی ہمیں یہ سزا مل رہی ہے کہ ہم ہر جگہ پامال و بد حال اور مضطربُ الحال ہو رہے ہیں اس حساب سے تو کفار و فجار کی ترازو اور زیادہ بھاری ہونا چاہیے' ان کو سزا ہم سے مزید ملنی چاہیے؟......جواب میں یہ کہا جاتاہے کہ یہ بات تو روزِروشن کی طرح واضح ہے کہ دنیا میں دوست و دشمن کے ساتھ معاملہ و برتاؤ یکساں نہیں ہوا کرتا' دوست کو قدم قدم پر اور بات بات پر ٹوکا جاسکتاہے' ایسا ہی اولاد اور شاگرد کو ذرا ذرا سی بات پر سزا دی جاتی ہے اورسخت و ست بھی کہاجاتاہے' لیکن دشمن کے ساتھ یہ سلوک نہیں ہوتا اور نہ اس قسم کا کوئی طرزِ عمل اختیار کیا جاتاہے' بلکہ اس کے برعکس اس کو ڈھیل دی جاتی ہے' اور عیش و عشرت کا موقع دیا جاتاہے' جس کے نتیجہ میں آخر اس کا مزاج ہی یہ بن جاتاہے کہ دنیا میں خوب کھاؤ' پیو' مزے اُڑاؤ اور عیش کرو اور جب وقت آجائے تو مرجاؤ' وقت آنے پر اس کو دفعتہً پکڑ لیا جاتا ہے اور ایسی سخت سزا دی جاتی ہے کہ دنیا میں کبھی کسی نے کسی کو نہ اتنی سخت سزا دی ہوگی اور نہ ایسی سخت قید کی ہوگی۔

مسلمان جب تک ایمان و اسلام کا نام لیتاہے اور اللہ کی محبت و عظمت کا دم بھرتاہے وہ دوستوں کی فہرست میں داخل ہے' اس کی بد اعمالیوں اور گندی حرکتوں کی سزا و پاداش عموماً دنیا ہی میں دی جاتی ہے تاکہ عقبٰی کی عقوبت کا بار ہلکا ہو جائے' بخلاف کافر و مشرک کے کہ اس پر باغیوں اور دشمنوں کا قانون جاری رہتاہے اور قہر خداوندی کا شکار رہتاہے' دنیا کی ہلکی پھلکی سزاؤں و مصیبتوں سے ان کا بارِ عذاب ہلکا نہیں کیا جاتا' ان کو تو یک لخت عذاب میں پکڑا جائے گا۔

اس دور حاضر میں اکثر مسلمان لوگ اپنی کم علمی اور کم عقلی کی بنا پر ایک اور غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اس دارُالامتحان میں جسے کوئی دولت و نعمت اور جاہ و حشمت اور سامانِ آرائش و زیبائش اور وسائلِ قوت مل رہے ہیں' وہ لازماً اس کی اہلیت و قابلیت کی بنا پر مل رہے ہیں اور ان چیزوں کا ملنا اس کے

مقبول عنداللہ ہونے کی علامت اور دلیل ہے' حالانکہ یہاں جس کو جو کچھ بھی دیا جارہاہے' یہ اللہ کی طرف سے بطورِ آزمائش دیا جارہاہے' یہ امتحان کاسامان ہے نہ کہ قابلیت کا انعام' یہاں پر نہ دولتمندی کوئی جزاء ہے نہ رزق کی تنگی کوئی سزا ہے' بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں حالتوں میں انسان کا امتحان لے رہاہے کہ بندہ دولت و طاقت اور عزت پاکر کیا رویّہ اختیار کرتاہے؟ اور غربت و علالت' ذلّت اور مشکلات میں مبتلا ہوکر وہ کس روش پر چل پڑتا ہے' کیا راضی بہ رضا رہتاہے یا نہیں؟ دنیا کی دولت و عزت اور غربت و مصیبت یہ عزت' ذلت کامعیار کبھی نہیں ہے' بلکہ اخلاق و کردار کی برائی و بھلائی معیارِ عزت و ذلت ہے' حق تعالیٰ نے ایسے غلط نظریہ اور لغوخیال میں مبتلا ہونے والے لوگوں کو خطاب کرکے قرآن میں (سورۂ الفجر پارہ ۳۰ آیت ۱۷) میں ارشاد فرمایاہے کہ تمہارا یہ خیال بالکل باطل اور بے بنیاد ہے' نہ دنیا میں وسعتِ رزق اور دولت و طاقت کی کثرت نیک اور عنداللہ مقبولیت کی علامت ہے اور نہ تنگی رزق اور فقر و فاقہ اللہ کے نزدیک مردود یا ذلیل ہونے کی علامت ہے' بلکہ اکثر معاملہ برعکس ہوتاہے' ورنہ آخر کیاوجہ ہے کہ بہت سے قابل آدمی اور نیک کردار انسان خستہ حال اور مضطرب الحال ہیں اور بہت سے ناقابل اور بد اخلاق انسان خدا کی نعمتوں اور دنیا کی دولتوں میں کھیل رہے ہیں' اس دنیا میں جس کو اللہ نے بینائی دی ہے وہ اپنی آنکھ سے بخوبی دیکھ سکتاہے کہ اس موجودہ دور میں بکثرت ایسے نیک انسان مصائب و آفات میں مبتلا ہیں جن کے نیک ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور بہت سے. بُرے آدمی جن کی قبیح حرکات و غلیظ عادات اور گندے افعال سے ایک دنیا واقف ہے' وہ عیش کررہے ہیں اور خوب مزے اڑا رہے ہیں اور چین کی بانسری بجارہے ہیں اور من چاہی زندگی گزار رہے ہیں' فرعون کو دعوئے خدائی کے ساتھ کبھی درد سر بھی نہ ہوا اور بعض پیغمبروں کو دشمنانِ اسلام نے آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے' ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت فرماتے ہیں اس کو دنیا کی دولت و راحت سے ایسا پرہیز کراتے ہیں' جیسے تم لوگ اپنے بیمار (بخار) کو پانی سے پرہیز کراتے ہو (تفسیر مظہری جلد ۱۰ و معارف القرآن جلد ۸ ص ۷۴۲)

اب کیا کوئی سلیمُ العقل اور صحیحُ الدماغ آدمی ایک کی مصیبت اور دوسرے کے عیش کو اس بات کی دلیل بنا سکتا ہے کہ نیک انسان کو اللہ پسند نہیں کرتا اور بُرے انسان کو وہ پسند کرتا ہے اس بات کو مثال سے یوں سمجھ لیجئے جیسا کہ اگر سر کی ٹوپی پر معمولی سی نجاست لگ جائے تو فوراً اس کو اتار کر پھینک دیا جاتا ہے اور اگر جوتوں پر لگ جائے تو اس کو نہیں پھینکتے' اسی طرح حق تعالیٰ مسلمانوں کو ناپاکی اور گندگی میں ملوث نہیں دیکھنا چاہتے۔ اگر تم ملوث ہو گئے تو فوراً مذمت اور لعنت میں پکڑے جاؤ گے اور کفار چاہے جتنے ملوث ہو جائیں گوارا کیا جائے گا' واضح ہو کہ انسان کے لئے یہ دنیا سعی و کوشش اور محنت و مشقت اور سختیاں جھیلنے کی جگہ ہے اور کوئی انسان بھی اس حالت سے گزرے بغیر نہیں رہ سکتا' جو یہ خواہش کرے کہ دنیا میں ہمیشہ راحت ہی راحت ملے کسی تکلیف سے سابقہ نہ پڑے' اس کا یہ خیال بالکل باطل اور محض خیالِ خام ہے۔ جو کبھی کسی کو حاصل نہ ہوا اور نہ ہو گا۔ کیونکہ قولِ خداوندی ہے کہ "مومن کے لئے راحت جنت میں ہے نہ کہ دنیا میں" اس لئے ہر صاحبِ عقل اور دانشوروں کا کام یہ ہے کہ دنیا میں محنت و مشقت اور سعی و کوشش اس چیز کے لئے کریں جو ان کو ہمیشہ کام آئے اور دائمی راحت کا سامان بنے' وہ صرف ایمان اور اطاعت حق اور عملِ صالح میں منحصر ہے' حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح ناپاک کپڑے کی طہارت کے لئے پاک پانی کا ہونا واجب ہے اسی طرح گناہوں سے بچنے اور نیکیوں میں لگنے کے لئے حلال غذا ضروری ہے (احیاء جلد ۲ قسط ۳ ص ۲۳۲) کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ احکامِ شرعیہ اور اخلاقِ اسلامیہ کے دو ثمرے ہیں ایک قبولِ عنداللہ دوسری دنیوی ترقی' قبولِ عنداللہ کے لئے تو ایمان و اسلام شرط ہے' جو مسلمان کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا'

دوسرا ثمرہ ہر شخص کو حاصل ہو جاتا ہے' جو اخلاقِ اسلامیہ پر عمل کرنے لگے چاہے وہ کوئی بھی ہو' چنانچہ آج تک جن اقوام نے بھی ترقی کی ہے۔ تعلیماتِ اسلامیہ کو اختیار کر کے ہی ترقی کی ہے' تنظیم' دیانت' اتحاد' ایثار' عدل' وفائے عہد' وقت کی پابندی' ایمانداری' کفایت شعاری' سادگی' سعی' قوم کی ہمدردی' اور قومی نشان کی حفاظت وغیرہ وغیرہ یہ سب کس کے گھر کی چیزیں ہیں؟

کیا اسلام اور مسلمانوں سے پہلے کسی نے ان کا نام بھی سنا تھا؟ یہ صرف مسلمانوں کے گھر کی دولت تھی' جس سے آج وہ کوسوں دور ہو کر خستہ حالی اور تنزلی کے شکار ہیں اور دوسری قومیں مضبوطی کے ساتھ اس کو تھامے ہوئے ہیں اس لئے آج وہ دنیا میں سب سے زیادہ ترقی اور عروج پر ہیں' اور دنیا کے ہر معاملے میں آگے ہیں۔ افسوس اس وقت مسلمان

ہی ایک ایسی قوم رہ گئی' جس کو جس شکل اور وضع میں چاہو ڈھال لو' کبھی عیسائیوں کی شکل میں ان کو دیکھ لو' کبھی ہندوؤں کی وضع میں' یہی آج کے مسلمانوں کی تنزلی و خستہ حالی کا سبب ہے۔ یہاں پر مجھے ایک بہت بڑے حکیم اور بزرگ مولوی غوث علی شاہ صاحبؒ کا ایک واقعہ یاد آیا' ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ان کے سامنے ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان بھائی کو دعا دی کہ ایمان سلامت رہے اور عاقبت بخیر ہو' مولوی صاحب نے اس سے اس دعا کا مطلب پوچھا' تو اس شخص نے کہا اس کا مطلب تو ظاہر ہے' آپ تو بڑے حکیم اور عالم ہیں آپ نے اس کا مطلب نہیں سمجھا؟

حضرت نے فرمایا اس کی حقیقت تو مجھے معلوم ہے' پھر بھی آپ ہی فرمائیں' اس پر اس نے کہا کہ "ایمان کی سلامتی" سے مطلب یہ ہے کہ پیٹ بھر کر روٹی مل جائے اور "عاقبت بخیر" کا مطلب یہ ہے کہ کھل کر پاخانہ ہو جایا کرے "یہ سن کر حکیم صاحب نے فرمایا جیسے آپ خود ہیں ویسے ہی آپ کی دعا" بالکل یہی حال آج کل کے مسلمانوں کا ہے کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و عبادات سے کوئی واسطہ نہیں رہا بس کمانے کھانے اور عیاشی سے مطلب ہے اقبال نے سچ کہا ہے

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نا امیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

ظفر آدمی اس کو نہ جانیئے گا ہو کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا
جسے عشق میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

اسلامی نظام معاشرت میں خواتین کا صحیح مقام کیا ہے؟

ناظرین کتاب! اگر ہوشمندی و سمجھداری اور فراست و ذہانت سے کام لے کر وسیع النظری اور گہری نظر سے سوچا جائے' تو دنیا میں دو ہی چیزیں ایسی ہیں جو اس دنیا کی بقا اور تعمیر و ترقی میں عمود (ستون) کا درجہ رکھتی ہیں اور اپنی اصل زندگی کی رونق کا ذریعہ بھی ہیں۔ (۱) عورت (۲) دولت' لیکن تصویر کا اگر دوسرا رخ دیکھا جائے تو یہی دونوں چیزیں دنیا میں فساد و بداخلاقی' رشوت خوری' معاشرے میں بدانتظامی' خوں ریزی' نشہ بازی' زنا کاری' عصمت دری' خودکشی' خاندانی زندگی کی تباہی اور طرح طرح کے امراضِ خبیثہ کا سبب بھی ہیں' اگر کہیں ان کو اپنے اصلی مقام سے ادھر اُدھر کر دیا جائے تو یہی دو چیزیں پھر دنیا میں سب سے بڑا زلزلہ بھی بن جاتی ہیں اور دنیا کو جہنم بنا کر چھوڑتی ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم نے انسان کو جو نظامِ زندگی دیا ہے' اس میں دونوں کو اپنے اپنے صحیح مقام پر

رکھنے کا ایک معیار و اصول بھی بتادیا ہے تاکہ عالمِ انسان اس پر عمل کر کے ان کے فوائد و ثمرات کثرت سے حاصل کر سکیں اور اپنی زندگی کو خوشگوار اور کامیاب بنا سکیں اور دنیا و عقبیٰ دونوں جہاں میں اپنے مقام کو بلند کر سکیں اور آخر بدنامی اور ناکامی کا کوئی خدشہ بھی نہ رہے'

کسی شاعر نے بہت خوب کہا ہے کہ

مفاد خود پرستی میں اگر ہم سب نہ گر جاتے
تو یہ اجڑا ہوا گلشن بھی رشک گلستاں ہوتا
تعصب کی فراوانی نہ ہوتی آج جو ہم میں
تو پھر نہ ظالم کا پتہ چلتا نہ ظلمت کا نشاں بنتا
اگر انسان انسانیت کی راہ پر چلتا
تو کوئی بھی نہ اس سے آج اتنا بدگماں ہوتا

چنانچہ قال اللہ تعالی اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ○(سورۂ نساء پ۵)

ترجمہ : " حق سُبحانہ عزّاِسمہ کا ارشاد ہے کہ مرد حاکم ہیں عورتوں پر (دو وجہ سے) (ا) اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو (یعنی مردوں کو) بعضوں پر (یعنی عورتوں پر قدرتی) فضیلت و برتری دی ہے" واضح ہو کہ فضیلت سے مراد یہاں شرف و عزت نہیں' بلکہ یہ مطلب ہے کہ اللہ نے ایک مرد کو طبعاً و فطرتاً بعض ایسی خصوصیات اور قوتیں عطا کی ہیں جو ایک عورت کو نہیں دیں یا کم دی ہیں' تمثیلاً مردوں کی عقل "عقلِ سلیم" ہے اور خواتین کی عقل "عقلِ ناقص" ہے اس بات پر حدیث بھی شاہد ہے جس کا انشاء اللہ آگے موقع پر بیان کیا جائے گا۔ اور دنیا کے سائنس داں بھی یہی بتاتے ہیں کہ ہندوستانی انسان کے عموماً مغز و دماغ کا وزن مع جبیں کے ۴۲۹ (چار سو انتیس) گرام ہے' اور خواتین کا جبیں سمیت کل ۲۸۰ (دو سو اسی) گرام ہے' یہ امتیاز بالکل منکشف ہے اور علاوہ اس کے عورتوں کے دل و دماغ ہمیشہ ایک قرار واستقرار کے ساتھ رہتے ہیں اور مردوں کے دل و دماغ ہر آن بے چین اور ایک رفتار کے ساتھ رہتے ہیں' یورپ کے ایک نہایت حکمت دار اور ماہر ڈاکٹر" اوسویلڈ سواز" جو وہاں وینہ شہر کے میڈیکل کالج کے پرنسپل تھے اس نے اپنی ایک

تحریر شدہ انگریزی کتاب ص نمبر ۱۷۱ میں لکھا ہے کہ " مردوں کی عقل و سمجھ کھلی ہوئی ہیں اور خواتین کی عقل گھر کے اندر ہیں" اس لئے وہ مردوں کی محتاج رہتی ہیں اور عموماً تنہائی کی زندگی پسند نہیں کرتی"

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ مردوں نے (عورتوں پر) اپنے اموال (مہر میں اور نان و نفقہ) میں خرچ کئے ہیں اور ظاہر ہے کہ خرچ کرنے والوں کا ہاتھ اونچا اور افضل ہوتا ہے بہ نسبت اس کے جس پر خرچ کیا جائے' غرض مردوں کو خواتین پر فضیلت ہے' جسمانی حیثیت سے بھی' اخلاقی حیثیت سے بھی' مرتبہ کی حیثیت سے بھی اور حکمرانی کی حیثیت سے بھی' ان وجوہات پر خاندانی نظام میں مرد ہی حاکم ہونے کی اہلیت رکھتا ہے اور عورت فطرتاً ایسی بنائی گئی ہے کہ اسے خاندانی زندگی میں مرد کی حفاظت و خبرگیری کے تحت اور ہدایت کے مطابق رہنا چاہیے۔ (تفسیر ابن کثیر' جلد اول' ص ۹۷)

وضاحت : آیت مذکورہ میں جو **قَوّٰامُوْنَ** لفظ ذکر کیا گیا اس کے معنی ہیں حاکم عربی زبان میں " قوّام" اس شخص کو کہا جاتا ہے' جو کسی فرد یا ادارے' یا کسی نظام کا ذمہ دار اور چلانے والا ہو اور نگہبانی و حفاظت کرنے والا ہو' چونکہ مرد خواتین کو عموماً چلاتے ہیں اور دیکھ بھال رکھتے ہیں اور حفاظت سے رکھتے ہیں' اس لئے اللہ پاک نے مردوں کو عورتوں پر حاکم بنادیا ہے' درحقیقت منشاءِ شریعت یہ ہے کہ اس کارگہ حیات میں ہر اجتماعی نظام کے لئے کوئی سربراہ یا امیر یا حاکم کا ہونا ضروری ہوتا ہے کہ مخالفت و عداوت اور جھگڑا و کشیدگی کے وقت اس کے فیصلہ سے کام چل سکے' جس طرح ملک و ریاست اور سلطنت کے لئے اس کی ضرورت ہر صاحبِ عقل کے نزدیک مسلم ہے اس طرح قبائلی و خاندانی نظام میں بھی اس کی ضرورت ہمیشہ محسوس کی گئی ہے اور کسی ایک کو قبیلہ و خاندان کا سردار و حاکم مانا گیا ہے اسی پہلو پر اس عائلی و ازدواجی انصرام یعنی بیاہی نظام میں بھی جس کو نظام خانہ داری کہا جاتا ہے ایک امیر و حاکم اور سربراہ کی ضرورت ہے' عورتوں اور بچوں کے مقابلہ میں اس کام کے لئے حق تعالیٰ نے مردوں کو منتخب فرمایا ہے کہ مرد کی علمی و عملی قوتیں بنسبت عورتوں اور بچوں کے زیادہ ہیں' اور یہ ایسا بدیہی اور صریح (ظاہر اور صاف) معاملہ ہے کہ ہر کوئی صاحبِ فہم و ذی شعور عورت یا مرد اس کا انکار نہیں کر سکتا یہ حکومت جو مردوں کی عورتوں پر ہے محض آمریت واستبداد (یعنی کلی اختیار) کی حکومت نہیں' بلکہ حاکم (مرد) بھی قانونِ شرع و

مشورہ کا پابند ہے، محض اپنی طبیعت کے تقاضے سے کوئی کام نہیں کر سکتا، اس لئے اللہ پاک کا حکم ہے کہ " **وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ** " یعنی " خواتین کے ساتھ تم لوگ معروف و مناسب طریقہ پر اچھا برتاؤ کرو" ایک حدیث میں آیا ہے حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (میری امت میں سے) جس شخص نے کسی کام کا ارادہ کیا اور اس میں مشورہ لے کر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ارشد (نیکی و کامیابی) امور کی طرف ہدایت فرما دے گا یعنی اس کا رخ خدا تعالیٰ اسی طرف پھیر دے گا جو اس کے لئے انجام کار خیر اور بہتر ہو" ایک اور روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **مَا تَشَاوَرَ قوم قط الا هدو الارشد امرهم** یعنی جب کوئی قوم مشورہ سے کام کرتی ہے تو ضرور ان کو صحیح راستہ کی طرف ہدایت کردی جاتی ہے (الحدیث بخاری و تفسیر معارف القرآن جلد ۷ ص ۷۰۶) یہ اللہ ہی کی شان ہے کہ اس نے اپنی اس کائنات میں خاص حکمت و مصلحت کے تحت ایک کو ایک پر بڑائی دی ہے، کسی کو افضل، کسی کو مفضول بنایا ہے، جیسے ایک خاص گھر کو اللہ نے اپنا بیت اللہ اور قبلہ قرار دیدیا ہے، بیتُ المقدس کو خاص فضیلت دے دی ہے اس کا مطلب یہ قطعاً نہیں ہے کہ اور مسجدیں اللہ کا گھر نہیں ہیں ......اسی طرح مردوں کی حاکمیت بھی ایک خدا داد فضیلت ہے، جس حکمت میں مردوں کی سعی و عمل یا عورتوں کی کوتاہی و بے عملی کا کوئی دخل نہیں، یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھتے ہوئے آگے بڑھیں کہ کسی کو ولایت و حکومت کا استحقاق (دعویٰ) محض زور آوری، زبان بازی اور شہرت و دولت سے قائم نہیں ہوتا بلکہ کام کی صلاحیت و اہلیت ہی اس کو حکومت کا مستحق بناسکتی ہے، کسی شخص کو حاکم یا قاضی یا محکمے کا افسر بنانے کے لئے سب سے پہلے دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اس میں خدا کا خوف اور آخرت کی فکر ہے یا نہیں اور اس کے اخلاق و کردار کی کیا حالت ہے؟ اگر یہ محسوس ہو کہ اس کے دل میں خوفِ خدا کے بجائے خواہشات نفسانی کی حکمرانی ہے تو خواہ وہ کیسی ہی اعلیٰ ڈگریاں رکھتا ہو اور اپنے فن میں کتنا ہی ماہر اور پختہ کار ہو، اسلام کی نظر میں اس کو حاکم یا قاضی بنانا جائز نہیں ہے اور نہ ہی وہ کسی اونچے منصب کا مستحق ہے، ایک حدیث میں آیا ہے حضرت انسؓ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمانوں کے کسی معاملہ کا ذمہ دار بنا، پھر اس نے اس ذمہ داری میں خیانت کی تو وہ قیامت کے روز آگ میں جلے گا (المعجم الصغیر للطبرانی

ص ۷۸) قریب قریب اسی مضمون سے ملتی جلتی ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کے کسی معاملہ کا ذمہ دار بنا، پھر اس نے ان کے لئے ایسی خیر خواہی اور جدو جہد نہیں کی، جیسی وہ اپنی ذات کے لئے کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو منہ کے بل دوزخ میں ڈال دے گا اور جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا (اللہ رحم کرے ہمارے حال پر، بحوالہ المعجم للطبرانی ص ۹۴)

حدیث : حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **"یَوم مَن والی عادل اَفضلُ مِن عبادۃِ سَبعینَ سنۃ"** "یعنی حاکم عادل کا ایک بیان ایک دن ستر برس کی عبادت سے افضل ہے" (طبرانی و بیہقی)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

چند لوگوں کی خوشی کا نام آزادی نہیں
یہ تو مرگ قوم کا انبوہ ہے شادی نہیں
کیسی آزادی ملی کہ ہر کوئی برباد ہے
مسندِ انصاف پر بیٹھا ہوا جلاد ہے

ماحاصل یہ ہے کہ اگر میاں بیوی میں اختلاف پیدا ہو جائے اور اتفاق کی صورت باقی نہ رہے، تو خدا ترس لوگوں کو اصلاحِ حال کی کوشش کرنی چاہیے اگر عدم موافقت کی ذمہ داری شوہر و زوجہ دونوں پر برابر ہو یا صرف شوہر اس کا ذمہ دار ہو تو ان دونوں صورتوں میں نہ مرد کو عورت کی اصلاح کا اور نہ عورت کو مرد کی اصلاح کا اختیار ہے، اس لئے دو حکموں کا ہونا ناگزیر ہے ایک حکم شوہر کے خاندان سے ہو اور ایک منکوحہ کے خاندان سے، یہ دونوں حکم حالات کا جائزہ لیں اور اصلاح حال کی کوشش کریں، خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کسی گھریلو جھگڑے میں حکم بنا کر بھیجا، وہ شخص کچھ دیر بعد غالباً مایوس اور شکستہ حال واپس لوٹا، حضرت عمرؓ نے دُرّے سے اس کی خبر لی اور فرمایا کہ تم بغیر اصلاح کئے واپس چلے آئے، حالانکہ باری تعالیٰ کو ارشاد ہے کہ **اِن یُّرِیدَا اِصلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَینَھُمَا** (سورہ نساء پ ۵)

ترجمہ : اگر ان دونوں آدمیوں کو اصلاح منظور ہوگئی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی کے درمیان اتفاق فرمادیں گے" لہٰذا تمہاری واپسی کا مطلب یہ ہے کہ تم نے

اصلاح کی نیت ہی نہیں کی، ورنہ اللہ تعالیٰ ضرور صُلح فرمادیتے، وہ شخص اپنی غلطی کااقرار کرکے پھرگیا اور حسنِ نیت اور صدقِ قلب کے ساتھ دوبارہ گفتگو کی اور دونوں کے ساتھ نرمی سے پیش آیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور دونوں میں صلح ہوئی" (بحوالہ احیاء العلوم جلد ۲ قسط ا ص ۱۴۳) یہ اس صورت میں ہے جب کہ نزاع کا تعلق دونوں سے ہو یا صرف شوہر کی ذات سے ہو، لیکن اگر زوجہ نافرمانی کرے اور بغاوت پر قدم اٹھائے اور خلافِ شرع کام کرے تو اس صورت میں شوہر اپنی قوّامیت کی وجہ سے صاحبِ اختیار ہے اس لئے اسے اپنی بیوی کی تادیب و تربیت اور تہذیب کاحق شرع کی روشنی میں حاصل ہے اس سلسلے میں قرآن و حدیث کی جامع ہدایات ہیں جس کا آگے وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے گا، کیوں کہ یہاں میرا موضوع عورت کا درجہ و مرتبہ کا بیان کرنا ہے نہ کہ عورت کی تادیب و تہذیب کا۔

برادرانِ اسلام کو یہ بات بخوبی یاد رہے کہ اب تک آپ نے جو مردوں کو عورتوں پر فوقیت و فضیلت کے متعلق پڑھا ہے اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے جیسے انسان کا سر اس کے ہاتھ سے افضل، یا انسان کا دل اس کے معدہ سے افضل ہے، اب جس طرح سر کا ہاتھ سے افضل ہونا ہاتھ کے مقام اور اہمیت کو کم نہیں کرتا اسی طرح مرد کاحاکم ہونا عورت کے درجہ و مرتبہ کو نہیں گھٹاتا، کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے مثلِ اعضاء و اجزا کے ہیں، پس مرد اگر سر ہے تو عورت بدن ہے، واضح ہو کہ عورت کوئی معمولی چیز نہیں ہے یہ قدرت کی ایک عظیم شے ہے، عورت ایک آسمانی تحفہ ہے مرد کے لئے، یہ رونقِ بزمِ جہاں ہے، نوعِ انسانی کی بہت پیاری صنف ہے، یہ روح کی نکہت اور دل کی راحت ہے، آنکھوں کانُور ہے تو دل کا سرور ہے، شرم کی کان اور عزم کی چٹان، حسن کاپیکر اور محبت کا ساگر اور کلی کی مُسکان ہے، عورت یہ انسان کا گھر ہے، قوم اس کی گودی میں پلتی اور تربیت پاتی ہے، اسی گودی میں قوموں کا کردار ڈھلتا ہے، عورت بچوں کی ماںتاہے تو شوہر کی جان ہے، عورت مرد کے حوصلے جگاتی ہے، اس کی نظریں سحر ہے اور آواز میں موسیقی، اس کی ہر ادا میں ایک انداز ہے، غرض عورت قدرت کی بہترین تخلیق بھی ہے اور مرد کے دل کی تسکین بھی اور زندگی کی حسین تحریک بھی، اس طویل بیان کاحاصل یہ ہوا کہ مردوں کو اللہ پاک نے ضرور حاکم اور سردار قرار دیا ہے لیکن مردوں کی یہ حاکمیت تین شرائط کے ساتھ خاص

طور پر محدود ہے' نیز یہ کہ مردوں کی اس حاکمیت سے نہ عورت کا کوئی درجہ کم ہوتا ہے اور نہ مرد کی اس میں کوئی منفعت ہے' بلکہ اس کا فائدہ و ثمرہ بھی عورتوں ہی کی طرف عائد ہوتا ہے' اب ملاحظہ ہوں وہ خاص تین شرائط۔

(۱) " مرد کو جو حاکمانہ اختیارات محض خاندان کے نظم کی خاطر دیئے گئے ہیں ان سے ناجائز فائدہ اٹھا کر وہ ظلم نہ کرے اور ایسا نہ ہو کہ تابع و متبوع کا تعلق عملاً لونڈی اور آقا کا تعلق بن جائے۔"

(۲) " یہ کہ عورت کو ایسے تمام مواقع بہم پہنچائے جائیں جن سے فائدہ اٹھا کر وہ نظامِ معاشرت کے حدود میں اپنی فطری صلاحیتوں کو زیادہ سے زیادہ ترقی دے سکے اور تعمیرِ تمدن میں اپنے حصے کا کام بہتر سے انجام دے سکے۔"

(۳) " یہ کہ عورت کے لئے ترقی و کامیابی کے بلند سے بلند درجوں تک پہنچنا ممکن ہو۔"

مگر اس کی ترقی و کامیابی جو کچھ بھی ہو عورت ہونے کی حیثیت سے ہو مرد بننا نہ تو اس کا حق ہے نہ مردانہ زندگی کے لئے اس کو تیار کرنا اس کے لئے اور معاشرہ کے لئے مفید ہے اور نہ مردانہ زندگی میں وہ کامیاب ہو سکتی ہے' سوائے تباہی و رسوائی کے' مذکورہ بالا تینوں امور کی پوری پوری رعایت ملحوظ رکھ کر اسلام نے عورت کو جیسے وسیع تمدنی و معاشی حقوق دیئے ہیں اور عزت و شرف کے جو بلند مراتب عطا کئے ہیں اور ان حقوق و مراتب کی حفاظت کے لئے اپنی اخلاقی و قانونی ہدایات میں جیسی پائدار ضمانتیں مہیا کی ہیں' ان کی نظیر دنیا کے کسی قدیم و جدید نظامِ معاشرت میں نہیں ملتی' سالکان آخرت کو ایک اور اہم اور نہایت ہی ناگزیر بات یاد رہے کہ خواتین کے لئے یہ شان بالکل درست نہیں ہے کہ وہ اپنے مصارف خود پیدا کریں یا کما کر لائیں اور یہ بات بھی شرع میں جائز نہیں ہے کہ عورت محنت و مزدوری اور دوسرے ذرائع کسب میں مردوں کی طرح دفتروں اور بازاروں میں پھرا کرے' اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مرد معاش کی تلاش کریں' محنت کریں کما کر لائیں اور بیوی بچوں کو کھلائیں' بکثرت احادیث اس بات پر شاہد ہیں مثال کے طور پر حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے اہل و عیال کے لئے حلال طریقے سے محنت کرے اور ضعیف و ناتواں والدین کے لئے مشقت اٹھائے وہ شخص راہ خدا میں جہاد کرنے والوں میں سے ہے' ایک اور حدیث میں آیا ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا طلبِ حلال کے لئے جو شخص ذلت کے کام کرتاہے یعنی باغ میں سے لکڑیاں سر پر اٹھا کر لاتاہے' اس پر جنت واجب کردی جاتی ہے" ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالٰی اس بندہ کو محبوب رکھتاہے جو لوگوں کے سامنے دستِ طلب دراز کرنے سے بے نیاز ہونے کے لئے کوئی حلال پیشہ اختیار کرتاہے اور بے کس و مجبور بچوں کے لئے محنت میں مصروف رہتاہے" یہ سب روایتیں بحوالۂ احیاء العلوم جلد ۲ قسط ۱ ص ۱۵۵ سے نقل کی گئی ہیں۔

سبق آموز باتیں

محترم! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ ہدایت کرتے ہیں مگر ہمارے یہاں اب ایسے افراد کی تعداد بڑھ رہی ہے جو یہ چاہتے ہیں کہ بیٹا اور بہو دونوں کمائیں' آج کل عورتوں کا مکان میں رہنا بُرا ہوگیا' گھر میں پردہ کے ساتھ بیٹھنے والی عورتوں کو بیکار سمجھا جاتاہے اور جو عورت باہر طوائفوں کی طرح بے نقاب ہو کر گھومتی پھرتی ہے اور دوسروں کے دل کی دھڑکن بنتی ہے اس کو چالاک اور سمجھدار ماناجاتاہے' آج بہو کا ایماندار' سلیقہ مند' شریف' نیک کردار اور امور خانہ داری میں ماہر ہونا ضروری نہیں ہے' بلکہ انجینئر' ڈاکٹر' لکچرار' افسر' یا عہدہ دار ہونا اور موٹی تنخواہ لاکر شوہر کو دیناضروری ہوگیاہے' صورت سیرت' شرافت دیانت' نیکی سب کھوٹے سکے بن گئے' پہلے لوگ دل بہلانے کے لئے ایک دوسرے کے گھر جاکر بیٹھتے اور دل لگی کی باتیں کرتے اور ہنس بول کر دل بہلاتے تھے اور اب دل بہلانے کاسامان ٹیلی ویژن' وی سی آر وغیرہ ہے ان کے بغیر گھر ہی نہیں چلتا' غرض آج ماڈرن دور میں مسلمان اپنے دلوں اور دماغوں میں بُرائی اور بربادی کے کیڑے ڈالنے میں مصروف ہے انسان کو اس عظیم بربادی اور خطرناک برائی سے بچانے کے لئے اللہ پاک نے عورتوں کی پوری ذمہ داری مردوں پر ڈالدی' شادی سے پہلے باپ اس کا متکفل ہے اور شادی کے بعد شوہر اس کا کفیل ہے' ہمارے امام حضرت ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہوش سنبھالنے سے پہلے بچہ کی پرورش کا حق والدہ کو ہے اور اس کے بعد والد کو پھر شادی کے بعد شوہر کو (بحوالہ ابوداؤد شریف اردو جلد ۱' ص ۷۴۴)

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایاہے کہ نیک صالح گھریلو خاتون کے لئے ضروری

ہے کہ وہ گھر میں رہے' چرخہ کاتے یا سیئے یا دیگر اور ہنر سیکھے اور اس کام میں مشغول رہے' عورتوں کو چھتوں پر چڑھنا' دیواروں اور کھڑکیوں سے جھانکنا جائز نہیں اور نہ یہ شریف خاندان کی عورتوں کو زیب دیتا ہے (بحوالہ احیاء جلد ۲ قسط ۱ ص ۱۴۹)

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی نِسَاءُ کُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ○ وَقَدِّ مُوْا لِاَنْفُسِکُمْ○ (سورۂ بقرۃ۔ پ۲)

ترجمہ : اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمہاری بیویاں تمہارے لئے(بمنزلہ کھیت (کے) ہیں' (اب تمہیں یہ اختیار حاصل ہے کہ) اپنے کھیت میں جس طرف سے ہو کر چاہو آؤ(یعنی جس وقت دل چاہے صحبت کرو' یہ نہیں کہ جس طرف سے چاہو صحبت کرو) اور آئندہ کے واسطے (بھی) اپنے لئے کچھ ذخیرہ کرتے رہو' (کیوں کہ تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا نہیں ہے' ہمیشہ رہنے کی جگہ کوئی اور ہے' جہاں تمہیں عنقریب پلٹ کر آنا ہے)۔

وضاحت : یہ مذکورہ آیت ربانی نے عورتوں اور مردوں کو کھیتی اور کسان سے تشبیہ دے کر یہ واضح کردیا ہے کہ قدرت نے مردوں اور عورتوں کے لئے یہ دنیا سیر گاہ نہیں بنائی ہے' زوجین کا تعلق کھیت اور کسان کا سا ہے' کھیت میں کسان صرف تفریح کے لئے نہیں جاتا' اور نہ ہی کھیتی میں کسان کا کام صرف بیج پھینک دینا ہی ہے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ کسان اس کو پانی دے' کھاد مہیا کرے اور اس کی حفاظت بھی کرتا رہے۔

بالکل اسی طرح مرد کے لئے عورت بھی وہ زمین نہیں ہے' جس میں ایک جانور چلتے پھرتے کوئی بیج پھینک جائے' اور وہ ایک خودرو درخت اُگا دے' بلکہ جب وہ بار آور ہوتی ہے تو درحقیقت اس کی محتاج ہوتی ہے کہ اس کا کسان اس کی پرورش اور اس کی رکھوالی کا پورا پورا بار سنبھالے' بعد کا فقرہ بھی ایک جامع ہدایت پر مبنی ہے کہ جس آنے والی نسل کو تم اپنی جگہ چھوڑنے والے ہو' اس کو دین' اخلاق' حسنِ نیت اور آدمیت کے جوہروں سے آراستہ کرنے کی سعی تبلیغ کرو' اگر ان میں تم لوگوں نے قصداً کوئی کوتاہی کی تو اللہ تعالیٰ کے ہاں باز پُرس میں پکڑے جاؤ گے اور خدا کی پکڑ بڑی سخت پکڑ ہوگی اور عنقریب وہ گھڑی آنے والی ہے' جو گھڑی تمہیں دنیا کی ہر چیز سے الگ کر کے تنِ تنہا قبر میں رکھدے گی اور اس وقت کوئی تمہارے ساتھ نہیں جائے گا اور فرشتوں کے مقابلہ کے لئے تم

اکیلے ہی رہو گے' لہٰذا اس قبر سے خبردار رہو' جس میں تمہیں یقیناً جانا ہے اور جو کچھ کرنا ہے اسی موجودہ دنیا میں کرلو' اس کے بعد تو کرنا نہیں صرف بھگتنا ہے' یہ دنیا ہم کو صرف ایک بار دی گئی ہے' خواہ یہاں ہم اپنے لئے جنت کی فصل اگائیں یا جہنم کی' استعمال کریں یا ضائع کردیں' آج ہمیں اس بات کی آزادی حاصل ہے' لیکن کل نہیں۔

"یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے"

ڈاکٹر اقبال

پردہ کی اہمیت اور شرعی حیثیت کیا ہے؟
اور پردہ کی ضرورت کیوں ہے؟

ناظرین کتاب! اب آپ کی نگاہ سے جو چیز گزرنے والی ہے وہ پردہ نسواں ہے' جس سے آج کل کی خواتین انحراف کرکے اور جس کے خلاف آزادی کی تحریک چلا کے صرف خواتین ہی نہیں بلکہ مرد بھی حیران و پریشان ہیں ترقی کے بجائے تنزلی کے شکار ہیں' راحت و سکون کی جگہ مصیبت' فضیحت اور اذیت سے پُر ہیں' آپس میں کشیدگی تنازع' بد نظمی' بداخلاقی' بد چلن' بد معاشی' بد نیتی اور بے ایمانی روز بروز ترقی پذیر ہے' جن کو حل کرنے میں کیا حکماء' کیا علماء' کیا عقلاء' کیا ادباء سبھی سرگرداں و پریشان ہیں اور سب ہی ان سب برائیوں کو بند کرنے کے لئے پُرجوش کوشش میں لگے ہوئے ہیں' اب ملاحظہ فرمائیں اسلام اس پیچیدہ مسئلے کا کیا حل پیش کرتا ہے اور کیا طریقہ بتاتا ہے اور کس طریقہ میں کامیابی و خوشحالی رہے گی اور کس میں بربادی و رسوائی ہاتھ آئے گی؟ انشاء اللہ اگر عقلِ سلیم اور انصاف سے سوچا جائے اور گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو راقم الحروف خدا تعالیٰ کی ذات سے بڑی حد تک نصیحت پذیر ہونے کی اور صحیح معلومات کی توقع رکھتا ہے' اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں پڑھنے اور عمل کرنے کی توفیق دے کیونکہ بے عمل صرف افسوس اور عذاب قیامت کے ذخیرہ کے سوا اور کچھ نہیں۔

محترم! اس پردے کے سلسلے میں سب سے پہلے یہ بات یاد رہے کہ پردہ اللہ کی جانب سے فرض کیا گیا ہے' اس میں عورت کی عصمت و عفت ہی کا خیال رکھا گیا ہے' پردہ عورت کو غیر مردوں کی نگاہ سے بچاتا ہے' اس کی حفاظت کرتا ہے بے شک مغرب میں پردہ نہیں اور وہاں کی عورتیں آزاد اور بے حجاب ہیں مگر کیا اس آزادی سے وہاں کی عورتیں محفوظ ہوگئی ہیں کون نہیں جانتا کہ بے پردگی نے مغرب کی عورت کو سخت نقصان پہنچایا' دنیا میں

سب سے زیادہ ناجائز بچے مغرب ہی نے پیدا کئے' مغرب کی لاکھوں عورتوں نے شادی کے بغیر ماں بن کر اپنی قیمتی ہستی تباہ کی' اس بے راہ روی' بداخلاقی و بے عزتی اور سماج کی تباہی کو دیکھ کر وہاں کی حکومتوں کو کاروائی کرنی پڑ رہی ہے مغرب والے برسوں کی بداعمالی کی سزا اب بھگت رہے ہیں اور اعتراف کر رہے ہیں کہ ہم نے خدائی احکامات کو چھوڑ کر غلطی کی' مرد فطرتاً عورت کا پرستار ہوتا ہے وہ عورت کی طرف بے اختیار کھنچتا ہے عورت کے لئے مذہب' رسم و رواج' خاندان' عقیدے حد یہ کہ تخت تاج اور بادشاہی کو بھی چھوڑ دینے کی روایتیں عام ہیں' عورت کے لئے لوگوں نے جنگیں لڑی ہیں' خون کیا ہے اس کی چاہت کے لئے جان تک قربان کی ہے جیسا کہ تاریخ کی کتابوں میں ہے اور اخبارات میں آپ پڑھتے ہیں اور لوگوں سے زبانی بھی سنتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ عورت کوئی معمولی چیز نہیں ایک عظیم شئے ہے جس کی حفاظت لازمی و ضروری ہے وہ لوگ جو عورت کو بے پردہ رکھنے کی باتیں کرتے ہیں' وہ درحقیقت عورت کے دوست نہیں دشمن ہیں۔

اور دوسری بات یہ یاد رہے کہ عورتوں کا اجنبی مردوں سے پردہ کرنا اور اجنبی مردوں کے ساتھ عورتوں کا بے تکلف ملاقات و اختلاط نہ کرنا یہ کوئی آج کی بات نہیں بلکہ تمام انبیاء و صلحاء و شرفاء میں ہمیشہ سے رہی ہے' کیونکہ یہ حیاء و غیرت فطری و قدرتی ہے' یہی وجہ ہے کہ جب جنت میں حضرت آدمؑ اور حواؑ نے شجر ممنوعہ کھالیا تو فوراً ہی جنتی لباس اتر گیا اور ستر کھل گیا تو قدرتی لحاظ سے وہاں بھی حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ دونوں نے اپنے ستر ڈھانپنے کے لئے پتے باندھ لئے اور ایسا ہی حضرت شعیب علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں کا قصہ ہے جو قرآن کریم میں آیا ہے کہ اس میں لڑکیاں اپنی بکریوں کو پانی پلانے کے لئے بستی کے کنویں پر گئیں جہاں لوگوں کا ہجوم تھا اور سب اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے تو قرآن کریم میں ہے کہ یہ لڑکیاں ایک طرف الگ کھڑی ہو گئیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام جن کا اس وقت اتفاقیہ طور پر مسافرانہ انداز میں وہاں سے گزر ہوا تو ان لڑکیوں کو علیحدہ کھڑے دیکھ کر دریافت کیا جواب میں حضرت شعیبؑ کی صاحبزادیوں نے صرف دو باتیں بتلائیں

(۱) پہلی بات یہ کہ اس وقت یہاں مردوں کا ہجوم ہے ہم اپنے جانوروں کو اس وقت پانی پلائیں گے جب یہ لوگ فارغ ہو کر چلے جائیں گے۔

(۲) دوسری بات یہ بتائی کہ ہمارے باپ بوڑھے ضعیف ہیں جس کی وجہ سے ہمیں یہ کام بطورِ مجبوری کرنا پڑ گیا ورنہ گھر سے باہر کا کام تو صرف مردوں کا ہے۔

اس کے بعد ان دونوں لڑکیوں نے جب گھر میں جاکر اپنے والد محترم کو صورتِ حال

بتائی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادیوں کو حکم دیا کہ جاؤ ان کو بلا کے لاؤ' جب وہ بلانے گئیں تو عورت سمجھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نگاہیں نیچے کر لیں' پھر جب چلنے کا وقت آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم میرے پیچھے پیچھے چلو! اور اپنے گھر کا راستہ پیچھے سے بتاتی رہو' اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے پہلے زمانے میں اور ان کی شریعت میں بھی عورتوں مردوں کا دوش بدوش ہو کر چلنا اور بے تکلف اختلاط و میل ملاپ قابل مذمت تھا۔" یہ مردوں کے دوش بدوش کام کرنے کے دعوے اور بازاروں اور سڑکوں پر پریڈ کرنے اور تعلیم سے لے کر ہر شعبہ زندگی میں مردوں اور عورتوں کے بے تکلف اختلاط' ضیافتوں اور کلبوں میں بے تکلف ملاقاتوں کا سلسلہ صرف یورپین اقوام کی بے حیائی اور فحاشی کی پیداوار ہے ورنہ صرف اہلِ شرائع ہی نہیں دنیا کے عام شریف خاندانوں میں بھی ایسا اختلاط نہیں تھا عرب کی پوری تاریخ اس پر شاہد ہے۔"

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ الخ۔۔۔ (سورہ احزاب پ ۲۲ آیت ۵۳)

ہدایت : ترجمہ و تفصیل پر جانے سے پہلے ناظرینِ کتاب کو یہ واضح رہے کہ اس بات پر تمام صحابۂ کرام اور فقہائے دین و علماءِ اسلام کا اتفاق ہے کہ پردہ نسواں کے متعلق سب سے پہلے نازل ہونے والی یہی آیت مذکورہ ہے اور اس آیت میں اصل مفہوم پردہ نسواں ہے' اور ساتھ اس کے دعوتِ طعام اور مہمانیُ نظام کے متعلق تین احکام کا بیان بھی ہے اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ باری تعالیٰ کا حکم اگرچہ تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے' مگر سببِ نزول چونکہ خاص واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان میں ہوا اس لئے عنوان میں **بُيُوْتَ النَّبِيِّ** (نبی کے گھروں میں) کا ذکر خاص طور پر مزید فرمایا گیا ہے وگرنہ حکم سب مسلمانوں کے لئے عام ہے کیونکہ ہم آپ کی پیروی پر مامور ہیں اور عام طور پر جو احکام آپ کے حق میں نازل ہوئے ہیں وہ ہمارے لئے بھی ہیں' بجز ان اُمور کے جن کے متعلق یہ تصریح ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہیں اب ملاحظہ ہو مذکورہ آیت کا ترجمہ و تشریح

ترجمہ و تشریح : اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں (بِلا اجازت) مت جایا کرو(یہاں قرآن کریم نے عرب کے ایک قدیم جاہلانہ طرز کی تغلیط و مذمت کی ہے کہ قدیم زمانے میں اہل عرب بے تکلف ایک دوسرے کے گھروں میں چلے جاتے تھے' کسی شخص کو کسی دوسرے شخص سے ملنا ہوتا تو وہ دروازے پر کھڑے ہو کر پکارنے اور اجازت لے کر اندر داخل ہونے کا پابند نہ تھا۔ بلکہ اندر جاکر عورتوں اور بچوں سے پوچھ لیتا تھا کہ صاحب خانہ گھر میں ہے یا نہیں یہ جاہلانہ طریقہ بہت سی خرابیوں و فتنوں کا سبب ہے اس لئے قرآن نے یہ سراسر ناجائز قرار دیا اور شدت کے ساتھ منع کیا' جو جہالت آج کل ہمارے مسلم معاشرے میں بھی کافی زور شور سے پھیل رہی ہے اور صرف پھیلنے تک ہی محدود نہیں بلکہ آج مسلمانوں کے نزدیک یہ ناپاک حرکت و جہالت شرافت بن گئی ہے نہ اس سے عالم بچا ہوا ہے نہ جاہل' اس کے بعد قرآن آگے کو یہ ہدایت پیش کر رہا ہے کہ جس وقت تم کو کھانے کے لئے (آنے کی) اجازت دی جائے' تو ضرور آؤ مگر تب بھی جانا) ایسے طور پر ہو کہ اس (کھانے) کی تیاری کے منتظر نہ رہو' نہ کھانے کا وقت تاکتے رہو(یعنی بے دعوت مت جاؤ اور دعوت ہو تب بھی بہت پہلے سے مت جا بیٹھو اور اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کرو) ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے (کہ اب چلو کھانا تیار ہے) تب جایا کرو (اس آیت میں ہدایت کا یہ دوسرا حکم ہے کہ جو غیر مہذب اور قدیم جاہلانہ عادت اہل عرب میں پھیلی ہوئی تھی کہ وہ لوگ کسی دوست یا ملاقاتی کے گھر کھانے کا وقت تاک کر پہنچ جاتے' یا اس کے گھر آکر رہتے یہاں تک کہ کھانے کا وقت ہو جائے' اس حرکت کی وجہ سے صاحبِ خانہ اکثر مصیبت میں پڑ جاتا تھا' کیونکہ کھلائے تو آخر اچانک آئے ہوئے کتنے آدمیوں کو کھلائے؟ ہر وقت آدمی کے بس میں یہ نہیں ہوتا کہ جب جتنے آدمی بھی اس کے ہاں آجائیں' ان کے کھانے کا انتظام فوراً" کرلے' اس لئے اللہ پاک نے اس بے ہودہ عادت سے مسلمانوں کو منع فرمایا اور یہ ہدایت کی کہ جب صاحبِ خانہ بلائے تب جاؤ' یہ ہدایت صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے لئے خاص نہیں ہے بلکہ تمام امتِ محمدیہ کے لئے ہے) پھر جب کھانا کھا چکو' تو اُٹھ کر چلے جایا کرو' اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھا کرو' (کیونکہ) تمہاری یہ حرکتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتی ہیں اور ان کو ناگواری ہوتی ہے اگرچہ وہ اپنے اخلاق کی بلندی کے باعث زبان سے نہیں فرماتے کہ اٹھ کر چلے جاؤ' یہاں ایک اور بے ہودہ اور غیر

شائستہ حرکت کی اصلاح ہے کہ بعض لوگ کھانے کی دعوت میں بلائے جاتے ہیں تو کھانے سے فارغ ہوجانے کے بعد دھرنا مار کر بیٹھ جاتے ہیں اور آپس میں گفتگو کا ایسا سلسلہ چھیڑ دیتے ہیں جو کسی طرح ختم ہونے میں نہیں آتا' انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ صاحبِ خانہ اور گھر کے لوگوں کو اس سے کیا زحمت ہوتی ہے' ناشائستہ لوگ اپنی اس بے ہودہ عادت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تنگ کرتے تھے چونکہ مہمانوں کے کھانے کا انتظام زنانہ مکان میں ہوتا تھا وہاں مہمانوں کا دیر تک ٹھہرنا گھر والوں کے لئے مُوجبِ کلفت و زحمت ہوناظاہر ہے اور آپ اپنے اخلاقِ کریمانہ اور عاداتِ شریفانہ کی وجہ سے اس کو برداشت کرتے تھے اور چونکہ اپنے گھر کے مہمان ہیں اس حالت میں ان کو ادب سکھانے سے حیاء مانع ہوتی ہے' مگر حق بات کے اظہار سے اللہ تعالیٰ حیاء نہیں کرتے) اور اللہ تعالیٰ صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتا (اس لئے صاف صاف کہہ دیا گیاہے)

(یہاں پر مزید یہ بات یاد رہے کہ جس جگہ حالات و عادات سے یہ معلوم ہو کہ کھانے کے بعد مہمانوں کا دیر تک باہمی گفتگو میں مشغول رہنامیزبان کے لئے مُوجبِ کلفت و پریشانی نہیں وہ جگہ اس سے مستثنیٰ ہوگی جیسا کہ آج کل کی پارٹیوں اور دعوتوں میں رواج ہو گیاہے' اب تک جو بیان تھاوہ مہمانوں کے احکام کے متعلق تھا۔ اب آگے خاص پردۂ نسواں کے متعلق بیان ہے) اور (اب سے یہ حکم بھی کیاجاتاہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں تم سے پردہ کیا کریں گی اس میں بھی اگرچہ سببِ نزول کے خاص واقعہ کی بناء پر بیان اور تعبیر میں خاص ازواجِ مطہرات کا ذکر ہے مگر حکم تمام امت کے لئے عام ہے لہٰذا) جب تم ان سے (یعنی غیر محرم عورتوں سے) کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے باہر (کھڑے ہو کر وہاں) سے مانگا کرو' (یہاں پر اللہ پاک نے عورتوں کو پسِ پردہ رہنے کا حکم دیا اور مردوں کو یہ حکم ملا کہ اول تو مردوں کو اجنبی عورتوں کے پاس جانااور بات کرنابھی نہ چاہیے' ہاں اگر ضرورت شدید پیش آجائے' کلام کی یا کسی چیز کے مانگنے کی مثلاً استعمالی چیز' برتن' کپڑا' کھانے کی چیزیں یا کتاب وغیرہ توسامنے آکر نہ لے اور نہ ہی بالکل آمنے سامنے ہو کر بات کریں' بلکہ پردے کے پیچھے سے مانگ لیں یہ ہدایت ہے مردوں کے لئے اب رہی عوتوں کی بات عورتوں کے لئے قرآن کا حکم یہ ہے کہ شرارت و فتنہ اور ذلت و بُہتان سے بچنے کے لئے اُمہات

المومنین کی نیک عادت کو اپنائیں' اُمہات المومنین کی عادتِ شریفہ اور طریقۂ حسنہ یہ تھا کہ اوّل تو غیر مرد اور اجنبی مرد سے کلام ہی نہیں کرتی تھیں اگر بضرورت شدید باتیں کرتیں تو منہ پر ہاتھ رکھ کر آواز بدل کر باتیں کرتیں تھیں تاکہ کسی غلط آدمی کا غلط خیال نہ ہو۔ حضرت امام غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں یہ بات لکھی ہے کہ اگر شوہر کا کوئی دوست یا اس کا کوئی جاننے والا اس کی عدم موجودگی میں آئے تو حیاو شرم کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے کوئی کلام نہ کرے' ہاں اگر ایسے شخص سے کام پیش آئے تو آواز بدل کر گفتگو کرے یہ سُنت ہے تاکہ کسی کے دل میں ناجائز خیال پیدا نہ ہو (احیاء جلد۲ قسط ۱ ص ۱۴۹) ذٰلِکُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِکُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ۔(القرآن) یہ (ساری) باتیں (ہمیشہ کے لئے) تمہارے اور ان کے دلوں کے نفسانی وساوس اور اندیشوں سے پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب اور عمدہ طریقہ ہے(جو بھی انسان اپنی عصمت و عفت اور شرافت و عزت اور عظمت و مرتبت کی قدر جانتے ہیں خواہ مرد ہو یا عورت ان کی لئے قرآن کی اس ہدایات پر بحیثیت مسلمان ہونے کے عمل کرنا واجب ہے۔

حدیث : حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پردہ کی اس آیت کی حقیقت سے میں سب سے زیادہ واقف ہوں' کیونکہ یہ آیت جس واقعہ پر نازل ہوئی اس وقت میں بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھا واقعہ یہ ہے کہ حضرت زینب بنت جحشؓ نکاح کے بعد رُخصت ہوکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں داخل ہوئیں تب آپؐ نے ولیمہ کے لئے کچھ کھانے پکوائے اور لوگوں کو رات کے وقت ولیمہ کی دعوت دی' عام لوگ تو کھانے سے فارغ ہو کر رخصت ہوگئے مگر کچھ لوگ آپس میں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخر تنگ آکر اٹھے اور ازواجِ مطہرات کے یہاں کئی چکر لگائے۔ پھر واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ حضرات اب بھی بیٹھے ہوئے باتیں کررہے ہیں آپؐ پھر پلٹ گئے اور حضرت عائشہؓ کے حجرے میں جابیٹھے اس دوران حضرت زینبؓ حیاء کی وجہ سے دیوار کی طرف رُخ پھیرے ہوئے وہیں الگ بیٹھی ہوئی تھیں تاکہ کوئی دیکھ نہ لے اچھی خاصی رات گزر جانے پرجب آپؐ کو معلوم ہوا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں تب آپؐ حضرت زینبؓ کے پاس تشریف لائے اور آکے دیکھا کہ حضرت زینبؓ فطری غیرت و حیا کی وجہ سے دیوار کی جانب منہ کئے ہوئے بیٹھی ہیں(یہاں پر یہ بات قابل غور ہے کہ حجاب اور پردے کے احکام نازل ہونے سے پہلے بھی مردوں اور

عورتوں میں بے تکلف ملاقات و گفتگو کا رواج شریف اور نیک لوگوں میں کہیں نہ تھا' بلکہ بدچلن و بے غیرت اور آوارہ عورتوں میں ہی یہ ذلیل اور ناپاک حرکت کا رواج تھا' جیسا کہ آج کل ہمارے ہاں بے پردگی کا رواج' بدکردار' بے حیاء اور نفس پرست عورتوں ہی کے اندر پایا جاتا ہے۔ اس کے بعد ناگزیر ہوگیا کہ اللہ تعالٰی خود ان بُری عادات پر لوگوں کو متنبہ فرمائے' حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پڑھ کر سنایا پھر سب سے پہلے ازواجِ مطہرات کے گھروں کے دروازے پر پردے لٹکا دیئے گئے اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر تمام مسلمانوں کے لئے نمونے کا گھر تھا اس لئے تمام مسلمانوں کے گھروں پر بھی پردے لٹک گئے (بحوالہ ترمذی و تفسیر معارف ج ۷ ص ۲۰۲)

حدیث: "پردے کا حکم نافذ ہونے کے بعد ہی ایک دفعہ حضرت ابو طلحہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہیں جارہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے اور حضرت صفیہ بنت حیؓ بھی آپ کے پیچھے سوار تھیں اتفاقاً حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا پاؤں پھسل گیا حضرت ابو طلحہؓ کے بیان کے مطابق آپؐ اور ام صفیہؓ دونوں عین وقت گر پڑے...... تو حضرت ابو طلحہؓ فوراً اپنی سواری پر سے کود کر عرض کرنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جان آپؐ پر قربان ہو آپؐ کو کوئی چوٹ تو نہیں لگی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں' تم سب سے پہلے حضرت صفیہؓ کو دیکھو' یہ سن کر حضرت ابو طلحہؓ نے پہلے تو اپنے چہرہ پر کپڑا ڈالا' پھر حضرت صفیہؓ کے پاس پہنچے اور ان کے قریب پہنچ کر ان کے اُوپر کپڑا ڈال کر ان کو چھپا دیا اس کے بعد حضرت صفیہؓ کھڑی ہوگئیں' پھر اسی طرح مستور کر کے ان کو سواری پر سوار کیا دونوں حضرات سوار ہو کر مدینہ کی طرف تشریف لے چلے ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد چل رہے تھے۔" (بحوالہ صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۱۹)

یہ حدیثِ مذکورہ نے پردہ کی اہمیت اور اہتمام کو کتنا روشن کیا ہے یہ ہر صاحبِ عقل بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے لیکن ناقابل بیان افسوس یہ ہے کہ آج کے کیا عالم کیا جاہل کیا خواص کیا عوام سبھی رات دن اپنے عمل سے ان تمام چیزوں کی نفی کررہے ہیں اور جس کو صحیح بینائی عطا کی ہے' وہ خود اپنی عقل سے سوچ سکتا ہے اور اپنی آنکھ سے باآسانی دیکھ سکتا ہے کہ جو کتاب اللہ مردوں کو عورتوں

سے رُودر رُوبات کرنے سے روکتی ہے اور پردے کے پیچھے سے بات کرنے کی مصلحت یہ بتاتی ہے کہ " تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی و بہتری کے لئے ازواجِ مطہرات کا یہ طریقہ زیادہ مناسب ہے" اب آخر اس قرآن کی تعلیم کے خلاف مخلوط مجالس اور مخلوط تعلیم اور جمہوری ادارات اور دفاتر میں مردوں اور عورتوں کا بے تکلف میل جول اور رفتار و گفتار کس قدر ناقابل برداشت ہے؟ اگر کسی کو قرآن و حدیث کی پیروی نہ کرنی ہو' تو اس کے لئے زیادہ معقول طریقہ یہ ہے کہ وہ اس قرآن کے حکم کی خلاف ورزی کرے اور صاف صاف کہے کہ میں اس قرآن کی پیروی نہیں کرنا چاہتا اور اسلام سے قطع تعلق کا اعلان کرے تاکہ اسلام کے نام پر کسی کو دھوکا نہ دے سکے' لیکن یہ تو انتہائی جہالت اور ذلیل حرکت ہے کہ وہ قرآن کے صریح احکام کی خلاف ورزی بھی کرے اور پھر ڈھٹائی اور سینہ زوری کے ساتھ یہ بھی کہے کہ یہ اسلام کا طریقہ ہے آخر وہ اسلام کا کونسا طریقہ اور کونسی دلیل ہے جو قرآن و حدیث کے باہر کسی جگہ ان لوگوں کو مل جاتی ہے؟ اگر آپ بحیثیت مسلمان ہونے کے قرآن و حدیث سے انحراف کرکے مغربی راستے پر تشریف لے جانا چاہتے ہیں تواسلام کا نام بھی زبان پر نہ لائیں اور دین سے واسطہ ختم کیجئے تاکہ آپ بعد میں اس نام کو استعمال کرکے کسی کو دھوکہ و گمراہ نہ کرسکیں اور آپ کی رُسوائیاں اور بربادیاں اسلام اور اہل اسلام کے لئے باعثِ ننگ و عار نہ بن سکیں اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا۔ اِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۝ (سورۂ احزاب پ۲۲) ترجمہ : بیشک یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری (معصیت اور غضب کی) بات ہے کہ تم بحیثیت مسلمان ہونے کے شریعتِ محمدی کو چھوڑ کر باطل طریقے کو اپنا رہے ہو اور خالقِ حقیقی و مالکِ اصلی کی خوشنودی و رضا جوئی کے بجائے شیطان اور نفس کے غلام بن کر جی رہے ہو' یاد رکھو! اللہ پاک اپنے بنائے ہوئے ہر انسان کے ظاہری و باطنی یہاں تک کہ دلوں کے ارادوں اور خیالات سے بھی اچھی طرح واقف ہیں چاہے تم کسی چیز کو چھپاؤ یا ظاہر کرو' یا کسی معصیت کو دل میں یا نیت میں پوشیدہ رکھو غرض کسی گوشے میں بھی اگر کوئی وسوسہ پالتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔ اللہ کو ہر بات کا علم ہے' اللہ کی نگاہ میں تمہاری چوری چھپی نہ رہ جائے گی اور تم اس کی گرفت سے نہیں بچ سکو گے' پس تم جیسا کرو گے ویسا ہی تمہیں جزا و سزا ملے گی' لہٰذا

وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝ (سورۂ احزاب پ۲۲)

اے عورتوں! ان احکام مذکورہ کی تعمیل سے خدا سے ڈرتی رہو کہ کسی حکم کے خلاف نہ ہونے پائے۔ حکمِ خدا کی نافرمانی کرنے سے نہایت ہی اپنے آپ کو بچاکے رکھو بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر ہے (خداوند قدوس کے ارشاد کا منشایہ ہے کہ خواتین کو چاہیئے کہ کسی ایسے شخص کو اپنے گھروں میں آنے نہ دیں جو غیر مُحرِم اور اجنبی ہیں پھر دوسری بات یہ کہ خواتین کو یہ رَوش ہر گز نہ اختیار کرنی چاہیئے کہ وہ شوہر کی موجودگی میں تو پردے کی پابندی کریں مگر جب وہ موجود نہ ہو تو غیر مُحرِم مردوں کے سامنے پردہ اٹھادیں اور ان سے بے تکلف گفتگو کا سلسلہ جاری رکھیں' ان کا یہ رویّہ اور رفتار خواہ ان کے شوہر سے چھپارہ جائے مگر خدا سے تو نہیں چھپ سکتا جو عورت ایسی حرکت کرے گی اس کو ضرور سزا ملے گی) اس جگہ یہ بات قابلِ غور ہے کہ یہ پردے کے احکام جن عورتوں و مردوں کو دیئے گئے ہیں ان میں عورتیں تو ازواجِ مطہراتؓ ہیں جن کے دلوں کو پاک صاف رکھنے کا حق اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لے لیا ہے جس کی وضاحت سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۳۴ میں ملاحظہ ہو' دوسری طرف جو مرد مخاطب ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ہیں جنہیں بہت سے حضرات کا مقام فرشتوں سے بھی آگے ہے اور بہت سے حضرات کو جنت کی بشارت تو دنیا میں ہی دے دی گئی ہے لیکن ان سب امور کے ہوتے ہوئے بھی ان کی طہارت قلب اور نفسانی وساوس سے بچنے کے لئے ضروری سمجھاگیا کہ مرد و عورت کے درمیان پردہ کرایا جائے' آج وہ کون ہے جو اپنے نفس کو صحابہ کرامؓ کے نفوس سے پاک اور اپنی عورت کے نفوس کو ازواجِ مطہّرات کے نفوس سے زیادہ پاک ہونے کا دعویٰ کرسکے! اور یہ سمجھے کہ ہمارا اختلاط عورتوں کے ساتھ کسی خرابی کا باعث نہیں ہے؟ اس مادیّت پرست اور نفس پرستی کے دور میں کچھ مرد اور عورتوں نے اپنی کم فہمی اور کم عقلی کی وجہ سے یہ مسئلہ بنا رکھا ہے کہ نظربنی اور عشق بازی اور بے پردگی سے کچھ نہیں ہوتا انسان کا دل پاک ہوناچاہیے' منہ پر کپڑا یا "نقاب" ڈال کر رکھنے سے کیا فائدہ؟ دل صاف ہونا چاہیئے اس نظریہ کے لوگوں کو خدا کے قرآن کی یہ آیت ملاحظہ ہو' سورۃ نور آیت ۶۰ **وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ ۝** یعنی" جو عورتیں بوڑھی ہوں وہ اگر اپنے زائد کپڑے اتار کر رکھ دیں جیسے اوپر تلے کپڑے

ہوں اور اوپر کا کپڑا اتار دے بشرطیکہ بدن ظاہر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں لیکن اس حالت میں بھی اپنے مواقعِ زینت کو ظاہر نہ کریں مثلاً گردن' کان کہ ان میں زیور پہناجاتاہے اور اس آیت کے آگے ارشاد فرمایا کہ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّھُنَّ یعنی اگر یہ زائد کپڑے اتار کر رکھنے سے بچیں تو ان کے لئے زیادہ بہتر ہے" پس جب بوڑھیوں تک کے لئے یہ حکم ہے تو اے نوجوان عورتوں! تم کو کہاں اجازت ہو گی کہ دور کے رشتہ داروں کے سامنے بے حجاب آجاؤ اور اجنبی مردوں سے پردہ نہ کرو' اور شدّت مجبوری سے گھر سے باہر چلتے وقت منہ پر نقاب نہ رکھو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تو کوئی نہ ہوا ہوگا' خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سے عورتوں کو پردہ کراتے تھے' اور ایک مرفوع حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک عورت نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پردہ کے پیچھے سے خط دیا" اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو اپنے سامنے نہ آنے دیتے تھے۔" اور صحابہؓ کا طریقہ تو آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے' پھر جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود سے پردہ کریں' تو کون سا پیر ہے اور کونسا رشتہ دار ہے جس سے بے حجابی جائز ہوگی' اور پردہ کی کوئی ضرورت نہیں خواہ کوئی خالو ہو' یا پھوپھا' دادا لگتاہو یا چچا اگر محرم نہ ہو وہ اجنبی ہے' کتنی بڑی غیرت اور غضب کی بات ہے کہ آج کل مسلمان نوجوان عورتوں کو نہ شرم ہے نہ حیا نہ حجاب ہے نہ خوفِ خدا۔ ہم نے مانا کہ تمہارا دل پاک ہے' لیکن تم کو دوسرے کی کیا خبر؟ اگر کہو کہ دوسرا بھی پاک ہے' تو نعوذباللہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم نے ظالم قرار دیا کہ باوجود یہ کہ یہ پاک تھا پھر بھی اس سے پردہ کا حکم دیا' اگر یہ پاک و صاف ہوتے تو حق تعالیٰ ضرور ان کا نام لکھ دیتے کہ فلاں شخص پاک ہے' یاد رکھو اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے کہ کون پاک ہے اور کون نہیں ہے۔ آج کے دور میں جو حضرات بے پردگی کے قائل ہیں وہ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ چوری' ڈاکہ دھوکہ فریب ایک اعتبار سے بڑا نفع بخش سودا ہے مگر جب اس کے نتائج مُہلک و مُضر سامنے آتے ہیں تو کوئی شخص ان کو نافع و سود مند نہیں قرار دے سکتا' بے پردگی میں اگرچہ کچھ معاشی فوائد بھی ہوں مگر جب پورے ملک و قوم کو ہزاروں فتنہ و فساد میں مبتلا کردے تو پھر اس کو نافع کہنا کسی دانشمند اور صاحب عقل کا کام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایک شر پسند اور فتنہ پرور اور ہٹ دھرم آدمی ہی کا کام ہو سکتاہے' پردہ نسواں کے متعلق قرآن میں سات آیتیں آئی ہیں' تین

سورۃ نور میں اور چار سورۃ احزاب میں اور حدیث کی ستر روایتیں آئی ہیں جن کا اصل مطلوب شرعی حجاب ہے۔ یہاں کچھ حدیثیں نقل کی جاتی ہیں۔

حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب پردہ نسواں کی آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مردوں کے سامنے ایک چادر وغیرہ کا پردہ ڈال کر حضرت زینبؓ کو اندر مستور کردیا اس کے بعد تمام ازواجِ مطہراتؓ کا معمول یہ ہوگیا تھا کہ گھروں میں رہ کر پردہ کرتی تھیں اور پردہ کے معاملے میں بڑی احتیاط رکھتی تھیں۔

(بحوالہ تفسیر معارف جلد ۷ ص ۲۱۴)

قَالَ اللّٰہُ وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی (آیت ۳۳ سورۃ احزاب پ ۲۲)

تشریح: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے عورتو! تم اپنے گھروں میں قرار کے ساتھ رہو، اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو تمہارے لئے قانونِ اسلامی میں سب سے زیادہ پسندیدہ اور مناسب صورت یہی ہے آیت کا منشایہ ہے کہ عورت کا اصل دائرہ عمل اس کا گھر ہے نہ کہ باہر اس کو اسی دائرے میں رہ کر اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض انجام دینے چاہیئں اور محض کپڑا اوڑھ لپیٹ کر پردہ کرلینے پر اکتفا نہ کرے بلکہ پردہ اس طریقے سے کرے کہ بدن مع لباس نظر نہ آئے جیسا کہ آج کل اکثر شرفاء اور نیک عورتوں میں پردہ کا طریقہ متعارف ہے کہ عورتیں گھروں ہی میں سے نہیں نکلتیں کیونکہ وہ جانتی ہیں کہ بدکاری، فحش حرکات اور مہلک برائیوں سے بچنے کی یہی ایک موزوں شکل ہے، البتہ گھروں سے باہر نکلنا صرف ضرورتِ شدید ہی کے وقت جائز ہے اور مواقع ضرورت دوسری دلیل سے مستثنیٰ ہے۔ جس کا تفصیلی بیان انشاء اللہ آگے موقع پہ بیان کیا جائے گا اب آگے قرآن عورتوں کو یہ ہدایت کرتا ہے کہ تم (عورتیں) قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور (اور غلط روش) کے موافق (باہر) مت پھرو، (قدیم جاہلیت سے مراد وہ جاہلیت ہے جو اسلام سے پہلے تھی، جس میں بے پردگی اور قبیح حرکات کھلے عام رائج تھیں قرآن کی یہ ہدایت کہ عورت گھروں میں چاردیواری کے اندر ہی ٹک کر رہے، یہ خود اس کی بھلائی اور دل کی صفائی کے لئے ہے اللہ کو اس سے کوئی سود وزیاں نہیں ہے آخر ان ہدایت میں کون سی بات ایسی ہے جو مسلمان عورتوں،

کو نہیں چاہیئے؟ کیا مسلمان عورتیں اپنے گھر میں جمی بیٹھی نہ رہیں' باہر گھومتی پھریں! کیا مسلمان عورتیں آوارہ اور بد چلن عورتوں کی طرح گندگی اور شرمناک مواقع میں رہنا چاہتی ہیں؟ کیا مسلمان عورتیں بحیثیت مسلمان ہونے کے شرافت' عزت' فضیلت اور خدا کی نصرت نہیں چاہتی ہیں؟......

حدیث : حضرت انس؄ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ عورتوں کی فِطرت میں دو چیزیں ضرور شامل ہیں (۱) ضعف (۲) پوشیدگی تمہارے لئے ان کے ضعف کا علاج خاموشی ہے اور چھپانے کی تدبیر چار دیواری ہے (جہاں تک ہو سکے گھر کے اندر رکھو) (ترمذی شریف' جلد۲) اور حقیقت یہی ہے کہ جو چیز جتنی قیمتی ہوتی ہے اس کو اسی قدر زیادہ چھپایا جاتا ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہیرے جواہرات کا بیوپار کرنے والے ایک ایک ہیرے کو چھپاکر رکھتے ہیں' سونے چاندی کے زیورات کا بیمہ کرلیا جاتا ہے اس لئے کہ چوری نہ ہو جائے' کوئی اٹھاکر نہ لے جائے کیا بیمہ والے احمق ہیں؟ اب اگر کوئی اپنی کم عقلی کی وجہ سے یہ کہے کہ چھپاکر رکھنے سے اشتیاق اور بڑھ جاتا ہے اور چوری کا خطرہ زیادہ رہتا ہے مثلاً" جس صندوق کو نہ کھولنے کی تاکید نوکر کو کی جاتی ہے' اسی صندوق پر اس کی نظر زیادہ ہوتی ہے' بُرقع پوش عورتوں کا جس قدر تعاقب کیاجاتاہے' بے پردہ عورتوں کا اتنا نہیں کیا جاتا' تو یہ سب باتیں اس کی کم عقلی اور کم علمی کا ثبوت ہوں گی یہ دلائل اپنی جگہ بے وزن و بے جان ہیں اگر یہ دلائل مان لئے جائیں تو پھر مکان و دوکان کے دروازے بھی بے کار بن جاتے ہیں اور انسان کے لئے کپڑے پہنا بھی بے وقوفی کی نشانی بن جائے گا۔ کیونکہ کپڑے بھی تو تجسّس پیدا کرتے ہیں۔ غرض عورت قدرت کی عظیم شئے ہے اور دنیا میں بہت ہی قیمتی چیز ہے جس کے لئے تخت و تاج کو بھی حقیر سمجھا گیا ہے اس لئے اس کی حفاظت اور نگرانی سب سے زیادہ ضروری ہے' مردوں کی سلامتی اسی میں ہے۔

حدیث : حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام؄ سے سوال کیا کہ اَیُّ شَیْءٍ خَیرٌ لِلْمَرْاَۃِ یعنی" عورت کے لئے کیا چیز بہتر ہے"؟ صحابہ کرام؄ خاموش رہے کچھ جواب نہیں دیا پھر جب میں گھر گیا اور حضرت

فاطمہؓ سے یہی سوال کیا تو انہوں نے فرمایا **لَایَرَیْنَ الرِّجَالَ وَلَا یَرَوْنَهُنَّ** یعنی "عورتوں کے لئے سب سے بہتر و افضل یہ ہے کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں نہ مرد ان کو دیکھیں" میں نے ان کا یہ جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نقل کیا تو آپؐ نے فرمایا **صَدَقَتْ اِنَّهَا بَضْعَةٌ مِنِّی**" انہوں نے درست کہا بے شک وہ میری جگر کا ایک پارہ ہیں" (بحوالہ دار قطنی واحیاء تفسیر معارف) درحقیقت غیرت کا تقاضا یہی ہے کہ عورت کے پاس غیرمحرم مرد نہ آئیں اور نہ وہ گھر سے باہر نکلے کیونکہ عورت کا گھر سے باہر نکلنا فتنہ سے خالی نہیں ہے۔

حدیث : "حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ اگر آنحضرتؐ کو یہ باتیں معلوم ہوتیں جو آپ کے بعد عورتوں میں پائی جاتی ہیں تو بلاشبہ آپؐ انہیں گھر سے باہر نکلنے سے ضرور منع فرمادیتے۔" (بحوالہ احیاء العلوم جلد۲ قسط۱ ص۱۱۷)

واقعہ اِفک میں جو سبب حضرت عائشہ صدیقہؓ کے جنگل میں رہ جانے کا پیش آیا وہ یہی تھا کہ ازواجِ مطہراتؓ کا پردہ صرف بُرقع' چادر ہی کا نہیں تھا' بلکہ وہ سفر میں بھی اپنے ہُودج (شغدف) میں رہتی تھیں یہ شغدف ہی اونٹ کے اوپر سوار کردیا جاتا تھا اور اسی طرح اتارا جاتا تھا شغدف مسافر کا مثل مکان کے ہوتا ہے' اس واقعہ میں جب قافلہ چلنے لگا تو حسبِ عادت خادموں نے شغدف کو یہ سمجھ کراونٹ پر سوار کردیا کہ اُمّ المؤمنین اس کے اندر موجود ہیں اور واقعہ یہ تھا کہ وہ اس میں نہیں تھیں' بلکہ طبعی ضرورت کے لئے باہر گئی ہوئی تھیں' اس مُغالطہ میں قافلہ روانہ ہوگیا اور اُمّ المؤمنین جنگل میں تنہا رہ گئیں واقعہ بہت طویل ہے مجھے صرف یہاں یہ بیان کرنا تھا کہ یہ واقعہ بھی اسبات کا قوی شاہد ہے کہ حِجاب شرعی اور پردہ' نسواں کا مفہوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواجِ مطہراتؓ نے یہی سمجھا تھا کہ عورتیں اپنے مکانوں میں ہوں یا سفر میں ہوں تو اپنی شغدف میں رہیں' اُن کا وجود غیر مردوں کے سامنے نہ آئے' اور جب سفر کی حالت میں حِجابِ اشخاص کا یہ اہتمام تھا تو حضر میں کتنا اہتمام ہوگا؟

حدیث : حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اقرب ما تکون من وجه ربهاوهی فی قعر بیتها**' یعنی" عورت اپنے رب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر میں مستور ہو(مسلم)

حدیث : حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

کچھ خواتین آئیں اور عرض کرنے لگیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ساری فضیلت تو مرد ہی لوٹ لے گئے۔ وہ جہاد کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں، ہم کیا عمل کریں کہ ہمیں بھی مجاہدین کے برابر اجر مل سکے؟ جواب میں فرمایا **من قعدت منکن فی بیتها فانها تدرک عمل المجاهدین** یعنی " تم عورتوں میں سے جو گھر میں بیٹھی رہے گی وہ مجاہدین کے عمل کو پالے گی۔ (بخاری ونسائی)

وضاحت : یہ احادیث عورتوں کو گھر میں ٹکے رہنے کی ہدایت کو اور زیادہ واضح کردیتی ہیں مطلب حدیث کا یہ ہے کہ مجاہد دل جمعی کے ساتھ اسی وقت خدا کی راہ میں لڑسکتا ہے جب کہ اسے اپنے گھر اور اہل و عیال کی طرف سے پورا اطمینان ہو اس کی اہلیہ اس کے گھر اور اس کی اولاد کو سنبھالے بیٹھی ہو اور اسے کوئی خطرہ اس امر کا نہ ہو کہ پیچھے اس کی بیوی کوئی گل کھلا بیٹھے گی، یہ اطمینان جو عورت اسے فراہم کرے گی وہ گھر بیٹھے اس کے جہاد میں برابر کی حصہ دار ہوگی۔

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جو عادتیں مردوں کے حق میں بری سمجھی جاتی ہیں وہ عورتوں کے حق میں بہت ہی اچھی ہیں مثلاً " (۱) بخل، (۲) تکبّر اور (۳) بُزدلی بزدلی اس لئے کہ عورت بخیل ہوگی تو اپنے اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی اور موقع بے موقع خرچ کرکے ضائع کرنے سے گریز کرے گی، ۲۔ مغرور ہو گی تو دوسرے لوگوں کو اپنی نرم اور شیریں گفتاری سے متأثر نہ کرسکے گی، ۳۔ بزدل ہو گی تو شوہر کے خوف سے لرزاں رہے گی اور اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم نہ رکھے گی اور تہمت کی جگہوں سے بچنے کی کوشش کرے گی اور اجنبی مردوں سے بات کرنے میں ڈرے گی کہ کہیں میرے شوہر کو پتہ نہ چل جائے۔"

(بحوالہ احیاء العلوم جلد ۲ قسط ۱ ص ۹۶ اور غنیتہ الطالبین)

(نوٹ) بخل اور تکبر کا اصلی روپ ہے وہ ہر شکل میں منع ہے یہاں صرف مثال ہی کا مفہوم مراد ہے۔

حدیث : حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اِنَّ الْمَرْأَةَ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتْ استشرفها الشیطان واقرب ما تکون**

بروحنة ربّها وهي قعر بيتها ○ یعنی " عورت پردے کے اندر رہنے کے قابل چیز ہے جب وہ نکلتی ہے (مطلب گھر سے باہر قدم رکھتی ہے) تو شیطان اس کو تاکتا ہے (یعنی اس عورت کو مسلمانوں میں بُرائی پھیلانے کا ذریعہ و نشانہ بناتا ہے) اور عورت اللہ کی رحمت سے قریب تر اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر میں رہے۔"

(بیہقی واحیاء)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! کیا تمہاری غیرت یہ گوارہ کرتی ہے کہ تمہاری بیویاں بازاروں میں سڑکوں پر کافر عورتوں کے ساتھ گھومتی پھریں اور اپنا جسم مردوں کے جسم کے ساتھ رگڑ کر چلیں' خدا اس کا بہت بُرا کرے جس کے پاس غیرت نہ ہو۔ (بحوالہ احیاء جلد۔۲۔ ص۔ ۱۱۶)

حدیث : حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں پر خدا کی جنت حرام ہے' (۱) وہ شخص جس نے ہمیشہ شراب پی (۲) وہ شخص جس نے والدین کی نافرمانی کی (۳) دیّوث' اس پر صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیّوث کسے کہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا وہ مرد بے حیا جس کو اس بات کی پروا نہیں کہ اس کی بیوی کے پاس کون آتا ہے اور کیوں آتا ہے؟ اور اسی طرح وہ بے مروّت و بے حیاء عورتیں جو باہر گھومتی پھرتی ہیں اور غیر مردوں سے لاپرواہی اور بے حیائی کے ساتھ باتیں کرتی ہیں (ان کے نزدیک کیا اپنا اور کیا پرایا سب برابر ہے)

(احمد و ابن ماجہ)

محترم! قرآنِ مجید کے اس صاف اور صریح حکم کی موجودگی میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور صحابہؓ کی بے بہا نصائح کے سامنے اس بات کی آخر کیا گنجائش ہے کہ مسلمان عورتیں بحیثیتِ مسلمان ہونے کے کونسلوں اور پارلیمنٹوں کی ممبر بنیں' بیرونِ خانہ کی سوشل (معاشرتی) سرگرمیوں میں دوڑتی پھریں' سرکاری دفتروں میں مردوں کے ساتھ کام کریں' کالجوں میں لڑکوں کی ساتھ تعلیم پائیں' مردانہ ہسپتالوں میں نرسنگ کی خدمت انجام دیں' بازاروں میں بھاؤ بتائیں' ہوائی جہازوں اور ریل گاڑیوں میں " مُسافر نوازی " کے لئے استعمال کی جائیں اور تعلیم و تربیت کے لئے امریکہ و انگلستان بھیجی جائیں عورت کے بیرونِ خانہ سرگرمیوں کے جواز میں بڑی سے بڑی دلیل جو پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جنگ جَمل میں حصہ لیا تھا' لیکن یہ استدلال جو لوگ پیش کرتے ہیں' انہیں شاید یہ معلوم نہیں ہے کہ خود حضرت عائشہؓ کا اپنا خیال اس باب میں کیا تھا؟

تفسیر رُوحُ المعانی میں اس واقعہ کا تفصیلی ذکر مذکور ہے' یہاں پر میں صرف ناظرینِ کتاب کو اصل واقعہ کی اصلی حالت کا ایک نقشہ پیش کررہا ہوں' جس سے جنگ جَمل کے واقعہ پر رَوافض اور دیگر دُشمنانِ اسلام کے ہفوات سے جو غلط فہمیاں مسلمانوں کے دل و دماغ میں جم گئیں ہیں ان کا ازالہ ہوجائے بشرطیکہ ہمارے دل میں خُوفِ خدا اور اپنے اعمال کے جواب دہی کا فکر موجود ہو۔

جنگِ جَمل کے واقعہ کا کچھ اہم حصہ

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت عبداللہ ابن جعفرؓ اور حضرت حسنؓ اور دیگر اصحاب کا بیان ہے کہ قاتلانِ عثمان غنیؓ کی سازش اور ان کی مُنافقانہ حرکت سے جنگ جمل کی نوبت آئی۔

حضرت صدیقہؓ کو ایک طرف حضرت علیؓ کی مجبوری کا اندازہ تھا دوسری طرف یہ بھی معلوم تھا کہ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت سے مسلمانوں کے قُلوب زخمی ہیں اور ان کے قاتلوں سے انتقام لینے میں تاخیر جو امیرالمؤمنین حضرت علیؓ کی طرف سے دیکھی جارہی تھی اور مزید یہ کہ قاتلانِ عثمانؓ حضرت علیؓ کی مجالس میں بھی شریک ہوتے تھے' جو لوگ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کی مجبوری سے واقف نہ تھے ان کو اس معاملہ میں ان سے بھی شکایت پیدا ہورہی تھی' ممکن تھا کہ یہ شکوہ و شکایت کسی دوسرے فتنے کا آغاز بن جائے اس لئے حضرت عائشہؓ نے لوگوں کو فہماش کرکے صبر کرنے اور امیرالمؤمنین کو قوت پہنچا کر نظمِ مملکت کو مُستحکم کرنے اور باہمی شکوہ و شکایات کو رفع کرکے اصلاحِ بَین النّاس کے قصد سے بصرہ کا سفر اختیار کرلیا' جس سفر میں ان کے مَحرمِ بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور دیگر اصحاب ان کے ساتھ تھے' اپنے اس سفر کا مقصد خود اُمّ المؤمنین نے حضرت قعقاعؓ کے سامنے بیان فرمایا تھا' حضرت قعقاعؓ نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ اے اُمّ المؤمنین آپ کے اس سفر کا مقصد کیا ہے؟ تو صدیقہؓ نے فرمایا انی اتیت لا جل الاصلاح بین الناس یعنی "میرے پیارے بیٹے! میں اصلاحِ بَین النّاس کے ارادہ سے یہاں آئی ہوں' یہ کتنی نیک نیّتی ہے روزِ روشن کی طرح واضح ہے' پھر

ایسے شدید فتنہ اور تناؤ کے وقت اصلاح بین المؤمنین کا کام جس قدر اہم دینی خدمت تھی وہ بھی ظاہر ہے' اس کے لئے اگر اُمّ المؤمنین نے بصرہ کا سفر محارِم کے ساتھ اور پردہ کی مکمل رعایت کے ساتھ کیا ہے تو اس کو شیعہ اور رَوافض نے ایک طُوفان بنا کر جو پیش کیا ہے کہ اُمّ المؤمنینؓ نے احکامِ قرآن کی خلاف ورزی کی' اس کا کیا جواز ہو سکتا ہے؟ میں اب واقعہ کی طِوالت سے ہٹ کر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب فتنہ فرو ہوا تو دونوں ہی حضرات یعنی حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ اس غیر ارادی قتال کے واقعہ پر سخت غمگین ہوئے' حضرت صدیقہؓ کو یہ واقعہ جب بھی یاد آجاتا تو اتنی روتی تھیں کہ ان کا دُوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا اور حضرت عائشہؓ جب تلاوتِ قرآن کرتی ہوئی اس آیت پر پہنچتیں " وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ " تو بے اختیار رُو پڑتی تھیں یہاں تک کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے تَر ہو جاتا تھا' کیونکہ اس پر انہیں اپنی وہ بات یاد آجاتی تھی جوان سے جنگ جَمل میں غیر شعوری طور پر ہوئی تھی' اسی طرح حضرت امیر المؤمنین علیؓ کو بھی اس واقعہ پر سخت صدمہ ہوتا تھا' فتنہ فِرو ہونے کے بعد مقتولین کی لاشوں کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے' تو اپنی رانوں پر ہاتھ مار کر یہ فرماتے تھے کہ کاش میں اس واقعہ سے پہلے مر کر نسیاً منسیاً ہو گیا ہوتا "یعنی مٹ چکا ہوتا۔" (بحوالہ تفسیر رُوح المعانی سورۃ احزاب و تفسیر معارف القرآن جلد۷ ص ۱۳۸)

حدیث: حضرت عبدالرحمنؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری شفاعت ہر مؤمن کے لئے جائز ہے" سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے میرے صحابہؓ کو بُرا کہا اور گالیاں دیں۔" (الحدیث تفسیر مظہری جلد ۱۴ ص ۲۰۴)

حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اذا خرجت المرأۃ من بیتھا وزوجھا کارلعنھاکل ملک فی السماء** یعنی جب عورت گھر سے اپنے شوہر کی مرضی کے بغیر قدم رکھتی ہے تو آسمان کے تمام **ملائکہ** اُس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں " جب تک کہ وہ واپس گھر میں نہ لوٹے" (مشکوٰۃ)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ عورتوں کو خُوش پُوشاکی کی عادت مت ڈالو اور نہ مزیّن بُرقع دو تاکہ وہ گھر میں چار دیواری میں پابند رہیں۔

کیونکہ اس کی اصل جگہ وہی ہے' اگر تم اچھے کپڑے اور عمدہ لباس کی عادت ڈالو گے تو وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر باہر آجائے گی" اور پھر گھر کی زینت نہیں رہے گی

بلکہ سڑکوں اور بازاروں کی زینت بن جائے گی اور گھر میں آکر میاں کو پریشان کرے گی جس کی حقیقت کا مظاہرہ آج ہم کر رہے ہیں" (بحوالہ احیاء جلد۲ قسط ۱۱ ص ۱۱۷)

حضرت امام غزالیؒ اکثر عورت کے حق میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ عورتوں کو گھروں میں رہنے کی عادت ڈالو' اس میں دونوں کی کامیابی ہے (بحوالہ احیاء جلد۲)

محترم! یہاں پر یہ بات بھی یاد رہے کہ آج کل اکثر مسلمانوں کا کہنا یہ ہے کہ اس ترقی کے دور میں شرع کا اتنا پابند رہنا مشکل ہے' پردہ کا اتنا اہتمام کرنا دشوار تر ہے کیونکہ یہ آزادی کا دور ہے' میں بھی کہتا ہوں کہ یہ ترقی کا زمانہ اور آزادی کی دنیا ہے مگر ساتھ یہ بھی ضرور کہوں گا کہ یہ آزادی اور ترقی غیر محدود بھی نہیں ہے' حق تعالیٰ کی طرف سے کچھ حدود و قیود بھی ہیں جن کا لحاظ رکھنا ہر اہل ایمان پر فرض ہے۔ ورنہ وہ خدا کا دشمن اور دین سے باغی سمجھا جائے گا' مثال کے طور پر دنیا کی ہر گورنمنٹ صرف محدود ترقی کی اجازت دیتی ہے اور وہ آپ کو مفید بناتی ہے' ترقی غیر محدود کی کوئی گورنمنٹ اجازت نہیں دے سکتی' جو کہ آپ کے سامنے روشن ہے' اب اگر کوئی عدم احاطہ واقعات کے سبب یہ کہے کہ گورنمنٹ تو غیر محدود ترقی کی اجازت دیتی ہے' چنانچہ بہت سے ذرائع غیر مشروع کی قانون میں اجازت ہے اگر ایسا ہی ہے تو آپ آج ہی سے ڈکیتی کیجئے' دوسروں کے مال و زمین چھین چھین کے خوب اپنا مال بڑھایئے اس کے بعد اگر آپ عدالت میں پکڑے ہوئے جاویں تو صاف کہہ دیں کہ ہم تو ترقی کرتے ہیں' بے ایمانی تھوڑی؟ میں پوچھتا ہوں کیا عدالت اس کو قبول کرلے گی' اگر نہیں قبول کرے گی تو پھر ثابت ہوگیا کہ گورنمنٹ نے ترقی کی یہ حد قائم کی ہے کہ ڈکیتی نہ ہو' چوری نہ ہو' ظلم نہ ہو' پس جب گورنمنٹ نے ترقی کے لئے حدود قائم کرسکتی ہے' تو کیا مالکِ حقیقی اور احکم الحاکمین خدا تعالیٰ کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ بھی شریعت کی حدود قائم کرے اور مسلمانوں کو شرع کا پابند کرے؟ یہ کتنی غضب کی بات ہے کہ گورنمنٹ سے تو غیر محدود ترقی کی امید نہ رکھیں اور احکم الحاکمین کی طرف سے یہ امید ہو کہ ترقی غیر محدود کی اجازت دیں اور پردہ کا اتنا اہتمام نہ رکھیں اور خواتین کو آزادی اور بے پردگی کے ساتھ گھروں سے باہر سڑکوں' دفتروں' کلبوں' بازاروں اور عدالتوں میں گھومنے کی اجازت دیں' واقعی اگر آپ کو ترقی غیر محدود مطلوب ہے' تو اجازت دیجئے کہ میں آپ کا کرتہ اتار لوں اور آپ کا مکان و جائیداد چھین لوں کیونکہ آپ کے نزدیک ترقی کی کوئی حد تو ہے نہیں اگر آپ کو یہ گوارا ہے تو میں ادب سے عرض کروں گا کہ آپ میرے خطاب کے قابل نہیں

ایسا شخص تو مجنون ہے جس کو ڈاکٹر سے جنون کا سرٹیفکیٹ لینا چاہیے، غرض شریعت نے عورت و مرد کو ترقی کی اجازت دی ہے مگر اس کے حدود ضرور ہیں، ترقی غیر محدود نہیں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ شریعت کی حدود کا دھیان رکھے ورنہ وہ مسلمان ہی نہ رہے گا۔ اس ترقی غیر محدود کی وجہ سے آج ہر جگہ فتنہ ہے خواہ مسجد ہو حرم ہو یا دیر ہو، اللہ سب کو عمل کی توفیق دے۔

حکایت: بنی اسرائیل میں دو بھائی تھے جن میں ایک مسلم تھا اور دوسرا غیر مسلم اور تھے دونوں دریا کے شکاری، غیر مسلم غیر اللہ کو سجدہ کرتا تھا۔ مگر جب مچھلیوں کے لئے جال دریا میں ڈالتا تو اس قدر مچھلیاں اس میں آجاتی تھیں کہ اس کو کھینچ کر اُٹھانا ہی مشکل ہو جاتا تھا، اس کے برعکس مسلمان کے جال میں صرف ایک ہی مچھلی آتی تھی اور وہ اسی پر صبر کے ساتھ خدا کا شکر ادا کرتا تھا اور عبادت الہٰی میں مصروف رہتا تھا اتفاقاً ایک روز اس مسلمان کی اہلیہ بطور تفریح اپنے مکان کے پاس پڑوسی کے گھر پر گئی تو اس کی نظر غیر مسلم کی زوجہ پر پڑی جو زیورات اور بہترین لباس سے آراستہ تھی، یہ دیکھ کر اس مسلمان کی بیوی کے دل میں حرص کا وسوسہ پیدا ہوا اور عورت ذات فطرۃً حریص تو ہے ہی، اس لئے اس کی زبان سے یہ بات نکل گئی کہ کاش میں بھی ایسی ہی ہوتی تو یہ بات سن کر پڑوسی کی عورت بولی کہ تو اپنے شوہر کو آمادہ کر لے کہ وہ بھی میرے شوہر کے معبود جیسا غیر اللہ کی عبادت کیا کرے تاکہ تو بھی میری طرح مالدار ہو جائے اور عیش کر سکے یہ سن کر اس خدا پرست کی اہلیہ کچھ غمزدہ ہو کر اور اداس چہرہ لے کر اپنے گھر آئی اور جب اس کا شوہر گھر آیا تو اس نے بیوی کا حال متغیر دیکھ کر دریافت کیا کہ آخر کیا بات ہے کہ جس سے تو منہ بنائے بیٹھی اور اس قدر غمزدہ معلوم ہوتی ہے؟ تو وہ کہنے لگی بس میاں یا تو تم مجھے طلاق دے دو یا اپنے بھائی کے معبود کی عبادت و پوجا اختیار کرو یہ سن کر اس کے نیک شوہر نے کہا کہ خدا کی بندی! تو خدا سے نہیں ڈرتی ایمان کی دولت سے بڑھ کر اور دنیا میں کون سی دولت ہو سکتی ہے اس کے جواب میں عورت بولی، بس مجھ سے اب باتیں زیادہ مت بناؤ۔

تمہاری یہ رُوکھی سوکھی باتیں مجھے پسند نہیں ہیں میں تنگی بوچی نہیں رہ سکتی جب کہ آس پاس پڑوسی کی عورتیں خصوصاً" تمہارے بھائی کی بیوی کو میں دیکھ رہی ہوں کہ وہ زیورات، سامان لذات اور بہترین کپڑوں سے آراستہ رہتی ہے، جب اس مردِ مومن نے دیکھا کہ عورت ضد پر اتر آئی ہے اور اس کا اصرار حد سے بڑھ چکا ہے تو اس نے عورت کو تسلی دی کہ اچھا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے اس کے بعد ایک دن

وہ آخری شب میں جو اجابت دعا کا وقت ہے' زارو قطار رو کر دعا کی اے میرے مالک تو ہمارے حال سے بخوبی واقف ہے تیرے سامنے کسی بات کے عرض کرنے کی حاجت نہیں مگر تیری باندی نے مجھے مجبور کردیا ہے اور ایمان سے بھی ہاتھ دھونا چاہتی ہے۔

تو اس کو تقویّتِ ایمان عنایت فرما اور تیرے پاس میں اپنے اور اس کے ایمان کی سلامتی کی درخواست کرتاہوں اور تو اپنے خزانۂ قدرت سے اس کی امید پوری کردے اور اس غلام کواس کی کشاکش اور پریشانی سے نجات دے' چناچہ اس کی دعاپر ایک طاق سے کوئی دَست باہر نکلا جس میں ایسا منوّر جُوہر تھا جس سے پورا گھر منوّر روشن ہوگیا' پھر وہ ہاتھ غائب ہوکر طاق بند ہوگیایہ دیکھ کر خاوند نے اپنی اہلیہ کو جگایا کہ جلدی اٹھ خدا نے تیرے دل کی مراد پوری کردی یہ سن کر وہ عورت جھنجھلا تی ہوئی بیدار ہوئی اور بولی کہ مجھ کو کیوں جگایا میں تو ایک لطیف خواب دیکھ رہی تھی کہ جنت ہر طرح سے سجی ہوئی ہے اور اس میں ایک نہایت عُمدہ مکان ہیرے جواہرات سے بناہوا اس قدر رُوشن اور مُزیّن ہے کہ جس کی روشنی کے سامنے آفتاب کی روشنی بھی شرماتی ہے اس زرق برق مکان کو دیکھ کر میں حیرت۔ سے کھوئی ہوئی تھی جب کچھ ہوش آنے پر میں نے پوچھا یہ عالی شان مکان کس خوش نصیب کو ملے گاتوجواب ملا تم دونوں میاں بیوی کے لئے ہے یہ سن کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی' پھر کیادیکھتی ہوں کہ ایک روشن مُوتی اس مکان سے گم ہو گیااور وہ مکان بدنما اور نازیبا معلوم ہونے لگا میں نے پوچھایہ کیا ہوا یہاں کاموتی کہاں غائب ہو گیا؟ تو غیب سے ندا آئی کہ وہ روشن موتی جس سے تیرا مکان روشن تھا تیری خوشحالی اور عیش کے لئے دنیا میں چلا گیاجس قدر تو دنیا میں راحت و عیش اور رُونق و آسودگی چاہے گی' اسی قدر یہاں کی راحتوں اور نعمتوں میں کمی آجائے گی یہ سن کر میں پریشان ہو گئی ہیں' اسی کشمکش میں تھی کہ کیا کروں کیا کہوں اچانک تم نے مجھے جگادیا۔ لہٰذا خدا کے دربار میں پھر درخواست کیجئے کہ یہ روشن موتی جہاں سے گم ہوا ہے پھر اپنے مقام میں چلا جائے کیونکہ دنیا کی حیات عارضی اور نعمت و راحت وقتی ہے اور دنیا بذاتِ خود فانی ہے اس میں رہنے والی ہرچیز کا ایک دن زوال ہے اور عقبٰی کی ہرچیز لافانی اور دائمی ہے نہ حیات کا ثبات ہے نہ نعمت کا زوال ہے اور نہ ہی سزا و جزا کا خاتمہ ہے' لہٰذا باقی مکان کو ناقص بنادینا انتہائی حماقت و جہالت ہے اس کے بعد پھر اس کے شوہرنے کمالِ گریہ و زاری اور منت وانکساری سے عرض کیاکہ خدا وند توبڑا رحیم و

حکیم ہے، جو تیری حمد و ثنا کرنے کا میرا حق ہے وہ الفاظ میری زبان ادا نہیں کر سکتی، تو نے اپنی باندی کو جنت کی لذتوں کا مزہ چکھا کر دنیاوی عارضی لذتوں سے چھڑا دیا اور اس طرح ایک مخالف کو موافق بنا دیا میں تیری اس عنایت کا کس زبان و دل سے شکر ادا کر سکتا ہوں تو اچانک اسی طاق سے پھر ایک دست ظاہر ہوا اور اس روشن گوہر کو لیجا کر اس کے مقام پر پہنچا دیا بعد ازاں وہ خدا ہی کی عبادت میں مصروف رہ کر انتقال فرما گیا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت اور قدرت سے بخش دیں۔ (کشف المحجوب)

حدیث: "حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے عائشہ! اگر تم میرے ساتھ جنت میں رہنا چاہتی ہو تو اپنے سے کم تر (یعنی غریبوں) کے پاس آنا جانا رکھو، امیروں کی مجلس میں قطعاً نہ جانا"
(بحوالہ بخاری)

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، **انظروا الی من ھو اسفل منکم ولا تنظروا الی من ھو فوقکم فانہ اجدی ان لا تز دروانعمۃ اللہ علیکم**، یعنی "(اے لوگو) تم لوگ اس کو دیکھو جو تم سے کم ہو (غریب اور تنگ دست ہو) اسے (ہرگز) مت دیکھو جو تم سے زیادہ ہو (مالدار اور زمیندار) یہ اس لئے کہ تم اپنی ذات پر اللہ کی نازل کردہ نعمتوں کو حقیر نہ سمجھو (جو تمہاری بربادی کا ذریعہ ہے)"

(مسلم ص ۴۰۷)

" حضرت عوف بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ پہلے میں مالداروں کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا، اس زمانے میں میری کیفیت یہ تھی کہ جب ان کے خوبصورت اور قیمتی لباس اور سامان آرائش و راحت کو دیکھتا تو دل حسرت و غم سے گٹ کر رہ جاتا، پھر میں نے غریبوں سے تعلقات بڑھائے اور ان کی مجلس میں آنا جانا شروع کیا تو یہ ساری کیفیت زائل ہو گئی اور عبادات الٰہی میں لذّت آنے لگی اور اب مجھے جو راحت ہے وہ میں بیان نہیں کر سکتا"

(احیاء جلد ۲ قسط ۴ ص ۵۶۸)

ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ربِ عظیم کے حضور میں عرض کیا، الٰہی میں تجھے کہاں تلاش کروں؟ جواب آیا شکستہ حال اور مفلوکُ الحال لوگوں کے پاس، (احیاء جلد ۲ قسط ۴)

حضرت فُضیل ابن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ کسی پیغمبر نے باری تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے خدا! مجھے یہ کیسے معلوم ہو کہ آپ مجھ سے راضی ہیں یا نہیں؟ فرمایا اس کی پہچان یہ ہے کہ دنیا میں یہ دیکھ لیا کرو کہ فقراء اور مساکین تم سے راضی ہیں یا نہیں؟ اگر وہ راضی ہوں تو سمجھ لو میں بھی راضی ہوں اور اگر وہ ناراض ہیں تو یاد رکھو! میں بھی ناراض ہوں' (احیاء جلد ۲ قسط ۴ ص ۵۰۴)

حدیث: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' **یاعائشہ** **"ایاکم و مجالس الموتیٰ' قیل وما الموتیٰ قال الا غنیاء"** یعنی "اے عائشہ مُردوں کی ہم نشینی سے گُریز کرو' عرض کیا گیا مُردوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ فرمایا مالدار اور آسودہ حال لوگ" (ترمذی)

اللہ کے محبوب اور انبیاؤں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود اللہ کے دربار میں اکثر یہ دعا کرتے تھے کہ **اللھم احینی مسکیناو امتنی مسکیناواحشرنی فی زمرۃ المساکین** یعنی "اے اللہ مجھے بحالت مسکینی موت دے اور قیامت کے روز مساکین کے زُمرہ میں اٹھا' (ابن ماجہ' حاکم ابوسعید الخدریؓ ترمذی)

" حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی عظیم الشان سلطنت اور بے نظیر بادشاہت کے باوجود جب مسجد میں تشریف لے جاتے اور کسی غریب آدمی کو دیکھتے تو اس شخص کے پاس جاکر بیٹھ جاتے اور یہ فرماتے کہ مسکین' مسکین کے پاس ہی بیٹھا ہے۔"
(احیاء جلد ۲ قسط ۴)

حضرت عبادۃ ابن صامتؓ فرماتے ہیں کہ دُوزخ کے سات دروازے ہیں ان میں سے تین مالداروں کے لئے ہیں' تین عورتوں کے لئے ہیں اور ایک صرف مساکین و غُرباء لوگوں کے لئے ہے۔ (احیاء جلد ۲ قسط ۴ ص ۵۰۴)

محترم! دنیا اور دنیا داروں کے متعلق کچھ باتیں احقر نے یہاں نقل کی ہیں تفصیلی بیان کا یہاں موقع نہیں' ناظرینِ کتاب کو لازمی طور پر یاد رہے کہ "موجودہ دنیا دکھ اور محنت کی دنیا ہے اور موت کے بعد آنے والی دنیا خوشیوں اور لذّتوں کی دنیا ہے' اس دنیا میں سب سے زیادہ عزّت دولت کی ہے اور آخرت میں سب سے زیادہ عزّت و قدر عبادت کی ہوگی' یہاں سب سے زیادہ قیمت علم اور ڈگری کی ہے' اور آنے والی دنیا میں سب سے زیادہ قیمت معرفت اور پرہیز گاری کی ہوگی' جو شخص پرہیزگاری اور معرفت خداوندی میں جتنا بُلند ہوگا اتنا ہی وہ آخرت میں بلند کیاجائے گا' یقیناً سب سے زیادہ صحت مند وہ ہے جس کی صحت خدا کی راہ میں برباد ہوگئی ہو' سب

سے زیادہ صاحبِ مال وہ ہے جو خدا کی خاطر بے مال ہو جائے اور خدائی اخلاق کو اپنا اخلاق بنائیں' جو پھول کی طرح شہرت اور عزت سے بے نیاز ہو کر دنیا میں کھلنا جانتے ہوں' اور جو زمین پر پڑے ہوئے سایہ کی طرح کبر و غرور اور حسد و عداوت سے خالی ہو کر اپنے آپ کو اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے آگے ڈال دینے والے ہوں۔"

بیان کے اختتام پر یہ بات ہر کلمہ گو کو یاد رہے کہ اللہ رب ہیں' یہ لفظ نہیں بلکہ ایک محنت ہے' اگر کوئی کہے کہ میں دوکان سے پلتا ہوں یا کسی کھیتی سے پلتا ہو یا مُلازمت یا سیاست یا حکومت سے پلتا ہوں تو یہ کہنا لفظ نہیں ہے بلکہ ایک محنت ہے اتنا کہنے کے بعد محنت شروع ہو جاتی ہے کہ زمین خریدتا ہے' ہَل چلاتا ہے' غلہ لا کر بیچتا ہے' جانور اور مکان خریدتا ہے' غرض اس لفظ کے پیچھے لمبی چوڑی محنت کی زندگی ہے' اسی طرح جب ہم نے کہا کہ ہمارے رب اللہ ہیں' تو بات ختم نہیں ہوئی' بلکہ یہاں سے شروع ہوئی کہ جب اللہ پالنے والے ہیں تو غیروں سے پلنے کا یقین نکالو' اور ہر عُضو کی محنت سے یہ بتا دو کہ میں اللہ سے پلتا ہوں غیروں سے نہیں' اللہ سب کو عمل کی توفیق دے

اقبال نے کیا خوب کہا ہے

یقین محکم' عمل پیہم' محبت' فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

بیوی کے حقوق خاوند کے ذمّہ کیا ہیں؟

قارئین حضرات! اب ملاحظہ فرمائیں بیوی کے حقوق شوہر پر کیا کیا ہیں؟ شوہر کے فرائض میں بہت سی چیزیں شامل ہیں ان میں سے ہر ایک میں اعتدال اور حُسنِ ادب کی رعایت نہایت ناگزیر ہے' ذیل میں اس کی تفصیل پر غور فرمائیں **قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔** (سورۃ نساء پ۴ آیت ۱۹)' (یعنی بالخصوص ان عورتوں کے ساتھ جو تمہارے ماتحت ہیں) "حُسن سُلوک اور خوبی کے ساتھ پیش آؤ" ایک اور جگہ قرآن میں ارشاد فرمایا۔ **وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ** (پ۵ آیت ۳۶ر سورۃ نساء) یعنی "اور ہم مجلس (بیوی) کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کرو"

حدیث: حضرتِ جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرضِ

الوفات میں تین وصیتیں فرمائیں یہ وصیتیں بیان کرتے کرتے آپ کی آواز دھیمی (سست) پڑگئی فرمایا۔

۱۔ نماز، نماز، یعنی تمام مسلمانوں کے لئے کامیابی نماز ہی میں ہے،

۲۔ اور جن کے تم مالک ہو انہیں ان کی طاقت سے زیادہ کسی چیز کا مکلف نہ کرو

۳۔ عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو اس لئے کہ عورتیں تمہارے ہاتھوں میں اسیر ہیں، تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کے عہد سے حاصل کیا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ تعالیٰ کے کلمے سے حلال کیا ہے۔ (مسلم واحیاء ص ۱۰۵ جلد ۲ قسط ۱)

مرد کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ عورتوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے ان کی کم عقلی کے پیش نظر عفو و درگزر سے کام لے اور جو تکلیف وہ اپنی کم عقلی کی وجہ سے پہنچائیں اس پر صبر کرے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **لا یفرک مؤمن مؤمنۃ ان کرہ منھا خلقا رضی منھا اخراً** (مشکوۃ جلد ۱) یعنی "کسی مؤمن (شوہر) کو کسی مؤمن عورت (زوجہ) سے کینہ بغض اور کراہت نہ رکھنا چاہیے، کیونکہ کہ اگر اس کی ایک عادت نا پسند ہو، تو ہو سکتا ہے کہ وہ دوسری عادت و خصلت سے اس کو خوش بھی کردے"

وضاحت:۔ اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً عورت خوبصورت نہ ہو یا اس میں کوئی اور ایسا نقص و خرابی موجود ہو، جس کی بنا پر وہ شوہر کو پسند نہ آئے یا نکاحی زندگی کی شروعات میں عورتوں کی کچھ باتیں شوہر کو ناگوار محسوس ہوں، جس سے شوہر کا دل اس عورت سے بدل جاتا ہے، تو یہ مناسب نہیں ہے اور نہ ہی یہ عقلمندی کی بات ہے کہ شوہر دل برداشتہ ہو کر فوراً اسے چھوڑ دینے پر آمادہ ہو جائے، حتی الامکان مرد کو صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے، اگر عورت کو تمام برحق سہولتیں دے دے اور حسن ظن اور خوش خلقی سے پیش آئے تو اس پر خود ہی ثابت ہو جاتا ہے کہ اس کی بیوی برائی سے بڑھ کر کتنی خوبیاں رکھتی ہے؟ اس لئے کہ زمان و احوال بدلتے رہتے ہیں۔

حدیث:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ اپنے ہمسایہ

کو کبھی تکلیف نہ پہنچائے اور عورتوں کے حق میں بھلائی و نیکی اور نرمی کرے کیونکہ عورت بائیں پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھا حصہ اوپر کی جانب کا ہوتا ہے' اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو ٹوٹ جائے گی لیکن سیدھی نہ ہوگی پس عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی نصیحت میں تم کو کرتا ہوں"
(بخاری شریف جلد ۲ ص ۳۳۴ حدیث ۱۷۹۷' مشکوۃ جلد ۱ ص ۲۸۳)

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "دنیا کی چیزوں میں مجھ کو سب سے زیادہ محبوب' عورت اور خوشبو ہے' اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے"

(نسائی)

حدیث: حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری امت کے مردوں میں سب سے افضل مرد وہ ہے جو اپنی عورت کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور اسے دینی نصیحتیں کرتا ہے اور اللہ کا خوف دلاتا ہے اور عورت کے دُکھ و اذیت پہنچانے پر صبر کرتا ہے' جو شخص عورت کے دُکھ پہنچانے پر صبر کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو غازی کا مرتبہ ملے گا۔"
(غنیتہ الطالبین۔ ص ۱۳۴)

مسئلہ: "اگر اہل و عیال سے کوئی خلافِ شرع بھی ہو جائے تو ان سے بیزار ہو جانا اور ان سے بغض رکھنا یا ان کے لئے بددعا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ ان صورتوں میں اُسے سمجھائے" (بحوالہ تفسیر معارف القرآن جلد ۸ ص ۴۷۰)

حدیث:۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کہ (میرے امتیوں میں سے) جس شخص نے اپنی بیوی کی بدمزاجی پر صبر کیا تو اللہ تعالیٰ اسے اتنا اجر دے گا جتنا حضرت ایوب علیہ السّلام کو ان کے صبر کرنے پر دیا ہے' اور جس عورت نے اپنے شوہر کی بداخلاقی و غصّہ پر صبر کیا تو اسے اتنا ثواب ملے گا جتنا ثواب فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کو عطا ہوا ہے' اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خود ہی عورتوں کے غصّہ و بدمزاجی پر صبر کرتا ہوں تم بھی مجھ جیسے بن جاؤ"

(بحوالہ احیاء العلوم۔ جلد ۲ قسط ۱ ص ۱۰۷ باب النکاح)

وضاحت:۔ اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ بسا اوقات ابتدائی زندگی میں عورت کی بعض باتیں شوہر کو ناگوار محسوس ہوتی ہیں اور وہ اس سے بَددل ہو جاتا ہے لیکن مرد اگر صبرو تحمّل سے کام لے اور عورت کے تمام امکانات کو عمل پر لانے کاموقع دے اور تمام تر سہولتیں مہیا کردے تو ایسا کرنے سے مرد کو خود ہی اپنی بیوی کی خوبیاں نظر آنے لگیں گی' یہاں پر یہ باریک بات بھی یاد رہے کہ بیوی کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنے کے صرف یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے بلکہ یہ معنیٰ بھی ہیں کہ اگر وہ تکلیف پہنچائے تو اس پر صبر کیاجائے' اور سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے عفو و درگزر سے کام لیا جائے' بعض ازواجِ مطہّرات آپؐ کو جواب دے دیا کرتی تھیں اور بعض ایک دن رات کے لئے آپؐ سے بولنا چھوڑ دیتی تھیں لیکن ازواجِ مطہّرات کے اس طرزِ عمل پر آپؐ خفگی کا اظہارنہ فرماتے اور نہ ان پر کسی قسم کی سختی کرتے۔ (بخاری و مسلم)

حدیث: ایک روایت میں ہے کہ جب آپؐ کی خدمتِ اقدس میں قبیلۂ طئی کے قیدی لائے گئے تو ان میں سے ایک لڑکی بھی تھی' اس لڑکی نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ یا محمدؐ! اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے رہا فرما دیں اور قبائل عرب کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیں' اس لئے کہ میں اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہوں' میرا باپ قوم کی حفاظت کرتا تھا' قیدیوں کو رہا کردیتا تھا بھوکوں کو کھانا کھلاتا تھا اور اسلام کے رِواج کو عام کرتا تھا' اس کے دَر سے کبھی کوئی ضرورتمند واپس نہیں گیا' یا محمدؐ! میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' **یا جاریہ ھٰذہٖ صِفَۃُ المُؤمِنِین حقّاً لو کَانَ اَبُوکَ مَسلماً لترحمنا عَلَیہ خلوا عنھا فانّ اَباھا کَانَ یحب مکارم الاخلاق' وَاِنَّ اللّٰہ یُحب مَکارمَ الاخلاقِ** یعنی "اے لڑکی' واقعی یہ سچے مؤمنوں کے اوصاف ہیں اگر تیرا باپ مسلمان تھا تو ہم اس پر رحم کرتے ہیں یعنی تجھے آزاد کردیتے ہیں' اس کے بعد لوگوں سے فرمایا اس لڑکی کو آزاد کردو' اس لئے کہ اس کا باپ مکارمِ اخلاق کو محبوب رکھتا تھا اور اللہ کو بھی مکارمِ اخلاق محبوب ہیں' اس پر ابوہریرہؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا' یا رسول اللہ! کیامکارمِ اخلاق کو اللہ تعالیٰ واقعی پسند فرماتے ہیں؟ فرمایا **والذی نفسی بیدہ لا یدخل الجنۃ الا حسن الاخلاق** یعنی اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جنت میں ضرور اچھے اخلاق والے

داخل ہوں گے

(ترمذی)

حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمدہ بات ایسی نہیں چھوڑی جس کی طرف سے ہمیں نہ بلایا ہو اور کوئی بُرائی ایسی نہیں چھوڑی جس سے ہمیں نہ ڈرایا ہو (بحوالہ احیاء جلد ۲ قسط ۶ ص ۸۶۳)

حدیث: ایک روایت میں آیا ہے کہ آپؐ اپنے جوتے خود ہی سی لیتے، کپڑوں میں پیوند لگالیتے اور اپنے گھر کے تمام کام کرلیتے اور ازواجِ مطہرات کے ساتھ مل کر گوشت بنالیتے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے گھروالوں نے ہمارے پاس رات کے وقت بکری کے گوشت کا ایک پارچہ بھیجا، میں نے وہ پارچہ پکڑا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بوٹیاں بنائیں اور آپ کو خوشبو بے حد پسند تھی، بدبو سے آپ کو سخت کراہیت ہوتی تھی، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صوف کا جُبّہ سیا، آپ نے اسے زیب تن کیا پسینہ کی وجہ سے صوف کی بُو محسوس کی تو اسے اتار دیا آپ کو خوشبو بے حد پسند تھی۔

(بحوالہ مسند احمد و نسائی واحیاء جلد ۲، قسط ۶۔ ص ۸۶۷)

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاد رکھو! مردوں کی خوشبو تو وہ ہے کہ اس کی بُو ظاہر ہے مگر رنگ ظاہر نہیں ہوتا اور عورت کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ تو ظاہر ہے مگر بُوکم ہوتی ہے۔

(بحوالہ ابوداوٗد جلد ۲، ص ۴۱۹ ص ۱۳۸)

حدیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سونے کی جگہ میں بُرائی نہیں نکالی، اگر آپؐ کے لئے بستر لگا دیا جاتا تو آپؐ اس پر لیٹ جاتے ورنہ زمین پر آرام فرماتے اور آپؐ چٹائی پر کچھ بچھائے بغیر بھی لیٹ جاتے اور آرام فرماتے اور آپؐ کے پاس چمڑے کا ایک بستر تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، اس گدّے کی لمبائی دو ہاتھ اور چوڑائی ایک ہاتھ اور ایک بالشت تھی اور حضرت اُمّ سلمہؓ کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر اتنا بڑا تھا جتنی بڑی جگہ میں انسان قبر کے اندر رکھا جاتا ہے

(بحوالہ احیاء جلد۲ قسط۶ ص ۸۹۴)

حدیث: ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اکمل المؤمنینَ ایماناً احسنُھم خلقاًو الطفھم باھلہ** یعنی "مؤمنین میں کامل تر ایمان والا وہ شخص ہے جو بہترین اخلاق کا حامل ہو اور اپنی بیوی کے ساتھ زیادہ نرمی کا معاملہ کرنے والا ہو لیکن دین کے معاملہ میں سخت ہو۔ (ترمذی و نسائی)

حضرت عمر فاروقؓ اپنے مزاج کی سختی کے باوجود ارشاد فرماتے ہیں کہ مرد کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر میں بچوں کی طرح رہے اور جب بھی مردانہ ضرورت پیش آئے تو مرد بن جائے

(بحوالہ احیاء جلد۲' قسط۱' ص ۱۱۰)

حدیث: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت کے مردوں میں سب سے زیادہ بہتر مرد وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اسی طرح مہربانی سے پیش آتا ہے جس طرح ماں اپنے بچے کے ساتھ' ایسے مرد کے لئے ہردن رات میں صبر اور شکر کے ساتھ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے سو ۱۰۰ آدمیوں کا ثواب لکھا جاتا ہے

(بحوالہ **غنیتہ الطالبین** ص ۱۳۴)

حضرت یونس علیہ السلام کے حالات میں بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ لوگ ان کی خدمت میں بطور مہمان حاضر ہوئے انہوں نے آنے والوں کی ضیافت کی' لیکن وہ مہمان لوگ یہ دیکھ کر بڑی حیرت میں رہے کہ حضرت یونسؑ کی اہلیہ نہایت ہی بَد زبان اور زبان دَراز ہے اور اپنے شوہر کو بڑی تکلیف پہنچاتی ہے اور ساتھ ہی یہ ہمیں بھی نہیں بخشتی لیکن اللہ کے یہ نیک پیغمبر حرفِ شکایت زبان پر لانے کے بجائے صبر کرتے ہیں اور خاموشی سے اپنی بیوی کی تمام بے ہُودہ باتیں سنتے ہیں' مہمانوں نے صورتِ حال کی وضاحت چاہی' حضرت یونس علیہ السلام نے جواب دیا اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟ کوئی تعجب کی بات نہیں' میں نے ایک دفعہ اللہ عزّوجل سے درخواست کی تھی کہ جو سزا آپ مجھے آخرت میں دینا چاہتے ہیں وہ دنیا ہی میں دے دیں اس پر مجھے اس لڑکی سے نکاح کرنے کا حکم ملا ہے' میں نے حکم کی تعمیل کی ہے اس وقت سے میں اپنی بیوی کی عادتوں پر صبر کر رہا ہوں۔

حکایت: ایک عورت نہایت ہی بدمزاج "کج خُلق' مُنہ پھٹ' بدزبان" تھی حضرت

مرزا جانِ جان صاحبؒ کو الہام ہوا کہ اگر اس بدمزاج اور زبان دراز عورت سے نکاح کرو اور اس کی بدزبانی اور ایذا دہی پر صبر کرو گے تو تم کو نواز لیا جائے گا اور تمہارا مرتبہ بلند کیا جائے گا' حضرت نے فوراً پیام بھیج دیا اور اس سے نکاح کرلیا' وہ عورت اس درجہ تُند خُو بد خصلت' سخت دل اور زبان دراز تھی کہ شاید کوئی اور مشکل سے ہاتھ آئے' حضرت مرزا صاحبؒ خوشی خوشی دولت خانہ پر تشریف لے جاتے اور وہ سڑی سڑی سُنانی شروع کرتی حضرت چپکے بیٹھے سنتے رہتے' زبان سے اُف تک نہ نکالتے اندر ہی اندر گُھلتے' آخر واپس تشریف لے آتے تھے' آپ کا معمول تھا کہ روزانہ صبح ہوتے ہی خادم کو حکم فرماتے کہ جاؤ دروازہ پر حاضر ہوکر میرا سلام عرض کرو اور پوچھو کہ کوئی کارِخدمت ہو توانجام دیا جائے۔ بموجبِ ارشاد خادم آستانہ پر حاضر ہوتا اور شیخ کا سلام پہنچاکر مزاج پُرسی کرتا' وہ نیک بخت بجائے سلام کے جواب کے گالیاں سناتی اور وہ وہ مغلظات یعنی (گندی باتیں) بکتی تھی کہ سننے والے شرما جاتے تھے' اور اظہار کرنے کی تہذیب اجازت نہیں دیتی۔

مگر مرزا صاحبؒ کی خادم کو تاکید تھی کہ اہلیہ کی شان میں گستاخی نہ ہونے پائے کسی بات کاجواب مت دینا جو کچھ فرمائیں سُن لینا' ایک روز کوئی ولایتی خادم اس خدمت پر مامور ہوا' ہرچند اس کو تاکید تھی کہ جواب نہ دیا جائے مگر بے چارہ ضبط نہ کرسکا' جب دروازہ پر پہنچ کر حضرت کا سلام پہنچایا' مزاج پُرسی کی تو عورت نے بکنا شروع کیا کہ پیر بنا بیٹھا ہے اور مریدیں بناتا پھرتا ہے اُسے یُوں کروں اور وہ کروں۔ ہر چند کہ ولایتی نے ضبط کی کوشش کی مگر آخر کہاں تک' پیر کو گالیاں نہ سن سکا اور غصہ میں آکر کہا' بس چپ رہ ورنہ گردن اُڑا دوں گا' اس جواب پر وہ نیک بخت اور آگ بگولہ ہوگئی اب لگی' تو تو میں میں' شُوروغل کی آواز جو مرزا صاحبؒ کے کان میں پہنچی' تو گھبرا اُٹھے اور جلدی سے ولایتی کو واپس بلا بھیجا' اس کو ہٹایا اور فرمایا تم ناواقف ہو' یہ کہہ کر دوسرے خادم کو بھیجا وہ گالیاں سن کر واپس آگیا' حضرت مرزا صاحبؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں اس عورت کا بہت مشکور ہوں اور بے حد احسان مند ہوں کہ اس کے باعث مجھے بہت نفع پہنچاہے (بحوالہ ارواحِ ثلثہ ص ۲۸)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اہلیہ کی عادتوں و خصلتوں اور اس کی تلخ کلامی' تُرش رُوئی بد سلیقگی اور فضول خرچی پر صبر کرنے میں نفس کی جفاکشی بھی ہے' اور اس کی اصلاح بھی' اور عجب نہیں کہ مرد یہ طرزِ عمل اختیار کر کے خدا کا پیارا بن جائے اور اس کے محبوب بندوں میں داخل ہو جائے۔

حضرت ابو سلیمان دارائیؒ نے فرمایا عورتوں کی تلخی و تُرش روئی اور دیگر حرکتوں پر صبر کرنا گویا دوزخ کی آگ سے اپنے کو بچانا ہے (بحوالہ احیاء جلد۲' قسط ا' ص ۵۸)

شوہر کے فرائض میں سے یہ بھی ایک اہم فرض ہے کہ اپنی عورت کے ساتھ بدمزاجی و تُرش روئی سے پیش نہ آئے۔

حدیث: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب رات ہوتی ہے تو شیطان ملعون اپنی ذُرّیات کو بلا کر پوچھتا ہے کہ کہو تم نے آج کیا کام کیا' اس کے جواب میں کوئی کہتا ہے کہ میں نے اتنے آدمیوں کی نماز فوت کرائی' کوئی کہتا ہے کہ میں نے اتنے آدمیوں کے روزے تڑوائے' کوئی کہتا ہے کہ میں نے اتنے آدمیوں کو حرام کھلایا اور اتنے آدمیوں کو ناجائز دھندے میں لگوایا اور کوئی کہتا ہے کہ میں نے آج میاں بیوی میں تفرقہ ڈلوایا' شیطان جب میاں بیوی کے تفرقہ کی بات سنتا ہے تو شیطان مردود نہایت خُوش ہوتا ہے اور ناچنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ تمہارا کام بہت کامیاب رہا۔ (متفق علیہ)

حدیث: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں اور بچوں پر بہت زیادہ شفیق اور مہربان تھے (مسلم)

شوہر کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ اپنی عورت کو تیسرے' چوتھے دن حد سے حد ساتویں دن آٹا گوندھنے' کپڑے دھونے کا سامان دیا کرے' اس میں اس کو بے حد ثواب ملے گا۔

حدیث: ایک دفعہ ایک خاتون جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا شوہر مجھ سے بہت بُخل کرتا ہے حد یہاں تک کہ آٹا گوندھنے تک کو برتن نہیں دیتا اور میں کوئی کسب اور کوئی ہنر نہیں جانتی جس سے اپنا خرچہ اٹھالوں (مجھے بڑی پریشانی ہو رہی ہے) یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا تجھ پر بہشت حلال ہوگی اور تیرے شوہر پر دوزخ واجب ہوئی

(متفق علیہ)

شوہر کو اگر عطر وغیرہ سے رغبت ہو تو مسنون ہے کہ اپنی عورت کو بھی دے' اپنی عورت کو عطر لگا دینا بہت ثواب ہے۔

حدیث: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شوہر اپنی عورت کے بدن میں عطر ملتا ہے تو جب تک اس کے بدن میں خوشبو رہتی ہے، سو (۱۰۰) فرشتے شوہر کے حق میں عبادت لکھتے رہتے ہیں اور اگر عورت اپنی کمائی سے اپنے آپ کو عطر لگائے تو صرف اسی کو ثواب ملتا ہے

(بحوالہ مسند احمد)

مسئلہ: حضرت قاضی ابو یوسفؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ سال بھر میں عورت کے لئے کتنی دفعہ کپڑا بنا کر دینا لازم ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ غریب کے لئے تین دفعہ اور امیر پر چار مرتبہ اور صحیح یہ ہے کہ جب بوسیدہ ہو جائے اور بنائے اور کپڑے درمیانی درجہ کا دینا چاہیے، نہ بہت ہی زیادہ عمدہ اور نہ بہت باریک اور نہ بہت موٹا (فتویٰ عالمگیر)

مسئلہ: حضرت امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ عورت کا جو نفقہ مرد کے ذمہ ہے وہ صرف تین چیزیں ہیں ۱۔ طعام ۲۔ قیام گاہ ۳۔ لباس اس سے زیادہ جو کچھ شوہر اپنی اہلیہ کو دیتا ہے، یا اس پر خرچ کرتا ہے وہ سب تبرع اور احسان ہے، واجب نہیں۔
(بحوالہ تفسیر سورہ طٰہٰ پ۱۶ رکوع ۷ آیت ۱۷۱ کے تحت)

اگر کئی بیویاں ہوں تو سب کے درمیان عدل ہونا واجب ہے، عدل کا تعلق نان نفقے سے اور رات کے قیام سے ہے، محبت اور صحبت میں عدل واجب نہیں ہے۔

حسنِ معاشرت کے لئے شوہر کو چاہیے کہ اپنی عورت سے پیار و اخلاص اور دل لگی کی باتیں کیا کرے، اس سے عورتوں کا دل خوش ہو جاتا ہے۔

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات سے ہنسی مذاق بھی فرمایا کرتے تھے اور اپنے اعمال و افعال اور اخلاق میں ان کے معیارِ عقل کی رعایت رکھتے تھے، روایات میں ہے کہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑ بھی لگائی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ جب نحیف تھیں دوڑ میں آگے نکل گئیں، پھر کسی روز مقابلہ ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے اور ارشاد فرمایا **ھٰذا بتلک** یعنی یہ اس روز کا بدلہ ہے (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ)

حدیث:۔ تمام ازواجِ مطہرات میں حضرت عائشہؓ سے آپؐ کو زیادہ محبت تھی اور یہ

بات آپ کی تمام ازواجِ مطہرات جانتی تھیں' حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہا حضرت عائشہؓ کو یہ پیار کے الفاظ سنایا کرتے تھے' **یا حمیرا یا روحی یا ریحانی یا محبوبی یا نسیے** یعنی اے حسینہ' اے میری جان' اے میری دل پسند خوشبو' اے میری محبوبہ' اے میری غمخوار اور اسی طرح کے الفاظ فرمایا کرتے تھے' حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی عورت کو ایسے کلمات کہتا ہے' جس سے وہ خوش رہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے غم سے اس کو نجات دیتا ہے اور ہر کلمہ پر سات سو ۷۰۰ برس کی عبادت کا ثواب اس کے اعمال نامہ میں لکھتا ہے (بحوالہ احیاء)

واضح ہو کہ مزاح وحسنِ اخلاق اور عورتوں کی خواہشات کے اتباع میں اس حد تک آگے نہ بڑھ جائے کہ اہلیہ کے اخلاق متأثر ہوں اور اس کی عظمت دل سے نکل جائے یہ حسنِ معاشرت کے لئے بہت زیادہ مُضر ہے' بلکہ ان امور میں بھی اعتدال ضروری ہے اس طرح کہ جب بھی کوئی غیر شرعی حرکت دیکھے تو ناراض ہوجائے' ورنہ مُنکرات پر اعانت کا دروازہ کھل جائے گا۔ شوہر کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ مرد کو چاہیے کہ کہ عورت کے مقابل ماں باپ کی زیادہ عزّت کرے اور ان کی عظمت و وُقعت دل میں رکھے بالکل اہلیہ کا غلام نہ بن جائے' جس کا شکار آج کل کے اکثر مسلمان ہیں آخرت کی کامیابی و عذاب الٰہی سے نجات کے لئے اس غلط حرکت سے اجتناب کرنا واجب ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **تعس عبدالدینا رو عبدالزّوجہ** یعنی دولت کے اور عورت کے غلام کے لئے سب سے زیادہ ہلاکت ہے (بخاری واحیاء جلد۲' قسط۱' ص ۱۱۱)

روایت: حضرت حسن بصریؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی بیوی کا اس قدر مُطیع ہو کہ اس کے چشم و ابرو کے اشاروں کا منتظر رہے تو اللہ اسے دوزخ میں اوندھا گرادیں گے (احیاء جلد۲' قسط۱' ص ۱۱۱) یہ وعید بالخصوص ان لوگوں کے لئے ہے جو لوگ عورتوں سے دل لگی میں اپنا تمام وقت ضائع کردیتے ہیں صبح سے شام اور شام سے صبح ہوجاتی ہے لیکن انہیں آخرت کی تیاری کے لئے فرصت ہی نہیں ملتی تمام وقت عورتوں کی غلامی میں کٹ جاتے ہیں جیسا کہ آج کل کے کچھ گندم نما جو فروش مسلمانوں کا حال ہے' ایسے ہی لوگوں کے متعلق حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ فرمایا کرتے

تھے کہ جو لوگ بیویوں کے گھٹنے سے لگ کر بیٹھے رہنے والے ہیں ان سے کسی خیر کی توقع مت رکھو (بحوالہ احیاء جلد۲' قسط۱' ص ۸۴)

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ مرد کا حق یہ تھا کہ اس کی اتباع کی جائے نہ یہ کہ وہ عورت کا تابع بنے جو عورت کا تابع بنے وہ مرد نہیں بلکہ مریض ہے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم مقرر کیا ہے نہ کہ غلام۔ (بحوالہ احیاء العلوم۔ جلد۲' قسط۱' ص۱۱۱)

حدیث:۔ حضرت ابواُمامہؓ روایت کرتے ہیں ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ اولاد پر ماں باپ کا کیا حق ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دونوں ہی تیری جنت یا دوزخ ہیں یعنی ان کی اطاعت و خدمت تجھے جنت میں لے جائے گی اور ان کے ساتھ بے ادبی و بداخلاقی اور ان کی ناراضگی تجھے جہنم میں لے جائے گی۔ (بحوالہ ابنِ ماجہ شریف و تفسیر معارف القرآن جلد۵ سورۃ بنی اسرائیل)

حدیث:۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایذا رسانی اور بے رحمی میں اگر لفظ اُف کہنے سے کوئی ادنیٰ درجہ ہوتا تو یقیناً اللہ جل شانہ اس کو بھی والدین کے حق میں اولاد پر حرام فرمادیتے' حاصل یہ ہے کہ جس قول و فعل سے ماں باپ کو اذیت پہنچے' چاہے وہ کتنا ہی ادنیٰ درجہ اور چھوٹا فعل ہو وہ بھی شریعت میں جائز نہیں' کیونکہ دنیا میں والدین ہی اولاد کے لئے سب سے بڑی مسرّت ہیں اور راحت کا مخزن اور رحمت و شفقت کا چشمہ ہیں' (بحوالہ تفسیرِ معارف القرآن جلد۵' ص ۴۵۵)

یہاں پر میں نے یہ چند حدیثیں اور جو روایتیں اولاد کے فرائض سے متعلق بطور نمونہ بیان کی ہیں' نصیحت کے لئے یہ کچھ کم نہیں۔ تفصیلی بیان کا یہاں موقع نہیں کیونکہ میرا موضوع یہاں فرائض شوہر کا بیان ہے نہ کہ فرائض اولاد کا البتہ فرائض والدین و فرائض اولاد کے اوپر میری ایک مستقل کتاب ہے اس میں عزیزانِ اسلام کو کافی وضاحت کے ساتھ قرآن و حدیث کی روشنی میں اور سلفِ صالحین کی معتبر معقول اور مؤثر ہدایتیں پڑھنے کو ملیں گی' فی الحال وہ زیرِ اصلاح ہے ناظرینِ کتاب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ پاک جلد از جلد اس کو کامیاب بناکر آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کا موقع دے۔ آمین

فرائضِ شوہر میں یہ بات بھی داخل ہے کہ خاوند کو چاہیے کہ اپنی عورت کو گالی نہ دے اور نہ خرافات و لغویات باتیں بکے یہ ایک ذلیل اور جاہل انسان کا کام ہے نہ کہ معزز و مہذب انسان کا۔

حدیث: ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی عورت کو گالی دیتا ہے آسمان کے تمام فرشتے اس کو لعنت کرتے ہیں۔
(متفق علیہ و غنیتہ الطالبین۔ ۱۳۲)

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص فحش بکتا ہے یعنی قابلِ شرم باتیں مُنہ سے نکالتا ہے اور اس بُرے فعل پر نادم بھی نہیں ہوتا تو اس شخص پر خدا کی بہشت حرام ہے' دوزخ میں کچھ دوزخی ایسے بھی ہوں گے جن کے منہ سے نجاست بَہے گی اور اس کی بدبو کی وجہ سے دوسرے دوزخی لوگ نجات کے لئے فریاد کریں گے اور پوچھیں گے یا مالک! یہ کون لوگ ہیں جن سے ہم سخت پریشان ہیں؟ تو ارشادِ باری ہوگا یہ وہی لوگ ہیں جو دنیا میں خرافات اور فحش باتوں کو دوست رکھتے تھے اور سڑی سڑی باتیں بکتے تھے

(اکسیر ہدایت ۳۰۸)
حضرت ابراہیم ابن مسرہؒ کہتے ہیں کہ جو شخص گالی گلوج بکتا ہے اور فحش باتوں سے لوگوں کو پریشان کرتا ہے وہ قیامت کے روز خدا کی عدالت میں کُتے کی صورت میں ہوگا۔

(اکسیر ہدایت ۳۰۸)

حدیث: حضرت بَرا ابنِ عازبؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی آکر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جو مجھے جنت میں لے جائے اور عذاب دوزخ سے بچائے' ارشاد فرمایا تونے اگرچہ چھوٹا جملہ بولا مگر درخواست (بہت) لمبی چوڑی کی' اب سن لے نیک کام خود کر اور دوسروں کو حکم دے اور بُری بات سے اجتناب کر' اگر اس کی طاقت تیرے اندر نہ ہو تو زبان کو خیر کے علاوہ نہ کھول یہی تیرے لئے کافی ہیں'
(بیہقی شعبُ الایمان۔ بحوالہ تفسیر مظہری جلد ۱۴ ص ۴۴۶ پ ۳۰)
محترم ناظرین! موجودہ دنیا میں اگر آدمی کو یہ احساس ہو کہ آخری جواب کسی

انسان کو نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کو دینا ہے تو یقیناً وہ بولنے کے بجائے چُپ رہنا زیادہ پسند کرے' لیکن آج لوگوں کے لئے سب سے آسان کام بولنا ہے اور سب سے مشکل کام چُپ رہنا ہے' یہ صرف آنے والے کل سے بے خبری کی وجہ سے ہے' یہاں میں نے فضول گوئی کے اوپر مختصر روشنی ڈالی ہے' عمل کے لئے یہی بہت کچھ ہے تفصیل کا موقع یہاں نہیں ہے' فضول گوئی پر میری ایک مستقل کتاب ہے جہاں آپ کو تفصیل کے ساتھ مطالعہ کرنے کو مواد ملے گا۔

شوہر کے فرائض میں سے یہ بات بھی شامل ہے کہ شوہر کو چاہیے کہ جو کچھ عورت پر خرچ کرے اس کو بخش دے اور زبان نہ ہلائے تاکہ وہ شرمندہ نہ ہو۔

حدیث: حضرت ابوبکر صدیقؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں (۱) احسان جتلانے والا' (۲) بخیل اور (۳) دھوکہ باز داخل نہ ہوگا (بحوالہ مشکوۃ جلد۱ ص ۱۸۱۲) واضح ہو کہ اخراجات کے سلسلے میں شریعت کا یہ حکم ہے کہ نہ تنگی کی جائے' اور نہ فضول خرچی سے کام لیا جائے' بلکہ میانہ روی اختیار کی جائے' چناچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **(كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا۔** (سورۃ اعراف پ۸ آیت۳۰) یعنی اے ایمان والو! کھاؤ پیو مگر حد سے مت نکلو کیونکہ اللہ پاک حد سے آگے بڑھنے والوں کو یعنی فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے' ایک اور جگہ ارشاد فرمایا **اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ○** (سورۃ بنی اسرائیل پ ۱۵) یعنی بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

اخراجات کے سلسلے میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ بیویوں پر خرچ کرنے والا مال بھی راہِ خدا میں خرچ کئے جانے والے مال کی طرح اجر و ثواب کا باعث ہوتا ہے۔

حدیث: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ **مَا اَنفَقَ الرَّجلُ علٰى اَهلهٖ فهو صدقةٌ وانَّ الرجلَ فى نفقة امراته يدرك درجة الغازى**' یعنی جو شخص اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے گا پس وہ صدقہ ہے اللہ کے ہاں سے اس کا ثواب ضرور ملے گا اور یقیناً ایسا شخص ایک غازی کا ثواب پائے گا۔ (بحوالہ بیہقی وغیرہ)

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک دینار جو تم راہِ خدا میں خرچ کرتے ہو' اور وہ ایک دینار جسے تم

کوئی غلام آزاد کرنے میں خرچ کرتے ہو اور وہ ایک دینار جسے تم کسی مسکین پر صدقہ کرتے ہو اور وہ ایک دینار جسے تم اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے ہو ان میں زیادہ اجر اس دینار پر ہوگا جسے تم اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے ہو۔

(بحوالہ مسلم و احیاء جلد ۲ قسط ا ص ۱۱۹)

مرد کو چاہیے کہ نفقہ کی فراخی رکھے عورت کو بُھوکا نہ مارے اور نہ تنگ رکھے'

حدیث: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی عورت کو نفقہ میں فراخی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے روز غنی کردے گا اور بہشت میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی رِفاقت عنایت فرمادے گا۔ (متفق علیہ)

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بیوی بچوں کا فکر کرنا اور ان کے راحت و آرام کے لئے جدّوجہد کرنا راہِ خدا میں جہاد کرنے کے برابر ہے' حلال رزق کے لئے جدّو جہد کرنا اور دین کی طرف راہنمائی کی کوشش کرنا ہر شوہر پر فرض ہے' (بحوالہ احیاء جلد ۲ ص ۷۷)

حدیث: حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **مسہا انفقت فہولک صدقۃ حتیٰ اللقمۃ التی ترفعہا الی فی امراتک**' یعنی "جو کچھ تم اپنے گھر والوں پر خَرچ کرتے ہو وہ تمہارے حق میں صدقہ ہے' یہاں تک کہ وہ لُقمہ بھی صدقہ ہے جو تم اپنی بیوی کے منہ میں دیتے ہو"

(متفق علیہ۔ بخاری مسلم)

حدیث: ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک دن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے' اچانک ان کی نظر ایک کَحیم سَحیم اور ہٹے کٹے جوان پر پڑی جو طلبِ معاش کے لئے محنت کرنے میں مصروف تھا' بعض صحابہ نے کہا افسوس صد افسوس! یہ جوان اس کام میں مشغول ہے' کاش! اس کی جوانی اور طاقت راہِ خدا میں کام آتی' یہ سن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا مت کہو اگر یہ شخص دست طلب دراز کرنے کی ذلت سے بچنے کے لئے اور لوگوں سے بے نیاز ہونے کے لئے محنت کررہا ہے تو یہ شخص راہِ خدا میں ہے اور اگر یہ شخص اپنے ضعیف و ناتواں والدین اور بے کَس و مجبور بچوں کے لئے محنت میں مصروف ہے تو یہ

شخص راہ جہاد میں ہے' ہاں اگر وہ مال ومنال کی کثرت اور دوسروں پر مفاخرت کے لئے محنت کررہا ہے تو یہ شخص راہِ خدا میں نہیں بلکہ راہِ شیطان میں ہے (بحوالہ احیاء جلد ۲' قسط ا' ص ۱۵۵)

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ امام اوزاعیؒ کی ملاقات حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ سے اس حالت میں ہوئی کہ ان کے سر پر لکڑیوں کا ایک گھڑا رکھا ہوا تھا' امام اوزاعیؒ نے کہا کہ اے اللہ کے نیک بندے! تم کیوں اس قدر مشقت برداشت کرتے ہو تمہاری کفالت کے لئے تمہارے بھائی کافی ہیں۔ فرمایا' اے ابُوعمرو! طلبِ حلال کے لئے جو شخص مشقت کا کام کرتا ہے اس کے لئے جنت واجب کردی جاتی ہے اس لئے تم مجھے لکڑیاں اٹھانے سے مت روکو۔

ایک عالم سے کسی بزرگ نے بطورِ تحدیثِ نعمت کہا کہ اللہ تعالٰی نے مجھے ہر عمل میں سے کچھ نہ کچھ حصّہ دیا ہے یہاں تک کہ مجھے حج کی سعادت بھی میسّر آئی' جہاد میں بھی شریک ہونے کا موقع ملا' عالم نے کہا کہ یہ سب اعمال اپنی جگہ ہیں لیکن تمہیں اَبدال کا عمل و درجہ ابھی تک نصیب نہیں ہوا' بزرگ نے پوچھا اَبدال کا عمل کیا ہے؟ فرمایا حلال آمدنی کے لئے کام کرنا اور اہل وعیال کا خرچ اٹھانا۔

حدیث: سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کے انسان کے بعض گناہ ایسے ہیں کہ طلبِ معاش کی فکر کے سوا کوئی چیز ان کا کفّارہ نہیں بنتی (بحوالہ احیاء جلد ۲' ص ۱۵۴)

حدیث:۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اذا کثرت ذنوب العبد ابتلاہ اللّٰہ بھم (العیال) لیکفرھا** یعنی جب بندے کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالٰی اُسے اولاد کی فکر میں مبتلا کردیتا ہے تاکہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے "یہ فضلیت تب ہے جب وہ صبرو تحمّل اور شکر سے کام لے" (احمد)

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **کفیٰ بالمرءِ اِثماان تضیع من یقوت** 'یعنی کافی ہے مرد کو اسی قدر گناہ یہ کہ ضائع کردے ان کو جن کا کھانا ان کے ذمہ ہے یعنی (اہل وعیال) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی اپنے اہل وعیال سے (پریشانی و تنگ دستی کی وجہ سے) بھاگے اس کی عبادت قبول نہیں کی جاتی۔ (طبرانی اوسط واحیاء جلد ا ص ۱۶)

ناظرینِ کتاب کو واضح ہو کہ اپنے ضعیف و ناتواں والدین و بے کس و مجبور بچوں پر خرچ کرنے کے سلسلے میں یہ بات شوہر پر بڑی اہم اور واجب ہے کہ حلال ذرائع آمدنی کا اختیار کرے اس میں کسی قسم کی کوتاہی و تنگی نہ کرے اور نہ ہی لاپرواہی برتے' اگر

اخراجات زیادہ ہو جائیں تو دوسری جائز تدابیر اختیار کرے' ناجائز ذرائع کسی حالت میں اختیار نہ کرے' خواہ حلال ذریعہ سے کھانے کو نمک اور چٹنی ہی کیوں نہ نصیب ہو' کیونکہ حرام کمائی نیک اعمال کو اس طرح برباد کر دیتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے اور حرام کمائی یہ دین کی تباہی اور عقبیٰ میں اپنے اور اپنے اہل و عیال وغیرہ کی بربادی و رُسوائی کی جڑ ہے' اس لئے خداوند قدوّس سے حلال کمائی و حلال ذرائع کی درخواست رکھیں اور خود بھی اس کے لئے جدّوجہد کریں یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ آپ خدا سے حلال ذرائع مانگیں اور وہ حرام راستے آپ کے لئے آسان کر دے۔ آپ آخرت کی تڑپ مانگیں اور وہ آپ کو دنیا کی محبت میں ڈال دے' آپ حق پرستی مانگیں اور وہ آپ کو باطل پرستی کی کوٹھری میں بند کر دے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی ہدایت ان باتوں کی بہترین تعبیر کرتی ہے حضرت عمر فاروقؓ کا ارشاد ہے کہ یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ کوئی شخص طلبِ رزق کے لئے ہاتھ پیر چلائے بغیر یہ دعا کرتا رہے کہ "اے اللہ مجھے رزق عطا کر" اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ آسمان سے سونا چاندی نہیں بَرستا' حضرت زید ابن مسلمہؓ اپنی زمین میں شجر کاری کر رہے تھے' حضرت عمر فاروقؓ کا اُدھر سے گزر ہوا تو یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ زید اپنے دین کی حفاظت کرو اور لوگوں سے بے نیاز ہونے کے لئے یہ بہترین کام ہے جس میں تم مشغول ہو۔ (بحوالہ احیاء جلد ۲' قسط ۱ ص ۱۵۸)

حدیث :۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز بندے کو میزانِ اعمال کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اس کے پاس پہاڑوں کے برابر نیکیاں ہوں گی اس سے اہلِ خانہ کی دیکھ بھال اور ان کے حُقوق کی ادائیگی کے متعلق سوالات کئے جائیں گے' اسی ضمن میں اس سے مال کے سلسلے میں بھی بازپُرس کی جائے گی کہ کہاں سے حاصل کر کے اپنے اہل و عیال کو کھلایا؟ اور کس جگہ خرچ کیا؟ اس سے مال کے سلسلے میں جو مطالبات اس پر ہوں گے' وہ اس کی تمام نیکیوں پر حاوی ہو جائیں گے' یہاں تک کہ ایک نیکی بھی باقی نہیں رہے گی' اس وقت فرشتے کہیں گے' یہ وہ شخص ہے کہ اس کے اہل و عیال نے اس کی نیکیوں کو کھالیا اور اس کے تمام افعالِ حسنہ کھا گئے' قیامت کے دن سب سے پہلے جو لوگ آدمی سے آکر لپٹیں گے وہ اس کے عیال و اطفال ہوں گے' وہ لوگ اسے باری تعالیٰ کے سامنے پیش کریں گے' اور عرض کریں گے' یا اللہ! یہ وہ شخص ہے جس نے ہمیں اندھیرے میں رکھا' اور حرام غذا سے ہمارا پیٹ بھرا' اس سے ہمارا بدلہ لے' چنانچہ اس شخص سے بدلہ لیا جائے گا۔ (احیاء جلد ۲' قسط ۱' ص ۸۲)

حدیث: حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لَا یَلْقَی اللّٰہَ اَحَدٌ بِذَنْبٍ اَعْظَم مِنْ جَھَالَۃِ اَھْلِہٖ** یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی شخص اپنے اہل و عیال کو جاہل رکھنے اور بُرائی و بد اعمالیوں میں چھوٹ دینے کے گناہ سے بڑھ کر کوئی گناہ لے نہیں جائے گا۔ (بحوالہ مسند)

حدیث: ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص گناہ کے ذریعے مال حاصل کرے پھر اس مال سے صلہ رحمی کرے یا صدقہ میں دے یا اللہ کی راہ میں خرچ کردے یا اہل و عیال کا خرچہ اٹھائے اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کر کے دوزخ میں ڈال دے گا، تمہارا بہترین دین تقویٰ ہے۔ (احیاء العلوم۔ جلد ۲، قسط ۲، ص ۲۲۹)

حدیث: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **من اکتسب مالا من حرام فان تصدق بہ لم یقبل منہ وان ترکہ** **وراءہ کان زادالی النار،** یعنی جو شخص حرام مال کمائے، اور اُسے صدقہ کرے (یا دنیا میں اس سے کسی کی مدد کرے) تو اس کا صدقہ قبول نہیں کیا جائے گا اور اگر چھوڑ کر مرجائے تو دوزخ کے سفر کا توشہ بنے گا۔ (بحوالہ احمد)

حضرت سہیل تستریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص حرام غذا کھاتا ہے، اس کے اعضاء باری تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے، خواہ اُسے علم ہو یا نہ ہو، اور جو شخص حلال غذا کھاتا ہے اس کے اعضاء باری تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور اُنہیں خیر کی توفیق عطا کی جاتی ہے۔

(بحوالہ احیاء جلد ۲، قسط ۲، ص ۲۲۸)

حضرت سعدؓ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ التجا کی کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ پاک میری دعا قبول فرمایا کرے یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی غذا، لباس اور زبان کو پاک اور حلال بنا لے، تیری دعا قبول کی جائے گی۔
(بحوالہ احیاء جلد ۲ قسط ۲ ص ۲۲۸)

حدیث: ایک حدیث میں آیا ہے کہ حرام مال سے جو گوشت جسم پر بڑھتا ہے وہ جنت میں نہیں جائے گا، اور فرمایا کہ جس کے جسم پر، جس کے پیٹ میں اور جس کے گھر میں حرام مال ہو گا، اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ (متفق علیہ)

حدیث: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

یعنی جو شخص حلال رزق کمانے میں تھک کر شام کرے' وہ اس حال میں رات گزارے گا کہ اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائے گے' اور اس حال میں صبح کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوں گے۔

(بحوالہ طبرانی و احیاء جلد ۲ قسط ۲ ص ۲۲۹)

محترم قائین! مذکورہ بالا احادیث کو غور سے پڑھیے اور سوچئے کہ ہمارے آقا سیّد کائنات فخرِ موجودات خیرُ البشر رسولِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں اور اس کا کیا مطلب ہے؟

مطلب یہ ہے کہ محنت کے ساتھ جو رزق پیدا کرو' اور جو چیز تنخواہ سے زیادہ آتی ہے یا حاصل ہوتی ہے' یعنی "رشوت" وغیرہ اس کو قبول نہ کرو یہ حرام ہے اور اسراف و فضول خرچی سے بچو کیونکہ یہ شیطان کا فعل ہے' اس سے شیطان خوش ہوتا ہے' نہ کہ رحمٰن لیکن آج ہم اسراف کو عزت کا ذریعہ سمجھ رہے ہیں' چوری دھوکہ بازی' ناپ تول میں کمی' جھوٹ' مکاری' بے ایمانی' رشوت خوری اور طرح طرح کے غلط اور ناجائز راستوں سے رزق پیدا کرتے ہیں' اور اپنے بچوں کو کھلاتے ہیں' جب کہ حرام رزق و حرام ذرائع نہ صرف ہماری دنیا و آخرت کو تباہ کرنے والے ہیں بلکہ ہمارے بچوں کی زندگی بھی تباہ و برباد کرنے والے ہیں' ہمارے اسلاف و بزرگانِ دین اپنی محنت و قوّت سے رزقِ حلال پیدا کرتے تھے۔ ان کے پاس نہ زائد وقت تھا' اور نہ آرام و عیش کی فرصت' وہ محنتی' ایماندار' سچّے اور شریف انسان تھے' ہم کام چور' رشوت خور' نیت میں فتور اور ہزاروں بُرائیوں اور غلط دھندوں میں مبتلا ہیں' ہم نے رشوت کو اوپر کی آمدنی اور مجبوری کا نام دے رکھا ہے' رشوت نے ہمارے خون کو ہمارے دل و دماغ کو اور اس میں پیدا ہونے والے خیالات کو خراب اور گندہ کرکے رکھ دیا ہے ہم دولت کے حریص اور پجاری بن گئے' اچھائیوں و نیکیوں کو ہم نے زندگی ہی سے خارج کر رکھا ہے' ہم اللہ کو "سبحان" کہتے ہیں لفظ سُبحان کا معنی پاک کے ہیں اس سے تعبیر یہ ہے کہ میں خدا پاک ہوں' لہٰذا میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ پاک روزی اور پاک چیزیں کھاؤ' اور پاکیزہ زندگی گزار دو اور ڈرو اللہ سے جس پر تم ایمان رکھتے ہو' معلوم ہوا کہ اللہ پاک ہے اور اپنے بندوں کو بھی ناپاک دھندوں اور غلط عادتوں سے پاک وصاف دیکھنا چاہتا ہے' اور چاہتا ہے کہ بندہ اس سے ڈر کر زندگی گزارے' اب جب اللہ کو حرام مال پسند ہی نہیں' تو پھر ثواب کون دے گا؟ غلط اور ناجائز طریقے سے کمائی ہوئی دولت میں برکت کیسے آئے گی اور جہنم سے نجات کیسے ملے گی؟

جو جسم مال حرام سے' بنا ہے وہ جہنم کی آگ میں نہیں تو پھر کہاں جا سکتا ہے؟ یہ یاد

رہے کہ اللہ پاک کسی کی جائز محنت' نیکی اور بھلائی کو ضائع نہیں کرتا اُسے ضرور کامیاب بناتا ہے' اب میں اس موضوع کی طوالت سے گریز کرتا ہوں سالکانِ آخرت کو عمل کے لئے یہی کچھ کم نہیں' انشاء اللہ وضاحت کے ساتھ احقر کی ایک مستقل کتاب "حرام و حلال کی شناخت" پر ہے وہاں بیان کیا جائے گا یہاں میرا موضوع شوہر کے فرائض کا بیان ہے نہ کہ حرام و حلال کا۔

محترم! شوہر کے فرائض میں سے یہ بات بھی ہر شوہر پر فرض ہے کہ اپنی بیوی اور اولاد کو فرائضِ شرعیہ اور حلال و حرام کے احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرانے کے لئے کوشش کرے' قرآن کریم میں مردوں کو یہ حکم دیا گیا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ○

(سورۃ تحریم پ۲۸)

ترجمہ : اے لوگو جو ایمان لائے ہو! (اپنے اہل و عیال واطفال کی اصلاح اعمال واخلاقِ حسنہ کی ترغیب دینے اور اعمال سیئہ سے بچانے میں کوئی کوتاہی اور کسی قسم کی غفلت نہ کرو بلکہ تم اپنے گھروالوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں' (اپنے کو بچانا یعنی خود اطاعت احکام کرنا اور گھروالوں کو بچانا یعنی ان کو احکام الٰہیہ کا سکھانا اور ان پر عمل کرانے کے لئے زبان سے ہاتھ سے بقدر امکان کوشش کرنا ہے)

وضاحت : اس آیت میں عام مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے نہ کہ صرف خواص کو اور یہ آیت خود یہ بتاتی ہے کہ ایک شخص کی ذمہ داری اور فرض صرف اپنی ذات ہی کو خدا کے عذاب سے بچانے کی کوشش تک محدود نہیں ہے' بلکہ اس کا کام یہ بھی ہے کہ اپنے اہل وعیال جن میں بیوی' اولاد' نوکر چاکر سب داخل ہیں سب کو حدِّاستطاعت تک ایسی تعلیم و تربیت دے اور اہلِ سنت کے عقائد سکھلائے جس سے وہ خدا کے پسندیدہ انسان بنیں' اور اگر وہ بدعت کی طرف جارہے ہوں اور راہِ ضلالت و معصیت کے شکار ہو رہے ہوں اور خلافِ شرع کام کر رہے ہوں تو جہاں تک بھی اس کے بس میں ہو اُن کو اس سے روکنے کی کوشش کرے' چاہے اخلاق سے ہو یا زبان سے ہو یا ہاتھ سے ہو' اس کو صرف یہی فکر نہیں ہونی چاہیے کہ اس کے بال بچے دنیا میں خوشحال ہوں اور آرام و راحت میں رہیں' بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اسے یہ فکر ہونی چاہیے کہ وہ اس عارضی اور وقتی مدت سے گزر کر دائمی

زندگی کا ایندھن نہ بنیں' اور یہ بات طے ہے کہ جو آخرت میں جہنم کا ایندھن بنے گا وہ کسی زور طاقت جتھ یا خوشامد یا رشوت کے ذریعہ ان فرشتوں کی گرفت سے نہیں بچ سکے گا جو جہنم کے نگراں ہیں۔

حدیث: جب یہ مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ بن خطابؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے آپ کو جہنم سے بچانے کی فکر تو سمجھ میں آگئی (کہ ہم گناہوں سے بچیں اور احکام الٰہیہ کی پابندی کریں) مگر اہل و عیال کو ہم کس طرح جہنم سے بچائیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو جن کاموں سے منع فرمایا ان کاموں سے ان سب کو منع کرو' اور جن کاموں کے کرنے کا تم کو حکم دیا ہے تم ان کے کرنے کا اہل و عیال کو بھی حکم دو' اور عمل کرانے کے لئے بقدرِ امکان کوشش کرو' (خواہ زبان سے ہو یا ہاتھ سے' مناسب انداز سے برائی سے بچاؤ اور بھلائی پر عمل کرانے کے لئے سعی کرو) تو یہ عمل ان کو جہنم کی آگ سے بچاسکے گا۔
(بحوالہ تفسیر روح المعانی و معارف القرآن جلد۸۔ ص ۵۰۲)

حدیث: ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے جو کہتا ہے کہ اے میرے بیوی بچو ' تمہاری نماز' تمہارا روزہ اور تمہاری نیکی ان چیزوں کا خیال رکھا کرو کہ اس میں غفلت نہ ہونے پائے' بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب الٰہی میں وہ شخص ہوگا جس کے اہل و عیال دین سے جاہل و غافل ہوں

(بحوالہ تفسیر معارف القرآن جلد۸ ص ۵۰۳)
اس لئے ہر شوہر پر فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی و اولاد کو اہلِ سنت کے عقائد سکھلائے اور احکامِ شرعیہ بتادے اگر وہ سنت سے ہٹ کر بدعت کی طرف جارہے ہوں اور شریعت سے بچ کر ضلالت و معصیت کا شکار ہورہے ہوں تو انہیں حدِ استطاعت میں صحیح راستے پر لائے اگر وہ دین کے معاملات میں سُستی برتتے ہوں یا کوتاہی کرتے ہوں تو انہیں اللہ سے ڈرائے' عورت کو حیض و نفاس وغیرہ کے ضروری احکام بھی بتلائے بالخصوص ان نمازوں کے متعلق ضرور بتلایا جائے' جن کی قضا ضروری ہے مثال کے طور پر'

مسئلہ: اگر کسی عورت کو دس دن سے کم حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہو کہ نماز

کا وقت اس قدر تنگ ہے کہ اگر نہانے میں جلدی کرے تو بھی صرف تکبیرِ تحریمہ کا وقت باقی بچے گا تب بھی اس وقت کی نماز واجب ہوجائے گی اور قضا پڑھنی ہوگی لیکن اگر وقت اس سے بھی کم ہو تو نماز معاف ہے' اس کی قضا واجب نہیں ہے اور اگر دس دن دس رات تک حیض آتا رہا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ صرف تکبیرِ تحریمہ کہہ کر نیت باندھ سکتی ہے' نہانے کی گنجائش بھی نہیں تو بھی نماز واجب ہوجاتی ہے' اس کی قضا پڑھنی چاہیے' ورنہ گنہگار رہے گی۔

(بحوالہ بحرالرائق ص ۲۰۳' ۲۰۴)

مسئلہ : اگر کسی عورت کا شوہر اس کی تعلیم کا کفیل ہو تو عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ مسائل معلوم کرنے کے لئے علماء کے پاس جائے' اگر شوہر عالم نہ ہو لیکن وہ علماء سے معلوم کرکے بتلانے کی اہلیت رکھتا ہو تب بھی اس کے لئے باہر نکلنا جائز نہیں ہے' ہاں اگر شوہر اس قابل بھی نہیں ہے تو عورت کو مسائل معلوم کرنے کے لئے نکلنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ واجب ہے' اس سلسلے میں اگر شوہر منع کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

(بحوالہ احیاء جلد ۲ قسط ۱ ص ۱۲۰)

حدیث : حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اپنی عورت کو ایک دین کا مسئلہ سکھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اٹھارہ ۱۸ برس کی عبادت اس کے نامۂ اعمال میں لکھتا ہے۔

(قرطبی)

مسئلہ : فرائض کا علم حاصل کرنے کے بعد (یعنی ضروری علم) اب مزید معلومات کے لئے علماء کی مجلسوں میں جانے کے لئے شوہر کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔

(بحوالہ احیاء جلد ۲' قسط ۱' ص ۱۲۰)

مسئلہ : اگر عورت نے حیض وغیرہ سے متعلق احکامات کا علم حاصل نہ کیا اور اس کے شوہر نے اس سلسلے میں اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی تو گناہ میں دونوں شریک ہوں گے۔

(بحوالہ احیاء جلد ۲' قسط ۱' ص ۱۲۱)

امام غزالیؒ نے فرمایا کہ والدین کے لئے یہ نہایت ہی ضروری ہے کہ وہ اپنی لڑکی کی صحیح تربیت کریں' دینی تعلیم کی روشنی اور علم کے زیور سے آراستہ کریں اس

تربیت و تعلیم پر اس کا مستقبل مامون و محفوظ ہے اور یہ بتلائیں کہ اسے شوہر اور سُسرالی رشتہ داروں کے ساتھ کس طرح زندگی گزارنی چاہیے اگر اس سلسلے میں ماں باپ کوتاہی کریں گے تو اولاد جو کچھ بھی کرے گی اس کے ذمہ دار والدین ہی ہوں گے اور بدنام بھی وہی ہوں گے۔ والدین اور سرپرستوں کو یہ بھی چاہیے کہ وہ اپنی لختِ جگر کے لئے مناسب شوہر کا انتخاب کریں' شادی سے پہلے لڑکے کو اچھی طرح دیکھ لیں' انہیں اس کے اخلاق' کردار' جسمانی نظام اور مالی حیثیت ان تمام امور کا بنظر غائر مُطالعہ کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی پیاری بیٹی کو کسی ایسے شخص کے سُپرد کردیں' جو اس کے حقوق ادا نہ کرسکے' یا نسب وغیرہ کے معاملے میں اس کا ہم پلّہ نہ ہو اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

روایت : حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اَلنِّکَاحُ رِقٌّ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ اَیْنَ یَضَعُ کَرِیْمَتَہٗ** یعنی نکاح عورت کو کنیز بناتا ہے اس لئے یہ دیکھ لیا کرو کہ تم اپنی بیٹی کو کہاں دے رہے ہو؟ (بحوالہ بیہقی)

غرض لڑکی کے حق میں احتیاط بے حد ضروری ہے' اس لئے کہ لڑکی ہر حال میں اپنے شوہر کے زیرِ فرمان ہے اس ماتحتی سے نجات حاصل کرنا اس کے بس سے باہر ہے' شوہر کو طلاق کا اختیار حاصل ہے وہ کسی بھی وقت پہلو تہی اور کنارہ کش ہو سکتا ہے اور اسے زندگی کے صحرا میں بے یارو مددگار چھوڑ سکتا ہے' دانستہ طور پر اپنی لڑکی کو کسی ظالم' جابر' فاسق یا شرابی' جواری رشوت خور وغیرہ کے سپرد کرنے والا شخص خدا کے دربار میں مجرم ٹھہرے گا اور وہ باری تعالیٰ کے غیض و غضب کا مستحق بنے گا۔

ایک شخص نے حضرت حسن بصریؒ سے عرض کیا' میری لڑکی کے لئے بہت سے رشتے آئے ہیں آپ کے خیال میں لڑکا کیسا ہونا چاہیے؟ فرمایا' اس لڑکے کا انتخاب کرو' جس کے دل میں خدا کا خوف ہو' جو تمہاری بیٹی سے محبت کرے تو اس کی محبت میں تعظیم کا پہلو نمایاں ہو اور اگر کسی وجہ سے ناراض ہو تو ظلم نہ کرے۔

(بحوالہ احیاء جلد ۲ قسط ۱ ص ۱۰۵)

شوہر کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ شوہر کو چاہیے کہ اپنی عورت کو رنجیدہ نہ رکھے اور نماز' روزہ' پردہ اور طہارت وغیرہ کے سوا کسی کام میں تنبیہہ نہ کرے۔ اگر کوئی عورت نماز نہ پڑھتی ہو یا خلافِ شرع کام کررہی ہو' تو مرد کو چاہیے کہ وہ زبردستی نماز ادا کرائے اور اسے خلافِ شرع کام کرنے سے روکے لیکن اس

سلسلے میں بتدریج سختی ہونی چاہیے' جس کی تعلیم قرآن خود دے رہا ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلًا ۝ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا ۝

(سورۃ نساء پ۵)

ترجمہ و تشریح: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ اگر عورتوں کی طرف سے کوئی (بھی) نافرمانی کا صدور ہو یا کسی قسم کی معصیت کا اندیشہ ہو تو (پہلی تدبیر اصلاح کی یہ ہے کہ) نرمی کے ساتھ زبانی نصیحت سے ان کو سمجھاؤ اور اُسے باری تعالیٰ کے عذاب اور اپنی ناراضگی اور سزا سے ڈراؤ اگر اس میں کامیابی نہ ہو اور تدبیر کارآمد ثابت نہ ہوئی تو (ان کی اصلاح کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ) ان کا بستر اپنے سے الگ کردو (مگر ایک ہی گھر میں رہو اور تین راتوں تک یہی معاملہ کرو) تاکہ وہ اس علیحدگی سے شوہر کی ناراضگی کا احساس کرکے اپنے قصور پر متنبہ ہوجائیں اور اپنے فعل پر نادم ہوجائیں اگر یہ شریفانہ امر و برتاؤ اور تنبیہہ سے بھی کامیابی حاصل نہ ہو اور کوئی نفع بخش نتیجہ نہ نکلے تو ایسی حالت میں قرآن کی ہدایت یہ ہے کہ تم ان کو اعتدال کے ساتھ مناسب انداز سے مارو (اور ایسی مار مارو کہ نہ زیادہ تکلیف پہنچے اور نہ بدن پر اثر پڑے اور نہ کوئی ہڈی وغیرہ ٹوٹے غرض اتنی بے رحمی سے نہ مارا جائے جس سے بدن پر زخم یا نشان پڑجائے اور منہ پر مطلقاً نہ مارا جائے' مگر یہ خیال رہے کہ یہ حکم جب ہے کہ امردین کی نصیحت کو نہ مانے' اور دنیا کے کاموں کی وجہ سے تنبیہہ اور تشدد کسی طرح جائز نہیں' ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں نے دوسری بیوی کی ہے' اور وہ تنور میں روٹی تک نہیں لگاتی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ روٹی نہیں پکاتی تو تم پکا کے اس کو کھلاؤ' اسی طرح ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں اپنی بیوی کو ہر چند نصیحت کرتا ہوں مگر وہ نماز پڑھ کر نہیں دیتی اور اُلٹا مجھے بُرا بھلا کہتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خفا ہو' اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خفا نہ جانے کتنی دفعہ ہوا' فرمایا مار کے بتلا' اس پر اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے بہت مارا بھی مگر وہ خدا کی نافرمانی کرنے سے باز نہیں آتی' اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر طلاق دے' عرض کیا بہتر ہے اور اسی وقت طلاق دے دی آپؐ نے دعا دی کہ خدا

تجھ کو دیندار اور مالدار عورت نصیب کرے، راوی لکھتا ہے کہ ایک مہینہ بھی نہ گزرا کہ ایک نیک بخت اور مالدار عورت سے اس کا نکاح ہوگیا اور اس کی زندگی خُوشگوار ہوگئی۔ (بحوالہ اکسیر ہدایت)

مسئلہ : شوہر کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ اگر بیوی کی طرف سے کسی دینی معاملے میں کوئی کوتاہی دیکھے، تو اپنی خفگی کے اظہار کے لئے دس، بیس دن یا مہینہ بھر تک پاس نہ سوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک ماہ کے لئے ازواجِ مطہرات سے دوری اختیار کرلی تھی۔ (بحوالہ احیاء العلوم جلد ۲ قسط ۱ ص ۱۴۴)

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ (آپ علوم ظاہری و باطنی سے مُرصّع اور شریعت و طریقت سے آراستہ تھے) کے یہاں کوئی مہمان آگیا اور اس وقت آپ کے یہاں کچھ خاص انتظام نہیں تھا اس لئے آپ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ مہمان خدا کا بھیجا ہوا ہوتا ہے، لہٰذا مہمانداری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا، جو بھی تم سے ہوسکے کرو، مگر اس نے آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کی، چنانچہ حضرت نے اس حکم شرعی کے مطابق کہ جو عورت شوہر کا حکم نہ مانے اس کو طلاق دے دینی چاہیے اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی۔

ایک دن آپ کی مجلس وعظ میں کوئی امیرزادی شریک ہوئی اور حضرت کے وعظ سے اس درجہ متأثر ہوئی کہ اپنے والدین سے کہہ دیا کہ میرا نکاح عبداللہ ابن مبارکؒ سے کردو اور والدین نے بھی خوش ہو کر نکاح کر کے لڑکی آپ کے ہمراہ کردی اس کے علاوہ پچاس ہزار دینار بھی لڑکی کو دیئے، پھر نکاح کے بعد حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو نے ہماری خوشنودی میں بیوی کو طلاق دے دی تھی نہ کہ اپنے نفس کی خواہش سے لہٰذا ہم نے اس سے بہتر تجھ کو دوسری بیوی عطا کردی تاکہ تو بخوبی اندازہ کرسکے کہ خدا کے خوش کرنے والے کبھی نقصان میں نہیں رہتے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۱۶)

......○......

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ○

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ○

(پ ۵)

محترم! اللہ تعالیٰ نے قرآن کی اس مذکورہ بالا آیت کریمہ میں مردوں کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ اگر عورت تمہاری مُطیع ہوجائے اور خلافِ شرع کام کرنے سے باز

آجائے تو تم بھی خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لئے بہانے تلاش نہ کرو، بلکہ چشم پوشی اور درگزر سے کام لو اور زیادہ بال کی کھال نہ نکالو اور معمولی معمولی باتوں پر الزام کی راہ تلاش نہ کرو اور یاد رکھو! یقیناً اوپر اللہ موجود ہے جو بڑی قدرت و عظمت والا ہے، لہٰذا نہایت ہی غور و خوض اور تحمّل و برداشت سے نکاحی زندگی گزارو اور صبرو شکر سے کام لو اور یہ بات بخوبی سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر تمہیں کچھ فضیلت و حاکمیت ضرور دی ہے اور خاندان میں تمہیں حاکم و محافظ بھی بنایا ہے، اب اس فضیلت و حاکمیت میں پڑ کر اس بات کو نہ بھول جاؤ کہ اس قادر مطلق کی وسیع قدرت و عظمت تم پر بھی مسلّط ہے اگر تم ظلم و جبر سے کام لو گے اور ناانصافی و ناحق شناسی کرو گے اور اس حاکمیت سے ناجائز فائدہ اٹھاؤ گے تو پھر تم کو بھی ایک علیم و خبیر سے سابقہ پڑنا ہے، اور وہاں تمہیں اپنی بے انصافی اور دست درازی اور اپنی بداعمالیوں کی سزا ضرور بھگتنی پڑے گی۔ اس موجودہ دنیا میں ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی حرکات و سکنات اور قیام و قیود کا نگراں رہے اسی میں انسان کی سعادت اور فلاح ہے، مذکورہ آیت کی ہدایات پر عمل کرنے سے گھر کا جھگڑا گھر ہی میں ختم ہوجائے گا اور عزّت و شرافت سب اپنی جگہ باقی رہے گی، ناظرینِ کتاب کو یہاں پر یہ بات مزید یاد رہے کہ آج کل کچھ خواتین کو یہ شکایت ہے کہ مردوں نے ان کے حقوق غصب کرلئے ہیں اور آج صرف انہیں بچے پیدا کرنے کی مشین اور راتوں کو کھیلنے کا کھلونا بنادیا ہے، ان کی زبان بند کردی ہے، ان کو جبر سے دبا رکھا ہے، ان سے نوکرانیوں کی طرح کام لیتے ہیں، وغیرہ یہ سب شیطانی باتیں ہیں، کوئی شوہر اپنی بیوی سے اس طرح بے رحمانہ طریقے سے پیش نہیں آسکتا اور اس سے غیر ضروری اور زیادہ کام بھی نہیں لیتا، اگر ایسی بات ہوتی تو آج دنیا میں اسّی (۸۰) فیصد مرد عورت کے غلام نہ ہوتے اور شادی ہوتے ہی سب کو چھوڑ کر دولہا میاں عورت کے پیچھے نہ ہوجاتے اور ماؤں کو یہ شکایت نہ ہوتی کہ ان کا بیٹا بیوی کا ہوگیا ہے۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ بعض مرد بہت ہی سخت مزاج، سنگ دل، تنگ نظر اور بدزبان ہوتے ہیں، مگر ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہوتی ہے ان کی بیویاں بھی بے حد اَن پڑھ، جاہل اور زبان دراز ہوتی ہیں، ایسے میاں اور بیوی میں نہ حقوق کا معاملہ ہوتا ہے اور نہ کوئی مسئلہ پیدا ہوتا ہے، بعض مرد ماں، بہن اور بھائی کے سکھانے پر عورت کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں، عورت ایسے مرد کو اپنی حکمت، اپنی عقل، اپنی محنت اور خدمت سے نرم اور مطیع کرسکتی ہے، اس کا خیال بدل سکتی ہے، موقع سے فائدہ اٹھا کر ان

لوگوں کی چوری پکڑوا سکتی ہے جو شوہر کو جھوٹی باتیں لگا کر بھکاتے ہیں' عورت کو یاد رکھنا چاہیے کہ جھوٹے ایک نہ ایک دن پکڑے جاتے ہیں' چور ایک دن ذلیل ہو کر رہتے ہیں' گھر کو توڑنے والے اپنے گھر کو ٹوٹنے سے ہرگز بچا نہیں سکتے صبرو برداشت کا مظاہرہ کرنے والی عورت ہمیشہ نہ صرف کامیاب ہوتی ہے بلکہ اللہ کی مدد اور تائید بھی اس کے شامل حال ہوتی ہے۔

حدیث : حضرت اشعث ابن قیسؓ کا بیان ہے کہ ایک روز میں حضرت عمرؓ کا مہمان رہا' رات کے وقت کسی بات پر اٹھ کر انہوں نے اپنی اہلیہ کو مارا میں نے دونوں کے (درمیان بچاؤ کیا جب وہ اپنے بستر پر لیٹنے لگے تو مجھ سے فرمایا اے اشعث! میری دو باتیں یاد رکھنا جو کہ میں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں کہ

۱۔ مرد اگر اپنی اہلیہ کو کسی حق بات پر یا شریعت کے خلاف کام کرنے پر مارے گا تو اس کے متعلق اس سے کوئی سوال نہ کیا جائے گا۔

۲۔ یہ کہ بغیر وتر پڑھے ہوئے نہ سویا کرو۔

(بحوالہ ابن کثیر صفحہ ۲۲ پ ۵' ابن ماجہ جلد ۱ ص ۲۹۱)

حدیث : ایک مرتبہ صحابہؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مرد پر عورت کا کیا حق ہے؟ فرمایا **یُطْعِمُھَا اِذَا طعم وَیَکسُوھا اذا اکتسٰی ولا یقبحُ الوجہ ولا یضرب الآ ضربا غیر مبرح ولا یھجُرھا الآ فی البیتِ○** مرد پر عورت کا حق یہ ہے کہ جب خود کھائے تو بیوی کو بھی کھلائے جب خود پہنے تو بیوی کو بھی پہنائے' اُسے یوں نہ کہے کہ خدا تیرا چہرہ بگاڑ دے' جب مارے تو ہلکی مار مارے اور دوسری ایک روایت میں یہ مزید آیا ہے کہ **ولا تضرب الوجہ** یعنی "اس کے منہ پر مت مارو" اگر الگ سونے کی ضرورت پیش آئے تو گھر چھوڑ کر نہ جائے' بلکہ اسی گھر میں رہے۔

(بحوالہ ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

مسئلہ : بغیر عذر چار ماہ سے زیادہ عرصہ تک مرد کو عورت سے الگ رہنا جائز نہیں ہے اگر مرد دیدہ و دانستہ ایسا کرے' تو عورت کو مرد سے جدائی کا مطالبہ کرنے کا حق ہے اگر مرد سفر میں ہو اور چھ ماہ سے زیادہ عرصہ گزر جائے تو عورت اسے واپس بلا سکتی ہے حضرت عمر بن خطابؓ نے جہاد میں رہنے والوں کو ہر چار ماہ کے بعد ایک ماہ کی رخصت گھر میں جانے کے لئے مقرر کردی تھی۔ **(بحوالہ غنیتہ الطالبین ص ۱۳۸)**

یہاں غور و فکر کا مقام یہ ہے کہ لوگ جو آج کل پیسے کے غلام بن گئے ہیں پیسے کو بہت کچھ سمجھ رکھا ہے پہلے زمانہ میں پیسہ بڑا نہیں تھا' ماں باپ بھائی بہن رشتہ دار ہی سب کچھ تھے' اب پیسے کے لئے عیش و آرام کے لئے کار' بنگلے کے لئے امریکہ عرب' لندن' آسٹریلیا' افریقہ وغیرہ کہیں بھی جانے پر تیار ہے' پندرہ دن کی دلہنیں اپنے دلہاؤں کا دو دو سال سے انتظار کر رہی ہیں' مادی طلب نے ہر خاندان کو منتشر اور ہر فرد کو مضطرب کر رکھا ہے اور حد یہ کہ بیوی کو چھوڑ کر کسی کا کنجری سے تعلق ہے' کسی کا بھنگن پر دل آگیا ہے' اس پر مرتے ہیں نہ یہ تمیز ہے کہ اپنی نسل خراب ہوتی ہے نہ یہ خوف کہ بدنامی ہے' سب پر پردہ پڑ گیا اور دولت پرستی اور ذلت پر کمر باندھ لی اور جہنمی اعمال میں مشغول ہیں۔

محترم! یہاں تک آپ نے جو کچھ قرآن و حدیث کی اور بزرگان دین کی ہدایت کا مطالعہ کیا ہے وہ سب شوہر کے فرائض کے متعلق تھا اس پوری تفصیل کا ماحاصل یہ ہے کہ عورتوں میں شر بھی ہے اور کمزوری بھی ہے' شر کا علاج یہ ہے کہ ان کے ساتھ سختی اور تنبیہہ کا معاملہ کیا جائے اور کمزوری کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جتنا مرض ہو اس قدر علاج کیا جائے' طبیبِ حاذق مرض کے مطابق دوا تجویز کرتا ہے' مرد بھی عورت کے حق میں طبیبِ حاذق ہے' اُسے چاہیے کہ پہلے عورت کے امراض کی صحیح تشخیص کرے اور اس کے لئے دوا کی اتنی ہی مقدار تجویز کرے جو اس کے حق میں بہتر اور اس کے مرض کے لئے مفید ہو۔

ناظرینِ کتاب!

چونکہ آج کل گھر کی زندگی میں بار بار مختلف قسم کے واقعات پیش آتے ہیں اور گھر کے اندر معافی کے بجائے انتقام' اعراض کے بجائے ٹکراؤ کی باتیں ہونے لگتی ہیں اور ہر شخص فریق ثانی کو بُرا بھلا کہنے کے لئے تیار ہے اس لئے یہاں پر ایک اور اہم بات یاد رکھیں کہ گھر کا بڑا شخص گھر کے معاملات میں صحیح رہنمائی کرے' کیونکہ گھر کے بڑے جس رُخ پر چلیں' گھر کے چھوٹے بھی اسی رُخ پر چل پڑتے ہیں' مثال کے طور پر گھر کے بڑے کے اندر اگر یہ مزاج ہو کہ اپنے بیوی بچوں کو صالح دیکھ کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہوں' اس کے لئے اپنے گھر کے اندر سب سے زیادہ محبوب منظر یہ ہو کہ اس کے بیوی بچے خدا پرستی کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں۔ اگر ایسا ہو' جب ہی یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کے لئے امام خیر بنے۔ امام خیر بننے کی ایک قیمت ہے اور وہ قیمت دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو ترجیح دینا ہے۔ جو شخص یہ قیمت ادا کرے اسی کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کے لئے امام خیر بن سکے۔

خاوند کے فرائض بیوی کے ذمہ کیا ہیں؟

سالکانِ آخرت کو اہلیہ کے فرائض کے سلسلے میں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ عورت مثلِ کنیز ہے اور نکاح ایک طرح کی غلامی ہے ایجاب و قبول کی تکمیل کا مطلب ہی یہ ہے کہ عورت نے اپنے آپ کو مکمل طور پر اپنے شوہر کے سپرد کر دیا ہے' اب عورت کا فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے خاوند کے ہر ایسے حکم کی تعمیل کرے جس میں خدا تعالٰی کی نافرمانی نہ ہو' کیونکہ شوہر کی اطاعت سے زیادہ اہم اور مقدم اپنے خالق و رازق کی اطاعت ہے' لہٰذا اگر کسی عورت کا شوہر خدا کی معصیت کا حکم دے یعنی گانا سننے' مجلس قوالی میں جانے سینما دیکھنے' اور غیر محرم مردوں کے ساتھ بات کرنے اور واہیات باتیں بکنے وغیرہ وغیرہ گندی حرکتیں اور معصیتوں کا حکم دے یا خدا کے عائد کئے ہوئے کسی فرض سے باز رکھنے کی کوشش کرے یا باز رہنے کے لئے کہے جیسا کہ نماز روزہ وغیرہ تو اس کی اطاعت و تعمیل سے انکار کرنا مسلم عورت کا فرض ہے اور باعثِ ثواب ہے اگرچہ وہ کتنا ہی دل پسند اور محبوب شوہر ہو' اس صورت میں اگر عورت شوہر کی بات مانے گی یا اس کی اطاعت کرے گی تو عورت سخت گنہگار ہوگی' بخلاف اس کے کہ اگر شوہر اپنی زوجہ کو نفل نماز یا نفل روزہ ترک کرنے کے لئے حکم دے تو لازم ہے کہ وہ اس کی اطاعت کرے اس صورت میں اگر وہ نوافل ادا کرے گی تو مقبول نہ ہوں گے۔

(بحوالہ تفسیر روحُ المعانی و تفہیم' جلد ۳ ص ۳۴۹ پ ۵)

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ ○

(سورۃ نساء پ ۵)

ترجمہ : اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ پس جو عورتیں نیک صالحہ ہوتی ہیں (وہی شوہر کی) اطاعت شعار ہوتی ہیں' اور مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت الٰہی (ان کے حقوق کی) نگہداشت کرتی ہیں۔

وضاحت: قرآن کریم کے ان چند الفاظ میں خدائے بزرگ و برتر نے نیک سیرت و پاکیزہ عادت اور بلند کردار عورتوں کی کچھ خاص علامات و صفات کا نقشہ کھینچا ہے کہ نیک سیرت عورتیں وہ ہیں جو شوہر کی حاکمیت و فضیلت کو بسرو چشم تسلیم کر کے ان کی اطاعت شعار ہوتی ہیں' اور دل جوئی سے ان کی فرماں برداری کرتی ہیں اور مرد کی عدم موجودگی میں بھی بحفاظتِ توفیق الٰہی اپنے نفس و آبرو اور ان کے اموال کی نگہداشت کرتی ہیں' اس

کامطلب یہ ہے کہ اپنی عصمت و عفت اور صاحبِ مکان کے مال کی حفاظت جو امور خانہ داری میں سب سے اہم اور مقدم کام ہیں' ان کے بجالانے میں ان کے لئے مردوں کے سامنے و پیچھے کے حالات سب برابر ہیں' یہ نہیں کہ ان کے سامنے تو اس کا اہتمام کریں اور خوب خاطر تواضع کریں اور خوب حمایت و ہمدردی دکھائیں' اور خوب محبت و شفقت کا دم بھریں اور جب ان کی نظروں سے غائب ہوں تو ان چیزوں میں لاپرواہی برتیں اور شوہر کی برائی و عیب جوئی میں مبتلا ہو جائیں اور تجسس و سراغ نکالنے میں لگ جائیں اور طوطا چشمی کے ساتھ اس کے سارے احسان و محنت پر پانی پھیر دیں' یہ نہ کوئی مسلم عورتوں کی شان ہے اور نہ مہذب اور بامروت عورت کو زیب دیتا ہے' واضح ہو کہ خواتین کی ذمہ داریاں یعنی اپنی عصمت و عفت اور شوہر کے مال و امانت کی حفاظت' دونوں کوئی آسان کام نہیں اس لئے اللہ پاک نے سابقہ آیت کے آخری حصہ میں یہ فرمایا کہ **بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ** جس کامطلب یہ ہے کہ اس حفاظت کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ خود عورت کی مدد فرماتے ہیں' اس بے نیاز ذات کی مدد و نصرت اور توفیق و عنایت سے وہ ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتی ہیں' ورنہ نفس کی خواہش اور شیطان کی شرارت ہمہ وقت ہر انسان مرد و عورت کو گھیرے ہوئے ہے اور عورتیں بالخصوص اپنی علمی و عملی قوتوں میں بہ نسبت مرد کے ضعیف بھی ہیں اس کے باوجود ان ذمہ داریوں میں مردوں سے زیادہ عورتیں مستحکم و مضبوط نظر آتی ہیں یہ سب خاص اللہ کی نصرت و مدد ہے اور یہی وجہ ہے کہ بے حیائی' گناہوں اور شرمناک حرکتوں میں بہ نسبت مردوں کے عورتیں کم مبتلا ہوتی ہیں۔

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ شریعت کی نظر میں نیک و دیندار اور عمدہ سیرت و بلند کردار عورت وہ ہے جو اپنے گھر کی تعمیر اور اپنے مال کی حفاظت اور اپنے نفس و اولاد کی اصلاح میں مصروف رہے' نماز' روزہ کی پابندی کرے اگر شوہر کی عدم موجودگی میں شوہر کا کوئی دوست یا جاننے والا آئے' تو شرم و حیا اور غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے کوئی کلام نہ کرے' زیادہ ضروری بات ہو تو آواز بدل کر گفتگو کرے یعنی اپنا طرزِ جاذبانہ اور مٹھاس کا نہ رکھے' شوہر کی حلال آمدنی پر اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو قناعت کرے اور شوہر کی حرام کمائی سے ہر ممکن اجتناب کرے' پہلے زمانے کی نیک عورتیں ان باتوں کا بہت زیادہ دھیان رکھتی تھیں' چنانچہ جب کوئی شخص (شوہر) کمانے کے لئے گھر سے جاتا ہے تو اس کی بیوی اسے یہ نصیحت کرتی کہ دیکھنا ذرا حرام کمائی سے بچنا اور یہ یقین دلاتی تھیں کہ ہم بھوک پر صبر کرلیں گے تنگ دستی سے ہمیں کوئی خوف نہیں ہے' لیکن دوزخ کی آگ ہمارے لئے ناقابل برداشت ہوگی' ایک خدا پرست شخص نے کہیں جانے کے لئے سامان سفر باندھا تو صرف

اہلیہ کے علاوہ تمام لوگوں نے اس کے سفر کی مخالفت کی۔ بیوی کے رویئے پر اظہارِ حیرت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ تم اس سفر کے لئے کس طرح رضامند ہو گئی ہو' وہ تمہارے اخراجات کے لئے کچھ بھی چھوڑ کر نہیں جارہا ہے' اس پر اہلیہ نے جو سبق آموز بات کہی وہ یہ کہ

"میرا شوہر کمانے والا ہے نہ کہ رزّاق' میرا رب رزّاق ہے' کمانے والا جارہا ہے' کھلانے والا رازق پہلے بھی موجود تھا اور آج بھی موجود ہے"۔ (بحوالہ احیاء جلد ۲ قسط ا ص ۱۴۷)

بیوی کے ذہن میں یہ بات بھی رہنی لازمی ہے کہ شوہر کا حق خود اس کے شخصی حقوق اور اس کے تمام اعزّہ واقرباء کے حقوق پر مقدم ہے جس کی بہترین تعبیر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ہوتی ہے ذیل میں ملاحظہ ہو'

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **خَیرُ نِسائکُم التی اِذا نظر اِلیھا زوجھا سرّتہ واِنْ امرھا اطاعتہ واِذا غاب عنھا حفظتہ فِیْ نفسِھا ومالہ**' یعنی "تمہاری بہترین عورت وہ ہے کہ جب تم اس کی طرف دیکھو تو وہ تمہیں خوشی بخشے اور جب تم اس کو کسی بات کا حکم دو تو وہ اس کی تعمیل کرے اور جب تم اس سے غائب ہو (یعنی گھر میں نہ ہو) تو وہ تمہارے پیچھے تمہارے مال کی اور اپنے نفس کی (ہر ممکن) حفاظت کرے" (بحوالہ نسائی ومشکوۃ)

حدیث: حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لِیتخذ اَحَدُ کُم قلبا شاکرًا اولسانًا ذاکرًا وزوجت مؤمنۃ تعینہ علیٰ آخرتہ**' یعنی "تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ شکر کرنے والا دل' ذکر کرنے والی زبان بنائے اور ایسی بیوی حاصل کرے (یعنی ایسی خاتون کے ساتھ شادی کرے) جو مؤمنہ ہو اور آخرت پر اس کی مدد کرنے والی ہو۔"

(بحوالہ ترمذی وابن ماجہ)

نوٹ: یہاں پر یہ بات غور کرنے کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر اور ذکر جیسی عظیم اور اہم عبادتوں کے ساتھ ہی نیک اور صاحبِ ایمان بیوی کا تذکرہ کیا اس حدیث کی روشنی سے وہ عورت جو نیک سیرت اور حسنِ اخلاق والی ہو اور گھر کا نظم باقی رکھنے میں ماہر ہو' دین وشریعت کی معین ومددگار ہو' اس نے اپنے شوہر کے قیمتی اوقات کو

علم و عمل کے لئے فارغ کردیا ہو' اور آخرت کے اعمال کے لئے موقع فراہم کرنے کی سہولت پیدا کرتی رہتی ہو تو وہ ہی اس کا مصداق ہو سکتی ہے۔

حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت پانچوں وقت کی نماز پڑھتی رہے اور ماہِ رمضان کے پورے روزے رکھتی ہو اور اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھے اور اپنے شوہر کی اطاعت (نیک کاموں میں) کرتی رہے' تو وہ جنت کے جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جائے (اس کے لئے کوئی قید نہیں)۔

(بحوالہ ترجمہ جلد ۱ ص ۴۸۶ مشکوۃ' ابن کثیر ص ۲۱ پ ۵)

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے بنیادی ارکان نماز' روزہ وغیرہ کے ساتھ شوہر کی اطاعت کا ذکر فرما کر خدمتِ شوہر کی اہمیت کو ثابت کردیا اور اطاعت شعار عورتوں کی فضیلت بھی بتادی۔

حدیث: حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں چار چیزیں ایسی ہیں جس کو یہ چیزیں مل گئیں تو سمجھ لو دین و دنیا کی بھلائی و (راحت) مل گئی (۱) شکر گزار دل (۲) ذاکر زبان (۳) صابر بدن (۴) نیک بیوی جو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں کوئی گناہ نہیں کرتی۔ (بحوالہ طبرانی)

حدیث: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوفِ خدا کے بعد انسان کے واسطے اس نیک عورت سے زیادہ کوئی چیز افضل اور بہتر نہیں ہے کہ جو اپنے شوہر کے حکم کی تعمیل کرے اور مرد اس کو دیکھ کر مسرور ہو' اگر مرد گھر میں موجود نہ رہے تو اس کے پیچھے مرد کی خیر خواہی کرے اس کی عزّت آبرو اور مال کی حفاظت رکھے۔ (ترجمہ مشکوۃ جلد ۱' ص ۴۶۳)

حدیث: حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور دوسرے کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے' اس کے بعد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب تک عورت اپنے شوہر کی اطاعت نہیں کرے گی اپنے رب کی فرمانبردار نہیں ہو سکتی' اگر مرد اپنی زوجہ سے یہ کہے کہ اس سُرخ پہاڑ سے اس سیاہ پہاڑ تک اور سیاہ پہاڑ سے سرخ پہاڑ تک دوڑ لگائے تو عورت پر اس کی تعمیل ضروری ہے (اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کی قدر و قیمت اور شَرف و عظمت کی اہمیت کو روشن کیا ہے)

(ترجمہ ابن ماجہ جلد۱ص ۲۶۹)

حدیث: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر عورت آخرت کی نجات اور بہشت چاہتی ہے تو حق تعالیٰ کی خوشنودی طلب کرے اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی نہیں حاصل ہوتی جب تک اس کا خاوند اس سے (دین کے کام میں) خوش نہ ہو۔

(بحوالہ طبرانی)

حدیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک حسین دوشیزہ حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جوان ہوں لوگ مجھ سے شادی کے پیغامات بھیجتے ہیں' لیکن مجھے شادی پسند نہیں ہے' اب آپؐ یہ بتادیجئے کہ میں شادی کروں یا نہیں؟ فرمایا' ضرور کرو' شادی کرنے ہی میں تمہاری خیر ہے' اس کے بعد اس دوشیزہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے یہ اور بتلا دیجئے کہ عورت پر شوہر کا کیا حق ہے؟ فرمایا شوہر کے حقوق تو بہت سے ہیں اس کے حقوق کا اندازہ تم اس طرح سمجھ لو' اگر شوہر کا جسم سرتا بہ قدم پیپ سے سڑ رہا ہو اور بیوی اپنی زبان سے اسے چاٹے' تب بھی اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ (یہ روایت حضرت ابوہریرہؓ سے بھی ہے)

(بحوالہ احیاء جلد۲ قسط۱ص ۱۴۵)

حدیث: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اَلْمَرْاَۃُ الصّٰلِحَۃُ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ رَجُلٍ غَیْرَ عَمِلٍ صَالِحٍ** 'یعنی" نیک عورت ہزار مرد غیر صالح سے بہتر ہے' اور فرمایا پارسا عورت اپنے شوہر کے لئے دین کا ستون ہے" (بحوالہ طبرانی)

بزرگانِ دین نے کہا ہے کہ اگر عورت دیندار ہو اور خوش اخلاق ہو اور شوہر کو ٹوٹ کر چاہتی ہو' خوبصورت ہو' اس کے گیسو سیاہ اور دراز ہوں' اس کی آنکھیں روشن کشادہ اور سیاہ ہوں اس کا رنگ سفید ہو تو وہ دنیا میں جنت کی حوروں کا نمونہ ہے اللہ تعالیٰ نے جنت کی حوروں کے یہی اوصاف قرآن پاک میں بیان فرمائے ہیں ملاحظہ ہو **خَیْرٰتٌ حِسَانٌ** (سورۃ رحمن پ۲۷ آیت ۱۳۔) **قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ** (رحمن پ۲۷ آیت ۵۶) **حُوْرٌ عِیْنٌ** (پ۲۷ سورۃ واقعہ آیت ۲۲) **عُرُبًا اَتْرَابًا** (سورہ واقعہ' پ۲۷ آیت ۳۷) قرآن کریم کی ان آیات میں خیرات سے مراد خوش اخلاق' احسان سے مراد خوبصورت عورتیں ہیں' قاصراتُ الطّرف سے مراد وہ عورتیں ہیں جو صرف شوہر کو مرکز نظر بنائیں' عُرب جمع عُروبٌ

کی ہے' اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اپنے شوہروں کی عاشق ہوں اور ان سے ہم بستری کی خواہشمند ہوں' حور اس عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھ میں سفیدی بھی زیادہ ہو اور سیاہی بھی زیادہ ہو' اور عیناً اس عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھیں بڑی بڑی ہوں۔ صحیح معنی میں عورت میں وہ صفات و عادات ہونی چاہئیں جن کی نشاندہی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ احادیث میں فرمائی ہیں۔ (بحوالہ احیاء جلد۲ تفسیر عباسی و کیمیائے سعادت)

عورت کے لئے اس کے شوہر کی ذات اتنی اہم اور قابل قدر ہے کہ سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے'

حدیث: حضرت اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اَیّمَا اِمرأۃٍ مَاتَتْ وَ زَوْجُھَا عَنْھَا رَاضٍ دخلتِ الجنۃ** یعنی" جو عورت (بیوی) اس حالت میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے (نیکی اور بھلائی سے) خوش ہو وہ جنت میں داخل ہوگی۔"
(بحوالہ ترمذی و ابن ماجہ و مشکوۃ ص ۲۸۷)

حدیث: حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اِذَا خَرَجَتِ الْمَرْأۃُ مِن بَیتِھَا وَ زَوجھا کارہٌ لعنھا کلّ ملکٍ فی السّماءِ و کل شئی مرّت علیہ غیر الجن والانس حتیٰ ترجع** یعنی" جب عورت گھر سے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نکلتی ہے تو اس پر آسمان کا ہر فرشتہ لعنت بھیجتا ہے اور جن و انسان کے علاوہ ہر وہ چیز جس پر سے (عورت) گزرتی ہے پھٹکار و لعنت بھیجتی ہے' تاوقتیکہ وہ واپس نہ ہو" (الحدیث کشف الغمہ)

حدیث: حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص سفر میں گیا تو چلتے وقت اپنی اہلیہ سے یہ کہہ گیا کہ میری واپسی تک مکان کی بالائی منزل سے نیچے ہرگز نہ آنا' اس عورت کے والدین نیچے مکان میں رہتے تھے' اتفاق سے ایسا ہوا کہ شوہر کی واپسی سے پہلے ہی والد بیمار ہوگئے' اس عورت نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی شخص کو بھیج کر دریافت کیا کہ میں باپ کی عیادت کے لئے نیچے اتروں یا شوہر کے حکم کی تعمیل میں اوپر ہی رہوں؟ آپؐ نے اس عورت کو اپنے خاوند کی اطاعت کا حکم فرمایا' وہ بیماری جان لیوا ثابت ہوئی مگر وہ عورت شوہر کی ہدایت پر عمل پیرا رہی' نیچے نہیں اتری' لیکن اس عورت کو بتقاضائے فطرت و بشریت دل میں بہت ملال ہوا' اُدھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

کسی شخص کی معرفت اسے یہ خوشخبری سنائی کہ شوہر کی اطاعت سے یہ اجر ملا ہے کہ اس کے مرحوم باپ کی مغفرت ہو گئی ہے۔
(بحوالہ طبرانی اوسط و احیاء جلد ۲ ص ۱۴۴)

حدیث: ایک حدیث میں آیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت کم از کم سات شب و روز خلوصِ دل سے اپنے شوہر کی تابعداری نیک کاموں میں کرتی رہے اور اس کو خوش رکھے' تو اس کے ہفت اندام (شرمگاہ) پر دوزخ کی آگ حرام ہو جاتی ہے اور سات سو برس کی عبادت کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ (بحوالہ طبرانی)

حدیث: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت اپنے خاوند کی آراستگی اور بھلائی کے لئے کوئی چیز اٹھاتی یا رکھتی ہے' اسے اس کے عوض میں ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے اور ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے' اور جو عورت اپنے شوہر کو خوش رکھتی ہے اور حاملہ ہوتی ہے' اسے اتنا اجر دیا جاتا ہے جتنا رات کو عبادت کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو ملتا ہے اور جب اسے دردزہ لاحق ہوتا ہے تو ہر درد کے بدلہ میں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جب بچہ ماں کے پستان چوستا ہے تو ہر دفعہ کے عوض میں بھی عورت کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے (بحوالہ **غنیتہ الطالبین** ص ۱۴۳)

حدیث: حضرت انس ابن مالکؓ سے روایت ہے کہ جب مرد اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت نیک نیتی کے ساتھ کرتا ہے تو دنیا و ما فیہا سے افضل ہو جاتا ہے' جب مباشرت کے بعد غسل کرتا ہے تو بدن کے جس بال پر سے پانی گزرتا ہے اس ہر بال کے عوض میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور غسل کرنے کے بعد اگر اللہ کی خوشنودی کے لئے دو رکعت نفل نماز اس انداز سے پڑھے کہ ہر رکعت میں دس دفعہ الحمد کے ساتھ سورۃ اخلاص پڑھے تو اس کے عوض میں جو چیز اسے دی جاتی ہے وہ دنیا سے اور جو کچھ اس دنیا میں ہے سب سے افضل ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ اس پر فخر کرتا ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے کہ میرے بندے کی طرف دیکھو کہ اس سرد رات میں غسل جنابت کے لئے اٹھا ہے اور مجھے یاد کیا ہے۔ (**غنیتہ الطالبین** ص ۱۴۳)

حدیث: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا میری اُمّت کی عورتوں میں سب سے افضل ترین عورت وہ ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے اور اپنے شوہر کی خواہش کے مطابق فرمانبرداری کرتی رہے سوائے ان کاموں کے جو گناہ کے کام ہیں' ایسی عورت کو رات اور دن میں ایسے ہزار شہیدوں کا ثواب ملتا ہے' جو خدا کی راہ میں صبر کے ساتھ شہید ہوتے ہیں اور اس کے اجر کی توقع خدا سے رکھتے ہیں۔ (بحوالہ غنیتہ الطالبین ص ۱۳۴)

حدیث: حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت پر شوہر کا حق ایسا ہی ہے جیسے تم پر میرا حق ہے' میرے حق کو ضائع کرنے والا گویا اللہ کے حق کو ضائع کرنے والا ہے۔ وہ غضبِ الٰہی اور قہرِ خداوندی کا مستحق ہے اور وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ (بحوالہ غنیتہ الطالبین ص ۱۳۴)

حدیث: ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اپنے شوہر کی مُطیع و فرمانبردار ہو تو گویا یاد رکھو! اس کے لئے استغفار اور دعائے مغفرت کرتے ہیں' پرندے ہوا میں' مچھلیاں پانی میں' درندے جنگلوں میں اور فرشتے آسمان میں۔ (بحوالہ بحرِ محیط)

حدیث: حضرت طاق بن علیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا اگر کسی عورت کا شوہر اس کو اپنی حاجت روائی کے واسطے بلائے تو اس وقت اگر وہ تنور پر بیٹھی ہو اور روٹی کے جلنے کا خوف ہو تب بھی اس کو فوراً حاضر ہو جانا چاہیے۔ (بحوالہ مشکوۃ ص ۴۸۷)

حضرت اصمعیؒ کا بیان ہے کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ اس کے بدن پر ریشمی لباس ہے' اس کے ہاتھوں میں مہندی رچی ہوئی ہے اور ایک جائے نماز پر بیٹھ کر تسبیح پڑھ رہی ہے' میں نے اس عورت سے حیرت کے ساتھ پوچھا کہ عبادت کے ساتھ اس زیب و زینت کا کیا جوڑ ہے؟ یہ سن کر وہ عورت کہنے لگی عبادت اللہ کے لئے اور یہ زیب و زنیت شوہر کے لئے دونوں کا حق ادا کرنا مجھ پر فرض ہے اس بات سے میں یہ سمجھا کہ یہ ایک نیک عورت ہے۔ (بحوالہ احیاء جلد ۲ قسط ا باب النکاح)

حدیث: ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو عورت اپنے خاوند کے لئے بنی سنوری رہے گی تو دو سو برس کی عبادت کا ثواب پائے گی بشرطیکہ خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ ہو" (بحوالہ بیہقی)

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی مرد(شوہر) اپنی اہلیہ کو اپنے بستر کی طرف بلاتا ہے اور وہ آنے سے انکار کر دیتی ہے، جس سے شوہر ناراض ہو جاتا ہے اور اسی حال میں شب گزارتا ہے تو ایسی حالت میں تمام رات اس عورت پر فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں (ایک دوسری روایت میں یہ آیا ہے کہ اگر مرد اونٹ پر سوار ہو اور صحبت کرنا چاہے تو تمہارے لئے انکار کرنا جائز نہیں۔(یعنی اتنا مطیع ہو کر رہو کہ اس کو کسی وقت بھی تکلیف نہ دو۔ البتہ ناجائز کاموں میں اطاعت ضروری نہیں۔

(بحوالہ بخاری جلد ۲ ص ۲۲۹۔ وابن کثیر جلد اپ ۵ ص ۲۲)

اگر عورت خوبصورت ہے اور حسن وجمال کے زیور سے آراستہ ہے تو شوہر کے سامنے اپنی خوبصورتی پہ نازاں نہ ہو اور نہ شوہر کو اس کی بدصورتی اور تنگ دستی کی وجہ سے حقیر سمجھے، اور نہ کسی سبب سے اپنے شوہر پر فخر کرے کیونکہ یہ سب قدرتی چیز ہے نہ کہ اپنی ذاتی۔

حدیث: ایک شخص بدصورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اس کی بیوی نہایت خوبصورت تھی، اس کے حسن وجمال پر دنیا تعجب کرتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تیری عورت تیرے ساتھ کیا برتاؤ کرتی ہے؟ اور تجھے کس نظر سے دیکھتی ہے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ میری بہت قدر کرتی ہے اور میری بلا اجازت گھر سے باہر نہیں جاتی اور اسے اپنے حسن وجمال کا کوئی لحاظ نہیں بلکہ میری خدمت کی طرف دھیان ہے، یہ سن کر آپؐ نے فرمایا جا، اس سے کہہ دے کہ وہ جنتی عورتوں میں سے ہے کیونکہ باوجود حسن وجمال کے اپنے شوہر کی تابعداری کرتی ہے، اس کی بدصورتی پر نہیں جاتی۔

(بحوالہ طبرانی وغنیتہ الطالبین)

اصمعی ؒ کہتے ہیں کہ میں ایک گاؤں میں گیا، مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ ایک حسین ترین عورت ایک ایسے مرد کی شریک زندگی تھی جو انتہائی بدصورت اور تنگ دست تھا، میں نے اس عورت کے سامنے بھی اظہار حیرت کیا اور پوچھا کہ کیا تم اس جیسے شخص کی بیوی بننے پر خوش ہو؟ اس نیک عورت نے مجھے ڈانٹ کر خاموش کر دیا، اور کہنے لگی! تم غلطی پر ہو، میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ اس شخص نے کوئی نیک کام کیا تھا جس کا صلہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی بیوی ہونے کی توفیق دیا اور اللہ نے مجھ پر یہ بہت بڑا کرم فرمایا اور یہ کہ

ہماری رفاقت میں اللہ کی مرضی شامل ہے بھلا جو چیز اللہ نے میرے لئے پسند فرمائی ہے میں اس پر راضی کیوں نہ رہوں؟ (احیاء جلد ۲ قسط ا غنیتہ الطالبین)

عورت کے لئے یہ بات کسی طرح جائز نہیں کہ اگر اس کا شوہر فقیر اور محتاج ہو تو اس کو حقارت کی نظر سے دیکھے اور بد اخلاقی اور تُرش روئی سے پیش آئے حدیث پاک میں اس سلسلے میں بڑی مذمت اور وعیدیں آئی ہیں۔

حدیث: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اپنے محتاج شوہر کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے اور بد اخلاقی و بد کلامی سے پیش آتی ہے' تو اس کو جنت تو کیا' جنت کی بُو تک نصیب نہ ہوگی اور ہمیشہ خدا کی پھٹکار پڑتی رہے گی۔ (بحوالہ طبرانی اوسط)

لہٰذا اگر شوہر بے کس و مجبور ہو تو عورت کو چاہیے کہ گھر پر کمائی کا ذریعہ بنا لے یعنی کپڑے سلائی' آٹا پسائی' کپڑا بنائی وغیرہ کا کام کر کے شوہر کی خدمت کرے' حدیث شریف میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نیک عورت اپنی کمائی سے اپنے محتاج شوہر کی خدمت میں ایک درہم خرچ کرتی ہے تو یہ ایک درہم اس سے بہتر ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں سات سو پہاڑ سونا صدقہ کر دے' (اکسیر ہدایت امام غزالی)

حدیث: حضرت معاذ ابن جبلؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لَا تُؤذِی اِمرَأَۃ زَوجَھا فِی الدُّنیا اِلا قَالَت زَوجَتہ من الحُورِ العِینِ لَا تُؤذِیہ قاتلک اللّٰہ فَاِنَّماھوَ عندکَ رجل یُوشِکَ یُفارِقُکَ اِلیناَ** یعنی "جب کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے تو جنت کی حوروں میں سے وہ حور جو اس کو جنت میں ملے گی وہ یہ کہتی ہے اے عورت! خدا تیرا ستیاناس کرے اور تجھے ہلاک کرے' تو اسے کیوں ستاتی ہے' یہ تو تیرے پاس چند روز کے لئے مہمان ہے' یہ جلد تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس چلا آئے گا۔

(بحوالہ ابن ماجہ جلد ا۔ حدیث ۲۰۳۷۔ ص ۲۹۶ و ترمذی۔ واحیاء جلد ۲۔)

عورت کو چاہیے کہ اپنے شوہر کی پیٹھ پیچھے اس کی بدگوئی نہ کرے اور اپنے خاوند کی غیبت سے اپنے نفس کو بچا کے رکھے اور اس کا عیب دوسروں سے بیان نہ کرے' آج کل اکثر عورتوں کے نزدیک یہ عیب عیب ہی نہ رہا بلکہ ایک ہُنر بن گیا یہ کتنی غضب کی بات ہے جب کہ حدیث میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں جو عورت آخرت کی کامیابی و خوشحالی کی امید رکھے اور عذاب الٰہی سے نجات چاہے اس کو اس ناپاک حرکت سے باز آنا چاہیے۔

حدیث: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت خاوند کے عیب کو بیان کرے وہ دوزخ کی آگ اپنے اوپر تیز کرے اور اپنا ٹھکانا دوزخ میں کر لے۔

(بحوالہ طبرانی و غنیتہ الطالبین)

حضرت فُضیل ابن عیاضؒ نے فرمایا کہ دنیا میں تین عمل ایسے ہیں جو انسان کے تمام اعمال صالحہ کو برباد کر دیتے ہیں اور وضو والے کا وضو اور نماز والے کی نماز اور روزہ خراب کر دیتے ہیں (۱) غیبت (۲) چغلخوری (۳) جھوٹ۔ (بحوالہ تفسیرِ معارف القرآن جلد ۸ ص ۸۴۱)

حدیث: حضرت شعبیؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے آدمی جنت میں داخل نہ ہوں گے (۱) ناحق خون بہانے والا (۲) غیبت و چغلخوری کرنے والا (۳) سود کا کاروبار کرنے والا (جو انسان یقیناً اللہ سے ڈرتا ہے صرف وہی انسان ان عیوب سے اپنے کو پاک رکھے گا۔ (قرطبی)

حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ عذاب قبر کی تین قسمیں ہیں (۱) ایک قسم غیبت کرنے سے (۲) ایک قسم چغلی کرنے سے (۳) اور ایک قسم کپڑے کو پیشاب سے پاک نہ رکھنے سے۔

(بحوالہ اکسیر ہدایت ص ۳۱۶)

حدیث: حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں کسی شخص پر عیب لگانے کے لئے ایسی بات کہے گا جس سے وہ بَری ہے تو اللہ تعالیٰ پر واجب ہو گا کہ وہ قیامت کے دن اُسے دوزخ کی آگ میں پگھلائے۔ (بحوالہ احیاء العلوم جلد ۳ قسط ۳ ص ۳۸۷)

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن ہمیشہ اپنے بھائی کے لئے عذر ڈھونڈتا ہے اور منافق ہمیشہ اپنے بھائی کے لئے عیب تلاش کرتا ہے۔ (بخاری و نسائی)

حدیث: حضرت معاذ ابن انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص منافق کی غیبت سے صرف اللہ مؤمن کو بچائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے واسطے جہنم کی آگ سے حفاظت کے لئے ایک فرشتہ مقرر فرمائے گا" تاکہ اس کو جہنم کی بُو تک نہ لگے"

(مشکوۃ جلد ۲ ص ۱۶۱)

حدیث: حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں تین

شخص ایسے ہیں جن کی نہ دعا قبول ہوتی ہے نہ کوئی نیک عمل ان کا آسمان کی طرف جاتا ہے' (۱) اوّل بھاگا ہوا غلام' جب تک وہ اپنے آقا کے پاس واپس نہ آجائے' اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں نہ دے دے (۲) دوسرے وہ عورت جس سے اس کا شوہر کسی حق بات پر ناراض ہو' جب تک کہ وہ اس کی تلافی نہ کرے' (۳) تیسرے وہ شخص جو کسی نشہ کی وجہ سے مدہوش ہو جب تک اسے ہوش نہ آجائے۔ (مشکوۃ جلد ا ص ۲۸۹)

شریعتِ اسلام مرد و عوت کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ آپس کی راز کی باتیں غیر سے بیان کرے اور اپنے پوشیدہ ازدواجی معاملات کا حال کسی دوسرے سے اظہار کرے' کیونکہ یہ سراسر بے وقوفی اور جہالت ہے اور شرعاً و عقلاً دونوں کے خلاف ہے' اور عورت شوہر کی نہ دی ہوئی چیز کو سوکن کے پاس بیان نہ کرے شرع میں یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے دوسرے کی دل شکنی ہوگی

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جلسے میں مردوں کو مخاطب کر کے پوچھا کہ تم میں سے کوئی شخص بھی ہے جو اپنی بیوی کی راز کی باتیں پوشیدہ رکھتا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگ ہیں' تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اس فعل کو لوگوں سے بیان کرتا پھرتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی سے ایسا کیا' ویسا کیا؟ یہ سن کر لوگ خاموش رہے' اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے مخاطب ہو کر پوچھا کیا تم میں کوئی ایسی عورت ہے جو اپنے شوہر کی خاص باتیں دوسروں سے بیان کرتی ہو؟ یہ سن کر عورتیں بھی خاموش رہیں' کچھ دیر بعد ایک جوان عورت اپنے زانو کے بل کھڑی ہوئی اور آگے بڑھ کر عرض کرنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی باتیں مرد بھی کرتے ہیں اور عورتیں بھی' تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مرد یا عورتیں ایسی باتیں کرتی ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شیطان ایک شیطانیہ سے کوچہ و بازار میں صحبت کرتا ہے اور اپنی حاجت پوری کر کے چل دیتا ہے' حالانکہ لوگ ان کو دیکھ رہے ہوتے ہیں' اے لوگو یاد رکھو! کہ ایسی حرکتیں کسی مؤمن و مؤمنہ کی شان نہیں ہے "قیامت کے میدان میں اس بات کی بھی پکڑ ہوگی" (ابوداؤد جلد ا ص ۲۱۹۔ **غنیتہ الطالبین** ص ۱۳۸)

حدیث: حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری سوکن ہے' اگر میں

اس کے سامنے اپنے خاوند کی طرف سے کسی ایسی چیز کا اظہار کروں جو اس نے مجھ کو نہ دی ہو' تو کیا اس میں کوئی گناہ ہے؟ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ دی ہوئی چیز کا اظہار کرنے والا جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی طرح ہے "یعنی ڈبل جھوٹ بولنے والا ہے۔" (صحیح تجرید بخاری جلد ۲ ص ۳۳۵)

حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لَا تُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ حَتّٰى تَصِفُهَا لِزَوْجِهَا كَاَنَّهٗ يَنْظُرُ اِلَيْهَا** 'یعنی عورت عورت سے خلا ملا نہ کرے ایسا نہ ہو کہ وہ اس کی کیفیت اپنے شوہر سے اس طرح بیان کرے کہ گویا وہ خود اس کو دیکھ رہا ہے "یہ بہت ہی ذلیل حرکت ہے اور باعث گناہ بھی۔"

(ترمذی)

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' **الْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ** 'یعنی "عورت اپنے شوہر کے گھر کی حکمراں ہے اور وہی اپنی حکومت کے دائرہ میں اپنے عمل کے لئے جوابدہ ہے۔ (بحوالہ بخاری)

حدیث: حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ تم میں ہر ایک شخص حاکم اور نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اس لئے اس سے اپنے گھر والوں کی پرسش ہوگی اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی حکمراں ہے اس لئے اس سے بھی معلوم کیا جائے گا اور اپنی ذمہ داری کی باز پرس ہوگی۔

(بحوالہ بخاری)

عورت پر شوہر کا ایک حق یہ بھی ہے کہ شوہر کے گھر کی کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر نہ دے' اگر دے گی تو خود گنہگار ہوگی' لیکن شوہر کو ثواب ملے گا اور شوہر کا مال فضول خرچ نہ کرے' بلکہ کم سے کم خرچ کرے' اور اس کے مال کی حفاظت کرے ورنہ قیامت کے روز اس بات کی پکڑ ہوگی۔

حدیث: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لَا يَحِلُّ لَهَا اَنْ تُطْعِمَ مِنْ بَيْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ اِلَّا الرَّطْبَ مِنَ الطَّعَامِ وَلَا تُعْطِىْ مِنْ بَيْتِهٖ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَاِنْ فَعَلَتْ ذٰلِكَ كَانَ لَهُ الْاَجْرُ وَعَلَيْهَا الْوِزْرُ** 'یعنی "عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے وہ اپنے شوہر کا مال اس کی اجازت کے بغیر کھلائے ہاں تر کھانا کھلانے کی اجازت ہے "یعنی جو چیز زائد بچ جائے یا

سڑنے کا ڈر ہے وغیرہ اس کا بِلا اجازت دینا نہیں ہے" اور نہ عورت کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ شوہر کے گھر سے کوئی چیز بِلا اجازت کسی کو دے اگر دے گی تو شوہر کو اس کا اجر ملے گا وہ خود گنہگار ہوگی۔ (ابوداؤد بیہقی و احیاء جلد ۲)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ نے فرمایا کہ شوہر جو مال و دولت اپنی زوجہ کے پاس گھر کے خرچ کے واسطے دے یا جمع رکھنے کے لئے دے تو اس مال میں سے بِلا اجازت صَرف کرنا ہرگز جائز نہیں حتیٰ کہ سائل کو دینا بھی جائز نہیں بلا اجازت صَرف کرنا ہرگز جائز نہیں حتیٰ کہ سائل کو دینا بھی جائز نہیں۔ (بحوالہ اصلاحُ المسلمین ص ۴۹)

عورت کو چاہیے کہ شوہر کے گھر کا کام خود اپنے ہاتھ سے کرے اور شوہر کو زحمت نہ دے بلکہ جہاں تک ہوسکے شوہر کی خدمت کرکے خدا کا قُرب حاصل کرے۔

حدیث: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' **اقرب ماتکون المرأۃ من وجہ ربھا اذا کانت فی خلمت زوجھا**۔ یعنی عورت اپنے رب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے شوہر کی خدمت میں رہے (اور نیک کاموں میں اس کی اطاعت کرے۔) (بحوالہ ابوداؤد)

حدیث: ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اپنے شوہر کے گھر میں جھاڑو دیتی ہے' وہ گویا خانہ کعبہ میں جھاڑو دیتی ہے یعنی اس کو اتنا ثواب ملے گا جتنا ثواب خانہ کعبہ میں جھاڑو لگانے پر ملے گا (اکسیر ہدایت) اور عورت کو چاہیے کہ اپنے شوہر کے کپڑے وغیرہ دُھویا کرے اور کبھی کبھی چکّی بھی پیسا کرے کہ ازواجِ مطہرات اور دخترانِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہے۔

حدیث: حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی حضرت اسماؓ فرماتی ہیں کہ جب میری شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی تو ان کے پاس نہ زمین و جائداد تھی نہ مال و دولت اور نہ باندی نہ غلام' صرف ایک گھوڑا تھا اور ایک اونٹ تھا جو پانی لانے کے کام میں استعمال ہوتا تھا۔ میں خود گھوڑے کو گھاس دانہ دیتی' پانی پلاتی اس کا جسم مَلتی اور اپنے شوہر کے ہر متعلقہ خدمت انجام دیتی' اونٹ کے لئے کھجوروں کی گٹھلیاں کُوٹتی اور اسے کھلاتی' ڈول سِیتی' پانی بھر کر لاتی' آٹا گوندتی روٹی پکاتی' میلوں کی مسافت طے کرتی گٹھلیاں سر پر لاد کر لاتی میری یہ حالت دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بہت مبارک بیٹی ہو آخرت بہت کامیاب رہے گی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے دعائیں دیں۔ (بحوالہ ابن

ماجہ غنیتہ الطالبین و احیاء العلوم۔)

حدیث: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتی ہے اس پر لازم ہے کہ خاوند کے سامنے اپنے حسن و جمال پر فخر نہ کرے اور خاوند کی بُرائی نہ کرے اور عیب نہ نکالے اور خاوند کی ناشکری نہ کرے اور ہر وقت خرید و فروخت کا سوال نہ کرے اور اپنے شوہر سے ایسی چیز کا سوال نہ کرے جس میں وہ عاجز ہو بلکہ تھوڑا بہت جو کچھ خدا نے اسے دیا ہے اسی پر قناعت کرے اور یہ بھی نہ کہے کہ تو نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور مجھے کیا دیا ہے کیونکہ یہ بے وفا اور بے مروّت عورتوں کی عادت ہے اور بلا ضرورت شدید پڑوسی کے گھر نہ جائے اور ہمسایوں سے باتیں کم کرے' یہ سب باتیں کسی مؤمن عورت کو زیب نہیں دیتیں' باحیاء کو اپنی عصمت و عفت کا خیال رکھنا چاہیے' اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم نہ رکھے' اگر وہ جانے کی اجازت دے تو معمولی اور سادہ لباس میں پردے کے تمام تقاضوں کی تکمیل کے بعد جائے اور ہر کام میں شوہر کی خوشی کو اصل مقصد قرار دے اور نماز روزہ تسبیح وغیرہ کی پابندی کرے'' غرض عورت پر واجب ہے کہ گھر سے متعلق ہر ممکن خدمت انجام دے' گھر کے نظم و نسق کا دارومدار عورت پر ہے' اسے کسی بھی ایسے کام سے گریز نہ کرنا چاہیے جو اس کے بس میں ہو' ان تمام باتوں کا بہترین نمونہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کی صاجزادی حضرت اسماؓ کا واقعہ ہے جس کا ذکر اس سے پہلے حدیث میں ہے ایسے اور بہت سے واقعات ہیں عبرت کے لئے یہ کچھ کم نہیں۔

محترم قارئین! یہاں تک جو کچھ آپ نے مطالعہ کیا ہے اس کا تعلق بیوی کے فرائض اور بیوی پر میاں کے حقوق سے تھا' اب آگے ملاحظہ فرمائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مردوں کے لئے سب سے بڑا فتنہ کیوں بتایا؟

دنیا میں مردوں کے لئے سب سے بڑا فتنہ کیا ہے؟

محترم! اس جہاں میں مردوں کی دینی تباہی و رسوائی اور تنزلی کے بہت سے اسباب ہیں' جن کی گرفت میں آکر انسان اپنی دنیا کو بھی خراب کر دیتا ہے اور عقبیٰ کو بھی' ان تباہی و بربادی کے اسباب میں سے ایک اہم اور مُہلک سبب عورت بھی ہے' عورت کے لئے مرد شریعت و سنت کو چھوڑ کر رسم و رواج و بدعت کو اپناتا ہے اور حد یہ کہ عزت و شرافت'

عادت واخلاق' تاج و تخت کو بھی ٹھوکر مار دیتا ہے اور اسی عورت کی گرفت میں آکر بڑے بڑے متقی اپنے تقویٰ کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اور عبادت الٰہی کو چھوڑ کر شیطان رجیم کی دلجوئی میں لگ جاتے ہیں اور خواہش نفس کے غلام بن کر آخر نفس کی خوشی اور شیطان کی تابع داری مدنظر رکھتے ہیں نہ کہ خدا کی رضاجوئی و خوشنودی؟

حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز کے واسطے تشریف لے گئے' واپسی کے وقت آپ کا گزر کچھ عورتوں کے مجمع کے قریب سے ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو خطاب کرکے فرمایا کہ تم لوگ صدقہ خیرات زیادہ سے زیادہ دیا کرو کیونکہ میں نے سب سے زیادہ جہنم میں عورتوں ہی کو دیکھا ہے یہ سن کر ان عورتوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عورتیں کیوں سب سے زیادہ دوزخ میں جائیں گی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بالخصوص اس کی چار وجہ ہیں۔

(۱) تم لعنت زیادہ کرتی ہو۔

(۲) یہ کہ شوہر کی نافرمانی زیادہ کرتی ہو' بات بات میں بگڑ جاتی ہو۔

(۳) یہ کہ دین و عقل دونوں میں تم ناقص ہو۔

(۴) یہ کہ ہوشیار اور پرہیزگار مرد کی عقل و تقویٰ کو زائل کرنے والا اور برباد کرنے والا میں نے تمہارے سے زیادہ اور کسی میں نہیں دیکھا۔

لہٰذا بڑی سوچ سمجھ کے اور ہوشیاری سے زندگی گزارنا' اور دوسروں کی بُرائی کرنے سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا' اور شوہر کی خدمت دل وجان سے کرنا اور عبادت الٰہی میں کوئی کوتاہی نہ کرنا' اسی میں تمہاری کامیابی ہے' یہ فرمانے کے بعد ان عورتوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین میں اور ہماری عقل میں کیا نقص ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تم ہی بتاؤ کیا ایک مرد کے عوض میں دو عورتیں گواہی نہیں دیتیں؟ عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو درست ہے' فرمایا بس یہی چیز عورتوں کے ناقص العقل ہونے کی علامت ہے' پھر فرمایا اچھا یہ بھی اور بتادو کہ جب عورت کو حیض آتا ہے تو کیا وہ روزہ' نماز ادا کرسکتی ہے؟ کہا نہیں فرمایا بس یہی ان کے دین کا نقصان ہے۔

(بحوالہ بخاری جلد ۱' ابن کثیر جلد ۱ پ ۳ ص ۳۴)

حدیث: حضرت اسماءؓ بنت یزید انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے میں اس وقت اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ تھی'

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سلام کیا اور فرمایا مُحسنوں کی ناشکری اور ناقدری سے بچو' تم میں سے ایک اپنے والدین کے ہاں عرصہ تک بے بیاہی بیٹھی رہتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اُسے شوہر کی نعمت سے ہمکنار فرماتا ہے' پھر اس کے ہاں اولاد کی چہل پہل و رونق ہوتی ہے (اُن تمام خوبیوں و احسانات کے باوجود) اگر کبھی کسی بات (یا فعل) پر شوہر سے معمولی سی رنجش ہوجاتی ہے تو (عورتیں اس لمبی رفاقت و محبت اور محنت و جفاکشی کو نظرانداز کر کے بالکل طوطا چشمی اور بے وفائی سے) بول اُٹھتی ہیں کہ میں نے تو تجھ سے کبھی آج تک اچھا سلوک دیکھا ہی نہیں اور نہ کوئی بھلائی دیکھی (یہاں پر عورت کے ایک خاص مزاج و فطرت کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر کبھی شوہر سے تھوڑی سی بدعنوانی و ناراضگی ہوجائے تو اس پر کہہ دیا کرتی ہیں کہ ہم نے تجھ سے آج تک کوئی فائدہ نہیں دیکھا ایک لمحہ میں اس کے سارے کیئے دھرے پر پانی پھیر دیتی ہے اور ساری محنت کو زیرِ خاک کردیتی ہے اور یہ عادت آج کل اکثر عورتوں کے اندر پائی جاتی ہے' یہ انتہائی قابلِ مذمت حرکت ہے)

(بحوالہ صحیح بخاری کتاب الایمان الادب' المفرد ص ۱۵۳)

مرد کی شان یہ ہے کہ عورت اس کی اتباع کرے نہ یہ کہ وہ عورت کا تابع بنے اللہ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم مقرر فرمایا ہے نہ کہ غلام' جس کی وضاحت کتاب کے شروع میں آپ کی نگاہوں سے گزری ہے' عورت کے تابع و غلام بن جانے والے آج کے حضرات امریکہ کے طلوع و غروب پر ایک نظر فرمائیں' امریکہ کے ایک ماہر سماجیات نے جواب تک خاندانی امور اور گھریلو جھگڑوں پر تین کتابیں لکھ چکے ہیں انہوں نے اپنی تازہ کتاب میں لکھا ہے کہ امریکہ میں ہر سال کم از کم دو لاکھ پچاس ۵۰ ہزار مرد اپنی بیویوں کے طمانچے کھاتے ہیں' اور گھروں میں بھیگی بلی بنے رہتے ہیں اکثر امریکی بیویاں شوہروں کی خوب ٹھکائی کرتی ہیں بعض اوقات مارپیٹ اتنی زوردار ہوجاتی ہے کہ شوہروں کو ہسپتالوں میں داخل ہونا اور زخموں کا باقاعدہ علاج کروانا پڑتا ہے' کیونکہ یہ زخم بوتل پھینکنے لاٹھی چلانے اور آگ لگ جانے سے ہوتے ہیں' ڈاکٹر سوزانے اسٹین میز' کا کہنا ہے کہ امریکی بیویاں غیض و غضب میں شوہروں پر کھولتا پانی پھینک دیتی ہیں۔ انہیں صوفے یا میز سے باندھ کر مارتی ہیں' کبھی گلدان تو کبھی آشترے سے ان کے چہروں کو زخمی کردیتے ہیں اس لئے میاں کو ہر وقت گھر میں خاموش رہنا پڑتا ہے اگر اہلیہ مالدار اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو تو وہ اپنے شوہر کو حقیر سمجھتی ہے اور چاہتی ہے کہ ہر کام اس کی مرضی و خواہش اور اجازت کے مطابق ہو' یہ چیز عورتوں میں اس لئے پیدا ہوئی کہ خود مردوں نے عورتوں کی آزادی کی

تحریک چلائی اور یہ بھول گئے کہ اس کا انجام کیا ہو گا؟
مرد پر واجب ہے کہ عورت کی ہربات میں حق کی اتباع کرے تاکہ عورتوں کے شرو مکر سے محفوظ رہے' ان کا شر واضح ہے اور فریب میں یہ شیطان کا مقابلہ کرتی ہیں، عام طور پر عورتوں کے مزاج میں بد خلقی' اور کم عقلی کے عناصر زیادہ پائے جاتے ہیں' یہ احادیث و واقعات کی روشنی میں ملاحظہ ہو۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو خطاب کرکے فرمایا کہ تین بلاؤں سے خدا کی پناہ مانگو' ان میں سے ایک بلا بُری عورت ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ **فانها المشيبة قبل الشيب** یعنی بُری عورت وقت سے پہلے بوڑھا کردیتی ہے۔

(بحوالہ منصور دیلمی واحیاء جلد ۲)

حدیث: حضرت اُم سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے بعد مردوں کے واسطے عورتوں سے زیادہ کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔
(بحوالہ تجرید بخاری جلد ۲ ص ۳۳۱)

واقعہ: حضرت فُضیل بن عیاضؒ جو مشائخ کے مقتداء راہ طریقت کے ہادی' ولایت و ہدایت کے مہر منور اور عبادت و ریاضت میں شیخ کامل تھے ابتدائی دور میں آپ ایک حسین عورت پر فریفتہ ہو گئے اور اکثر اس کی محبت میں گریہ وزاری کرتے رہتے' نہ صرف یہ بلکہ اکثر اپنی محبوب اور دل پسند چیزیں اس عورت کی دل جوئی کے لئے بھیج دیتے اور گاہے گاہے خود بھی اس کے پاس جاتے رہتے' ایک مرتبہ رات میں کوئی قافلہ آکر ٹھہرا اور اس میں ایک شخص یہ آیت تلاوت کر رہا تھا کہ "کیا اہل ایمان کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ کے ذکر سے خوفزدہ ہو جائیں؟

(سورہ حدید پ ۲۷ آیت ۱۶)
اس آیت کا حضرت فُضیل کے قلب پر ایسا اثر ہوا جیسے کسی نے تیر ماردیا ہو اور آپ ندامت و حسرت کا اظہار فرماتے ہوئے تائب ہوئے اور مشغول عبادت و ریاضت ہو گئے۔

واقعہ: حضرت عبداللہؒ بن مبارک جو علوم ظاہری و باطنی سے مُرصّع اور شریعت و طریقت سے آراستہ تھے ابتدائی دور میں آپ بھی ایک کنیز کی محبت میں گرفتار ہو گئے اور محبت کا عرصہ بہت طُول پکڑ گیا' چنانچہ سردیوں کی ایک رات میں ایک شام سے صبح تک

اس کے مکان کے سامنے انتظار میں کھڑے رہے اور جب سحر نمودار ہوئی تو رات کے بیکار جانے کا بے حد ملال ہوا اور قلب میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر میں یہ پوری رات عبادت میں گزارتا تو اس بیداری سے وہ لاکھ درجہ بہتر تھا' بس اسی تصوّر سے آپ نے تائب ہو کر عبادت و ریاضت کو صدق دلی کے ساتھ اپنا مشغلہ بنالیا اور بہت قلیل عرصہ میں ان مذکورہ خوبیوں کے مالک بنے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۱۱)

واقعہ : حضرت ذوالنوّن مصریؒ ابتدائی دور میں جب کسی نوجوان عابد سے نیاز حاصل کرنے پہنچے' تو اس کی عبادت و ریاضت اور نفس کشی کو دیکھ کر ذوالنوّن مصریؒ نے فرمایا کہ اے فلانے تم تو واقعی بہت بڑے زاہد ہو' اس نوجوان نے جواب دیا اگر تم واقعی کسی بڑے زاہد و عابد کو دیکھنا چاہتے ہو تو سامنے کے پہاڑ پر جاکر دیکھو' چنانچہ جب حضرت ذوالنوّن مصری وہاں پہنچے تو ایک نوجوان کو پڑا ہوا دیکھا جس کا ایک پیر کٹا ہوا باہر پڑا تھا اور اس کا جسم کیڑوں کی خوراک بنا ہوا تھا' یہ صورت حال دیکھ کر آپ نے وجہ دریافت کی تو اس نوجوان نے بتایا کہ اس کا اصل سبب عورت ہے' ایک دن میں اس جگہ مصروف عبادت تھا کہ ایک خوبصورت نوجوان عورت سامنے سے گزری جس کو دیکھ کر میں فریب شیطانی میں مبتلا ہوا اور اس کے نزدیک پہنچنے کے لئے پہلا قدم اٹھایا' اسی وقت نِدائے غیبی آئی کہ اے بے غیرت تیس ۳۰ سال خدا کی عبادت و ریاضت اور اطاعت میں گزار کر آج شیطان کی اطاعت کرنے چلا ہے' لہٰذا میں نے اسی وقت اپنا یہ پیر قطع کر دیا کہ گناہ کے لئے پہلا قدم اسی پیر سے بڑھایا تھا۔

واقعہ : حضرت ابو حفص حدادؒ کو جوانی میں ایک لڑکی سے عشق ہو گیا اور اس کو حاصل کرنے کے لئے آپ نے نیشاپور کے ایک بہت بڑے معروف و مشہور جادوگر سے ملاقات کی' لیکن اس جادوگر نے یہ شرط لگادی کہ آپ چالیس یوم خدا کی عبادت کو ترک کر کے میرے پاس آنا' چنانچہ حضرت ابو حفص نے لڑکی کو حاصل کرنے کے لئے اس کی ہدایت پر عمل کیا' جب چالیس ۴۰ یوم کے بعد اس جادوگر کے پاس پہنچے' تو اس نے طرح طرح کے جادو کرنے شروع کر دیئے۔ مگر ایک بھی کارگر نہ ہو سکا۔ آخر جادوگر نے کہا کہ اس چالیس یوم میں تم نے ضرور کوئی نیک عمل کیا ہے' تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو کوئی ایسا عمل نہیں کیا البتہ اتنا ضرور ہوا کہ راستہ میں پڑے ہوئے پتھر' کانٹے وغیرہ اٹھا کر اس نیت سے پھینک دیتا تھا کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے' یہ سن کر جادوگر نے کہا کہ کس قدر افسوس ناک ہے یہ بات کہ آپ ایسے خدا کی عبادت سے گریزاں ہیں جس نے معمولی سی نیکی کو وہ قبولیت

عطا کی کہ میرے تمام جادو ناکام ہو کر رہ گئے۔ آپ نے اسی وقت خالص دل سے توبہ کر کے خدا کی عبادت کو اپنا مشغلہ بنالیا اور آپ بعد میں بہت بڑے عظیم المراتب بزرگوں میں سے ہوئے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۱۸۲)

واقعہ: حضرت ابو محمد مرتعش جو عظیم المرتبت بزرگ تھے ابتدائی دور میں ایک بار آپ بغداد کے کسی محلے سے گزر رہے تھے کہ پیاس محسوس ہوئی اور جب آپ نے کسی ایک مکان پر جا کر پانی طلب کیا تو ایک نہایت حسین لڑکی پانی لے کر آئی اور وہ لڑکی اتنی حسین و جمیل تھی کہ آپ اس کو دیکھتے ہی اس پر عاشق ہو گئے پھر آپ نے اس لڑکی کے والد سے جب اپنی قلبی کیفیت کا اظہار کیا' تو اس نے بخوشی لڑکی کا نکاح آپ سے کر دیا' اور آپ کو اس سے بے حد لگاؤ ہو گیا' اور نماز روزے سے کچھ خاص لطف نہیں رہا' ایک دن خلوصِ دل سے نماز پڑھنے کی کوشش کی مگر اس حسین لڑکی سے بے حد لگاؤ ہونے کی وجہ سے نماز میں دل نہیں لگا۔ فوراً" غیب سے ندا آئی کہ اے ابو محمد! جو "دل" مخلوق کی محبت میں اس طرح گرفتار ہو' اس دل میں خالق کی محبت کیسے آسکتی ہے؟

غیب سے یہ آواز سن کر آپ کافی دیر تک روتے رہے۔

اس کے بعد آپ خلوصِ دل سے خدا کی یاد اور عبادت میں لگ گئے' اور خدا سے اپنی غلطی کے لئے توبہ کرتے رہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۲۸)

حضرت ابو سعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اتقوا فتنۃ الدنیا و فتنۃ النساء فان اول فتنۃ بنی اسرائیل کانت من قبل النساء** یعنی" دنیا اور عورت کے فتنے سے بچو' اس لئے کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ اور سب سے نقصان دہ چیز عورتوں ہی کا برپا کیا ہوا تھا۔ (بحوالہ مسلم و احیاء جلد ۳ قسط ۲ ص ۲۶۱)

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کو فنا کرنے والی عورتوں ہی کی ذات تھی اور وہی ان کی ہلاکت کا باعث ہوئی سب سے اول فتنہ عورتوں میں پیدا ہوا۔ (بحوالہ مشکوۃ ص ۲۶۲)

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں فرمائی تھیں' ان میں ایک اہم نصیحت یہ بھی تھی کہ بیٹے! بری عورتوں سے بچتے رہنا' وہ تجھے وقت سے پہلے بوڑھا کر دیں گی اور تجھے خیر کی طرف نہیں بلائیں گی۔ (بحوالہ احیاء ص ۱۱۲)

ایک دفعہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ بیٹے! شیر اور اژدھے کے پیچھے جانا روا ہے مگر عورتوں کے پیچھے ہرگز نہ جانا وہ تیرا ایمان و اعمال ہلاک

کردیں گی اور دنیا میں اس سے بڑا فتنہ اور نہیں ہے۔ "لہٰذا بہت ہی احتیاط رکھنا۔"
(کیمیائے سعادت ص ۲۹۹)

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے انہوں نے اپنی قدرت اور زلیخا کی خواہش اور اصرار کے باوجود گناہ کی طرف قدم نہیں بڑھایا' قرآن پاک میں حضرت یوسف علیہ السلام کے اس اعلیٰ کردار کی تحسین کی گئی ہے' آپ پاک دامنی اور عفت کے باب میں سب کے امام اور پیشوا ہیں جن کی مثال بے مثال ہے جن کی نظیر بے نظیر ہے' جن کی خوبی لاتعریف ہے۔

واقعہ: حضرت سلیمان بن یسارؒ بہت حسین و جمیل اور خُوبرو مرد تھے' ایک عورت ان کے گھر آئی' اور مباشرت کی خواہش ظاہر کی انہوں نے انکار کر دیا اور دوڑتے ہوئے اپنے گھر سے نکل گئے' وہ عورت وہیں رہ گئی۔

اِنہیں حضرت کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلیمان مدینہ منوّرہ سے حج کے لئے روانہ ہوئے ان کے ساتھ ایک رفیقِ سفر بھی تھا' ان دونوں نے اَبواء پہنچ کر قیام کیا' رفیق نے تھیلا لیا اور خریداری کے لئے بازار چلا گیا۔ سلیمان خیمے میں بیٹھے رہے ایک بَدوی عورت کی نگاہ ان کے خُوبرو چہرے پر پڑی تو بِدِلُ و جان عاشق ہو گئی' آپ ایک پہاڑ کے دامن میں مقیم تھے' وہ عورت پہاڑ کی چوٹی پر تھی' ان کو دیکھ کر نیچے اتری اور خیمے میں پہنچ کر رک گئی اس کے چہرے پر نقاب تھا' اور ہاتھوں میں دستانے تھے' جب اس نے نقاب اٹھایا تو ایسا لگا جیسے بَدلی سے چاند نکل آیا ہو وہ انتہائی حسین و جمیل عورت تھی' اس عورت نے کہا مجھے کچھ دیجئے' سلیمان نے سوچا شاید وہ کھانے کی کوئی چیز مانگ رہی ہے اٹھے اور دسترخوان کا بچاہوا کھانا اٹھا کر اسے دینا چاہا' اس عورت نے کہا میں روٹی نہیں مانگتی' مجھے تو وہ اَمر مطلوب ہے جو میاں بیوی کے درمیان ہوتا ہے' یہ سن کر سلیمان نے کہا تجھے شیطان ملعون بہکا کر لایا ہے' اس کے بعد اپنے گھٹنوں میں سر دے کر زور زور سے رونے لگے' اور آنسو و نکسیر وغیرہ باقاعدہ جاری رہے' اس عورت نے انہیں اس طرح روتے ہوئے دیکھا تو شرمندہ ہو کر چلی گئی' رفیقِ سفر بازار سے واپس ہوا تو اس نے دیکھا کہ روتے روتے سلیمان کی آنکھیں وَرما گئی ہیں' رونے کی وجہ دریافت کی' فرمایا مجھے اپنی بیٹی یاد آ گئی تھی' اس نے بے یقینی سے کہا کہ اس سے پہلے آپ کو اپنی بیٹی یاد نہیں آئی' یہ آج اچانک کیا ہوا؟ غرض رفیق نے جب حقیقت جاننے پر بہت زور دیا تو آپ نے بدوی عورت کا قصہ سنا دیا' رفیق سن کر رونے لگا۔ آپ نے پوچھا تم کیوں روتے ہو؟

عرض کیا! اس لئے روتا ہوں کہ اگر آپ کی جگہ میں ہوتا تو اس عورت کا مطالبہ رَدنہ

کرپاتا اور گناہ میں مبتلا ہوجاتا' تھوڑی دیر تک دونوں روتے رہے سفر دوبارہ شروع ہوا جب مکۂ مکرمہ پہنچے اور طواف وسعی کے بعد حجر اسود کے قریب آئے تو سلیمان اپنے کپڑے سمیٹ کر بیٹھ گئے' بیٹھے بیٹھے نیند آگئی خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک خوبصورت دراز قامت مرد ہے اس کے جسم سے خوشبوئیں پھوٹ رہی ہیں' انہوں نے دریافت کیا! آپ کون ہیں اس مرد جوان نے بتایا کہ میں یوسف ہوں' فرمایا یوسف صدیق؟ فرمایا ہاں وہی یوسف ہوں سلیمان نے عرض کیا کہ زلیخا کے ساتھ آپ کا حال عجیب ہے' فرمایا اَبواء والی بدوی عورت کے ساتھ تمہارا حال اس سے بھی زیادہ عجیب ہے؟ (احیاء جلد ۳)

واقعہ: کسی شہر میں کوئی حسین و جمیل تاجر سامان تجارت فروخت کررہا تھا کہ کسی امیر گھرانے کی لونڈی کی نظر اس پر پڑی جس کو دیکھ کر وہ سوداگر کے حسن وجمال پر فریفتہ ہوگئی اور خریداری کے حیلے سے سوداگر کو بلا کر ڈیوڑھی میں لے گئی' اور امیر کی بیوی کو اس کے حسن وجمال سے مطلع کیا' بیوی نے اس شہرۂ آفاق حسین سوداگر کو پیام دیا کہ وہ سوداگری چھوڑ کر رات دن ہمارے پاس رہے ہمارے پاس مال کی کوئی کمی نہیں ہے ہم اس کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئیں گے' مگر اس خدا کے بندے نے ظاہری و عارضی دولت کے لئے پیامِ معصیت کو قبول نہ کیا اس پر لونڈی نے کہا اگر تو خوشی سے قبول نہ کرے گا تو تجھے جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا یہ ماجرا دیکھ کر نوجوان حسین سوداگر بہت پریشان ہوا اور کہنے لگا' بار الٰہی میں کس مصیبت میں گرفتار ہوگیا آخر اس نے جان پر کھیل کر لونڈی سے کہا اچھا مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو' لونڈی نے جواب دیا' اچھا بالا خانہ پر جاکر اطمینان سے وضو کرکے نماز پڑھ لو' چنانچہ اس نوجوان مردِ صالح نے اطمینان کے ساتھ نماز پڑھ کر حق تعالیٰ کے حضور میں دعا کی کہ یا الٰہ العالمین مجھے اس معصیت سے چھڑا مجھے ایمان کے ساتھ موت قبول ہے۔ مگر یہ دولت و معصیت قبول نہیں اس دعا کے بعد اس نیک بخت نے ہمت کرکے اللہ کا نام لے کر بالا خانہ سے نیچے چھلانگ لگائی فوراً حکم خدا سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کو پکڑ کر آرام سے زمین پر اتار دیا اور اس طرح اس ایماندار نیک صالح کی جان بھی بچ گئی اور معصیت سے بھی خدا نے اس کو بچالیا۔ (بحوالہ حکایات الصالحین)

واقعہ: ایک جلیلُ القدر بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک واقعہ میں نے سنا ہے کہ مصر میں ایک شخص تھا جو اذان و نماز کا بہت پابند تھا' اور صرف اذان و نماز کی محبت سے مسجد میں پڑا رہتا تھا۔ طاعت و عبادت کی برکت سے اس کے چہرہ اور پیشانی پر نُور برستا تھا' ایک روز وہ اپنی حسبِ عادت اذان کہنے کی غرض سے مسجد کے منارہ پر چڑھا' اسی منارہ کے نیچے عیسائی

کا گھر تھا' اتفاق سے اس گھر پر اس عابد کی نظر پڑی' دیکھا کہ ایک باکرہ لڑکی حُسنِ بے بہا اور صورتِ بے مثال اور آنکھوں میں سحر لئے ہوئے کھڑی ہے اور گیسو کی آرائش میں لگی ہوئی ہے اسی حسن کا پیکر اور نظرِ سحر میں گرفتار ہو کر وہ بے قابو ہو گیا اور اس کی لطافت و نزاکت کی عدالت میں وہ اپنے آپ کو گرفتاری دینے پر مجبور ہو گیا اور اذان و اقامت کو خیرباد کہہ کر شیطانِ رجیم کے نام سے نیچے اترا اور سیدھا اس عیسائی کے مکان کو اپنا نشانہ بنایا' اس کلی کی مسکان اور صبح کی کرن نے اس عابد کے اچانک اور بے وقت آنے کا سبب پوچھا اور کہا کہ کیا عزم و خیال ہے؟ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم کی زحمت گوارا کریں' اس عابد نے کہا اب تو میں خود تمہارا خادم بن کر آیا ہوں اور میرے قلب کی مکمل طور پر تم مالک ہو گئی ہو' یہ سن کر اس پریم کا ساگر اور پیاسی روح کی تراوٹ نے کہا میں اس طرح بغیر شادی کے غلط قدم نہیں اٹھا سکتی' اس عابد نے کہا شادی کے لئے تو میں ابھی تیار ہوں' اس لڑکی نے کہا یہ اس لئے محال ہے کہ تم مسلمان ہو اور میں عیسائی ہوں' اس حالت میں میرا والد تم سے ہرگز شادی پر آمادہ نہ ہو گا اس عابد نے کہا میں تمہارا پکا عاشق ہوں دل میں صرف تمہاری یاد و محبت ہے تمہارے لئے عیسائی ہونا میرے لئے ایک حقیر چیز ہے' یہ بات سن کر وہ شیطان لڑکی بولی ہاں ایسا تو ہو سکتا ہے' چنانچہ وہ شخص اسی وقت عیسائی ہو گیا اور اس فتنہ پرور لڑکی سے شادی بخوبی رچائی' اور اسی گھرانے سے وابستہ ہو گیا' لیکن اتفاق کی بات یہ ہے کہ شادی کے دن ہی وہ عابد بے حد سُرور و غرور کے ساتھ مکان کے کُوٹھے پر چڑھا اور دل کی خوشی و انتہائی مُسرّت سے تفریح کرتے کرتے کوٹھے سے گر پڑا اور بہت اونچائی سے گرنے کی وجہ سے اتنی شدت سے چوٹ لگی کہ عین وقت پر زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا' اس دل کی جان اور زندگی کی تحریک سے خلوت تک نصیب نہ ہوئی اور بے حاصل اپنا دین و ایمان بھی کھو بیٹھا اور مفت میں عقبیٰ کی رسوائی و تباہی اور عذاب الٰہی کو بھی مُول لے لیا اللہ ہمیں ناجائز جذبات اور نفسانی خواہشات کی پیروی سے بچا کر سنت رسولؐ اور قرآنی اصول پر چلنے کی توفیق دے۔

واقعہ:۔ ایک دفعہ ایک بادشاہ شکار کرنے نکلا' راہ میں ایک حسین و جمیل لڑکی کے حُسن پر فریفتہ ہو گیا اور حد یہ کہ خرید کر محل شاہی واپس آ گیا' شکار کرنے گیا تو خود شکار ہو گیا' یہ لڑکی شہر سمرقند کے ایک صرّاف کے صاحبزادے پر عاشق تھی' بادشاہ کے یہاں آکر اس کی مفارقت سے مُضمحل ہونے لگی' اور مرضِ عشق سے صرف ہڈی و چمڑہ رہ گئی بادشاہ اس کی فکر سے جاں بلب ہوا طبیبوں کو جمع کیا علاج کے لئے ہر انعام شاہی کا وعدہ کیا' اور طبیبوں و وزیروں سے کہنے لگا میری زندگی بچاؤ کہ اگر اس کو کچھ ہو جائے تو سمجھ لو میری موت واقعہ

ہوگئی' طبیبوں نے بغیر انشاء اللہ کہے دعویٰ کیا کہ ہم بہت ہی عُجلت سے اس بیمار لڑکی کو صحیح سالم کردیں گے' آپ بالکل مُطمئن رہیں' اس کے بعد تمام طبیبوں نے اس لڑکی کے پیچھے تمام تر کوششیں وتدبیریں کیں مگر ہر دوا' ہر تدبیر اُلٹا اثر کرنے لگی۔ جب بیمار کی قضا آتی ہے تو طبیب بھی اچھا خاصا بے وقوف ہو جاتا ہے اور کی ہُوئی دوا بھی اپنے سود میں متضاد راہ اختیار کرتی ہے' غرض طبیبوں کی ہر تدبیر ہر سوچ لا حاصل ہوتی جارہی تھی۔ آخر طبیبوں کی فضیحت وندامت بہت ہوئی اور عقل و تکبّر کا دعویٰ ٹھکانے لگ گیا اور بادشاہ سے اپنی عاجزی و ناکامی کا اظہار کرکے اپنے لئے رُسوائی مُول لئے اور ادھر شاہ نے جب طبیبوں کی نااُمیدی اور ناکامی دیکھی تو ننگے پاؤں مسجد کی طرف سجود کے لئے دوڑا اور محراب کے پاس جا کر سجدہ میں گر کر اس قدر رُویا کہ سجدہ گاہ شاہ کے آنسوؤں سے تر ہوگئی اور بادشاہ نے زار زار روتے ہوئے عرض کیا کہ اے وہ بے نیاز ذات' یہ ساری کائنات تیری اَدنیٰ بخشش ہے' میں کیا عرض کروں' جب کہ تو ہمارے اسرار والتجا سے بخوبی واقف ہے اور ہماری حالت سے باخبر ہے' ہمارا حال اور ان طبیبوں کا عدمِ توکل و ترکِ انشاء اللہ تیرے لطفِ عَمیم اور قدرتِ دوام اور بے انتہا احسان واکرام کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا' اے وہ قادر مطلق اور مُسببِ الاَسباب جو ہماری حاجتوں کی پناہ گاہ اور ہمارے گناہوں کے عفو و درگزر کے مالک' واقعی ہم راہِ مستقیم سے بھٹک گئے' جب اس بادشاہ نے نہایت ہی خلوص دل سے دربارِ خداوندی میں فریاد کی تو اس رحمتُ للعٰلمین کی رحمت کا سمندر جوش میں آگیا روتے روتے بادشاہ پر نیند طاری ہوگئی' اور خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اے اللہ کے بندے! مایوس مت ہو' میں بحکمِ خدا انشاء اللہ تعالیٰ تیری اس محبوبہ کا علاج کردوں گا' خواب سے بیدار ہوتے ہی بادشاہ نے قلب کو بہت مسرور پایا اور ان کا منتظر تھا کہ اچانک تشریف لائے' بادشاہ نے اعزاز واکرام کے ساتھ استقبال کے لئے آگے قدم رکھا اور شیخ کامل نے نبض دیکھی نبض پر ہاتھ رکھ کر ہر شہر کا نام لینا شروع کیا' جب شہر سمرقند کا نام لیا اس کی نبض کی حرکت تیز ہوگئی۔ فوراً شیخ نے سمجھ لیا کہ یہ سمرقند میں کسی کی محبت سے بیمار ہے پھر شیخِ کامل نے اس لڑکی سے راز معلوم کرلیا کہ وہ شہر سمرقند کے ایک صرّاف پر عاشق ہے۔

شیخ نے بادشاہ کو حکم دیا کہ وہ اس صرّاف کو حاضر کرے' چنانچہ اس کو حاضر کیا گیا۔ شیخ صاحب کامل طبیب بھی تھے' جس بنا پر انہوں نے اس صرّاف کو ایسی دوائیں بھی دیں جس سے اس شخص کا حُسن جاتا رہا' اس کے بعد اس لڑکی کے سامنے اس کو پیش کیا' چوں کہ اس کی صورت کافی بُری اور مکروہ ہوچکی تھی اس لئے اسے دیکھتے ہی لڑکی کو کراہیت آگئی اور

اس کا عشق جاتا رہا اور دل میں نفرت بڑھتی چلی گئی، آخر وہ لڑکی اس کے مرضِ عشق سے شفا پا گئی اور صحت میں فرق آنے لگا اور چند ہی دنوں میں بالکل صحت یاب ہو گئی۔

عبرت: چونکہ اس لڑکی کی بیماری محض صحت پرستی و صُورت پرستی تھی اس لئے صُورت کے بگڑنے سے بتدریج وہ عشق مجازی بھی جاتا رہا اور صحت یاب ہو گئی۔ ناظرین کو یہ بات یاد رہے کہ جو عشق صرف رنگ و روپ اور حسن و جمال کی خاطر ہوتا ہے دل سے اس کا کوئی تعلق نہیں، وہ عشق در حقیقت عشق ہی نہیں بلکہ فسق ہے اور اس کا آخر انجام ندامت وہلاکت کے علاوہ اور کچھ نہیں کیونکہ مرنے والے کا عشق پائیدار نہیں ہوتا مردہ تو ہمارے پاس سے جانے والا ہے، اب جب محبوب ہی فانی ہے تو فانی چیز کا عشق بھی فانی ہے لہٰذا اے طالبِ دنیا جو ذات ہمیشہ سے زندہ ہے اور فنا سے پاک ہے اسی کا عشق بہ خوشی قبول کر اور اسی میں تیری نجات و فلاح ہے، بلبلِ شیراز حضرت شیخ سعدیؒ نے فرمایا ہے کہ آج جس صورت اور گیسوؤں پر تو بے قرار ہے۔ یہی حسن و زلف عقل و عمل کو اڑانے والی تجھ کو ایک دن بڈھے گدھے کی دُم کی طرح دکھائی دے گی، چودھویں رات کے چاند کو آسمان پر کیسا خوشنما دیکھتے ہو، لیکن اس کی حسرت کو دیکھ جب وہ گھٹنے لگتا ہے، یہ سب چیزیں تجھے یہ عبرت دلاتی ہیں کہ ہم جیسے فانی ہونے والی چیزوں کے ساتھ دل مت لگا۔ بلکہ تو اگر عقبیٰ کی کامیابی اور خدا کی خوشنودی چاہے تو دل اسی کے ساتھ لگا، جس کی ذات فنا و زوال سے پاک ہے اور جو پوری کائنات کا خالق و مالک ہے اور جس کی قدرت و رحمت بڑی وسیع ہے، شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

خدا سے حُسن نے ایک روز یہ سوال کیا
جہاں میں کیوں نہ مجھے تو نے لازوال کیا
ملا جواب کہ تصویرِ خانہ ہے دنیا
شبِ دراز عدم کا فسانہ ہے دنیا
ہم سے پہلے بھی محبت کا یہی انجام تھا
قیس بھی ناشاد تھا، فرہاد بھی ناکام تھا *

حکایت: بنی اسرائیل کے کسی ایک بزرگ کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں یہ بشارت دی کہ تیری تین دعائیں اللہ پاک قبول کریں گے جو بھی تو مانگے اس میں کوئی قید نہیں، وہ بزرگ جب خواب سے بیدار ہوئے تو اپنے آپ کو بہت مسرور پایا اور دل میں یہ فیصلہ کیا کہ اللہ پاک سے ایک دعا تو میں یہ مانگوں گا کہ اے اللہ مجھے دنیا میں شیطان کے ہر وسوسے سے

محفوظ رکھنا دوسری دعا میں یہ بات رکھوں گا کہ اے اللہ مجھے دنیا سے ایمان و سلامتی کے ساتھ اٹھانا تیسری درخواست یہ کے اے اللہ موت کے بعد قبر و حشر میں مجھے سلامت رکھنا' دل میں یہ تصورات لے کر وہ بزرگ اپنی اہلیہ کو یہ خوشخبری سنانے گئے' اہلیہ نے جب ان دعاؤں کی بات سنی تو اپنے شوہر سے بڑی عاجزی و ملنساری سے یہ التماس کی کہ اے میرے محبوب! ایک دعا تو میرے حق میں کرو' میں تمہاری گھروالی ہوں یہ سن کر اس بزرگ نے کہا اچھا منظور ہے۔ ایک تمہارے لئے اور دو میرے لئے' اب بتاؤ کہ تمہارے لئے کس بات کی دعا کروں؟ اس عورت نے کہا اللہ تعالیٰ سے میرے لئے یہ دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس پورے شہر کی عورتوں سے زیادہ حسین و جمیل بنادے' مجھ سے زیادہ حسین اور کوئی دوسری نہ ہو اس بزرگ نے کہا یہ تو کوئی مُوزوں بات نہیں ہے اور نہ ہی آخرت میں تمہیں اس سے کوئی عزّت حاصل ہوگی' البتہ جب بارہا کہہ رہی ہو تو ایسا ہی ہوگا اس بزرگ کی نیک دعا سے اس عورت کی خواہش پوری ہوگئی' مگر وہ اب اپنے شوہر سے نفرت کرنے لگی' اور بڑی سخت وست اپنے مرد کو سنانے لگی اور حد یہ کہ اس بزرگ کو اپنا شوہر تسلیم ہی نہیں کر رہی ہے' اس نیک خصلت بزرگ نے جب یہ حال دیکھا تو دل میں بڑی تکلیف پہنچی اسی دوران اللہ پاک سے دوسری دعا کی کہ! یا اللہ تو اس کو پاگل کُتّی بنادے تاکہ اس سے دنیا نفرت کرنے لگے' اس بزرگ کی دعا سے وہ حسین و جمیل عورت ایسی ہی ہوگئی مگر اب صرف شوہر کو نہیں بلکہ دنیا کو پریشان کر رہی ہے کہ رات دن بُھونکتی رہتی ہے اور کسی کو سونے نہیں دیتی' اور بزرگ کے گھر والے محلے والے سب پریشان ہیں۔ بارہا مرتبہ اس بزرگ کے محلے والے اور خود ان کے لڑکے نے بھی اپنے والد سے درخواست رکھی کہ اس بلا سے ہمیں نجات دلائیں اس کُتیا نے تو ہم سب کو پریشان کردیا ہے' اس بزرگ نے آخر مجبور ہو کر آخری دعا کی اللہ پاک کے حکم سے عورت پھر ٹھیک ہوگئی جس طرح پہلے تھی' مگر اس بزرگ کو اپنی دعاؤں سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا اور سارے منصوبوں پر پانی پھر گیا۔
(تفسیر ابن کثیر جلد ۲ پ ۹ ص ۴۶)

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "میری وفات کے بعد مردوں کے لئے سب سے بڑا فتنہ عورت ہے" خدا جسے بچائے اس کی شرارت سے وہ بچ سکتا ہے۔
(تفسیرِ مظہری)

حکایت: حضرت احمد بن سعیدؒ کا بیان ہے کہ ہمارے یہاں کوفہ میں ایک نوجوان رہتا تھا جو انتہائی عبادت گزار تھا اور ہمہ وقت جامع مسجد میں پڑا رہتا تھا' ساتھ ہی وہ نہایت ہی دراز قامت' خوبصورت اور خوب سیرت بھی تھا۔ ایک حسین عورت نے اُسے دیکھا تو پہلی

ہی نظر میں وہ فریفتہ ہوگئی۔ ایک مدت تک عشق کی چنگاری اس کے دل میں سُلگتی رہی لیکن اسے اپنی محبت کے اظہار کا موقع نہ ملا' ایک روز وہ نوجوان مسجد جارہا تھا' وہ عورت آئی اور اس کا راستہ روک کر کھڑی ہوگئی' اور کہنے لگی نوجوان! پہلے میری بات سن لو' اس کے بعد جو دل میں آئے وہ کرو' لیکن نوجوان نے کوئی جواب نہیں دیا' اور چلتا رہا یہاں تک کہ مسجد میں پہنچ گیا واپسی میں وہ عورت پھر راستے میں کھڑی نظر آئی' جب وہ نوجوان قریب پہنچا تو اس نے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی' نوجوان نے کہا یہ تہمت کی جگہ ہے' میں نہیں چاہتا کہ کوئی شخص مجھے تمہارے ساتھ کھڑا ہوا دیکھ کر تہمت لگائے' اس لئے میرا راستہ نہ روکو اور مجھے جانے دو' اس عورت نے کہا خُدا کی قسم! میں یہاں اس لئے نہیں کھڑی ہوئی کہ مجھے تمہاری حیثیت کا علم نہیں ہے یا میں یہ نہیں جانتی کہ یہ تہمت کی جگہ ہے' خدا نہ کرے لوگوں کو میرے متعلق بدگمان ہونے کا موقع ملے' لیکن مجھے اس معاملے میں بذاتِ خود تم سے ملاقات پر اس امر نے اُکسایا ہے کہ لوگ تھوڑی سی بات کو زیادہ کر لیتے ہیں اور تم جیسے عبادت گزار لوگ آئینے کی طرح ہیں کہ معمولی سا غُبار بھی اس کی صفائی کو متاثر کر دیتا ہے' میں تو سو بات کی ایک بات یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میرا دل و جان تمام اعضاء تم پر فِدا ہیں اور اللہ ہی ہے جو میرے اور تمہارے معاملے میں کوئی فیصلہ فرمائے وہ نوجوان اس عورت کی یہ تقریر سن کر خاموشی کے ساتھ کوئی جواب دیئے بغیر اپنے گھر چلے گئے۔ گھر پہنچ کر نماز پڑھنی چاہی لیکن نماز میں دل نہیں لگا' اور سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کریں۔ مجبوراً قلم کاغذ سنبھالا اور عورت کے نام ایک پرچہ لکھا' پرچہ لکھ کر باہر آئے' دیکھا کہ وہ عورت اسی طرح راہ میں کھڑی ہوئی ہے انہوں نے پرچہ اس کی طرف پھینک دیا' اور خود تیزی سے گھر میں داخل ہوگئے پرچے کا مضمون یہ تھا!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے عورت! تجھے یہ بات جان لینی چاہیے کہ جب بندہ اپنے خدا کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ درگزر سے کام لیتا ہے' جب وہ دوبارہ اسی معصیت کا ارتکاب کرتا ہے تب بھی وہ پردہ پوشی فرماتا ہے' لیکن جب وہ اس معصیت کو اپنا مشغلہ اور پیشہ بنالیتا ہے تو پھر ایسا غضب نازل فرماتا ہے کہ زمین و آسمان' شجر و حجر اور چوپائے بھی کانپ اُٹھتے ہیں' کون ہے وہ جو اس کی سزا کو برداشت کر سکے' کون ہے وہ جو اس کی ناراضگی کا تحمّل کر سکے؟ بس اس کے حضور اپنے آپ کو پیش کر' جو تمام جہانوں کا رب ہے' اس جبّارِ عظیم کے آگے سر بسجود ہوجا اور اسی سے محبت کر کیونکہ وہی شروع سے ہے اور آخر تک تیرے ساتھ رہے گا۔

فقط۔

طالب دعا۔

اس خط کے کافی دن بعد وہ عورت پھر راستے میں کھڑی نظر آئی' انہوں نے اسے دیکھ کر واپس لوٹنے کا ارادہ کیا' لیکن اس عورت نے کہا' کیوں واپس جاتے ہو؟ یہ آخری ملاقات ہے' آج کے بعد پھر خدا ہی کے یہاں ملاقات ہوگی یہ کہہ کر خوب رُوئی اور کہنے لگی کہ میں خدا سے جس کے ہاتھ میں تمہارا دل ہے یہ دعا کرتی ہوں کہ وہ تمہارے سلسلے میں درپیش میری مشکل آسان فرمائے اب تم صرف مجھے ایک نصیحت کرو' نوجوان نے کہا! میں صرف ایک نصیحت کرتا ہوں کہ خود کو اپنے نفس سے محفوظ رکھنا اور اس آیت کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا **هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَاجَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ** (پ ۷ آیت ۶۰ سورۃ انعام)

ترجمہ : "اور وہ ذات پاک تو ایسی ہے کہ رات میں تمہاری رُوح کو قبض کردیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو اچھی طرح جانتا ہے اور یہاں تک کہ **یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ** وہ تمہاری آنکھوں کی چوری کو بھی جانتا ہے اور ان باتوں کو بھی جو سینوں میں پُوشیدہ ہیں" یہ سن کر وہ عورت بہت روئی دیر تک روتی رہی' جب افاقہ ہوا تو اپنے گھر پہنچی اور کچھ عرصے عبادت میں مشغول ہو کر ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گئی۔

(بحوالہ مظہری واحیاء)

حدیث: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک راہب وعابد کا ذکر فرمایا کہ اس کے شہر میں شیطان نے کسی لڑکی کا گلا دبا دیا اور لڑکی کے گھر والوں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس کا علاج فلاں راہب کے پاس ہے۔ وہ لوگ لڑکی کو لے کر راہب کے پاس پہنچے اس نے لاکھ انکار کیا مگر وہ نہ مانے' راہب کو علاج کے لئے مجبور ہونا پڑا' اب شیطان نے راہب کے دل میں زِنا کا وسوسہ ڈالا اور اس راہب کو اس نازیبا حرکت پر اُکسانا شروع کیا' یہاں تک کہ وہ زنا کر بیٹھا' لڑکی حاملہ ہو گئی' شیطان نے راہب کو رُسوائی کے خوف سے ڈرایا' اور اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اگر لڑکی کو قتل کردیا جائے تو یہ راز چھپ سکتا ہے اور اس کے گھر والوں کو موت کا یقین دلا کر آسانی سے مطمئن کیا جاسکتا ہے اس نے ایسا ہی کیا شیطان نے اپنی کاروائی جاری رکھی' لڑکی کے گھر والوں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ راہب نے تمہاری لڑکی کو حاملہ کرنے کے بعد رُسوائی کے خوف سے قتل کردیا وہ لوگ راہب کے پاس آئے' اور اپنی لڑکی کے متعلق پوچھا' راہب نے وہی جواب دیا جو شیطان نے اس کے دل میں اِلقاء کیا تھا کہ لڑکی بیمار تھی مرگئی' لیکن گھر والوں نے یقین نہیں

کیا اور راہب کو قصاص کے لئے گرفتار کرنا چاہا' اس وقت شیطان نے راہب کو بتلایا کہ یہ تمام "کارنامے" میرے تھے میں نے ہی لڑکی کا گلا گھونٹا تھا میں نے ہی لڑکی کے والدین کو تیرے پاس آنے پر آمادہ کیا تھا میں نے ہی تجھے اس کے ساتھ زنا پر اور پھر اسے قتل کر دینے پر اکسایا تھا اب میں ہی تجھے ان سے نجات دلا سکتا ہوں اگر تو نجات چاہتا ہے تو مجھے دو سجدے کر آخر راہب نے شیطان کو سجدے کئے' اس کے بعد شیطان یہ کہتا ہوا چل دیا کہ میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا' میں تجھے کیا جانوں؟ (بحوالہ احیاء جلد ۳ قسط ا ص ۷۷)

شیطان کی چال بازی کے متعلق خدا کا قرآن بھی صاف الفاظ میں بیان کرتا ہے کہ

كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ (پ ۲۸ سورۃ حشر) یعنی "منافق کی مثال شیطان کی سی ہے اول تو انسان سے کہتا ہے کہ تو کافر ہو جا پھر جب وہ کافر ہو جاتا ہے اور کفر کے وبال میں گرفتار ہو جاتا ہے تو اس وقت صاف جواب دیدیتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں ہے"

حدیث: حضرت خالد بن زید الجہنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اَلنِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّيْطَانِ وَلَوْلَا هٰذِهِ الشَّهْوَةُ لَمَا كَانَ لِلنِّسَاءِ سَلْطَنَةٌ عَلَى الرِّجَالِ** یعنی "عورتیں شیطان کے جال ہیں اگر یہ شہوت نہ ہوتی تو عورتوں کو مردوں پر قابو نہ ہوتا" **(الترہیب)**

حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ ماضی میں جتنے بھی انبیاء و رسل مبعوث ہوئے ہیں ان سب کے متعلق شیطان کو یہی خوش فہمی رہی کہ میں انہیں عورتوں کے ذریعہ ہلاکت میں مبتلا کروں گا۔ حضرت سعیدؒ جس وقت ان کی عمر چوراسی (۸۴) برس کی ہو گئی تھی اس وقت فرمایا کہ اب بھی میرے نزدیک عورت سے بڑھ کر کوئی چیز خطرناک نہیں ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ شیطان عورت سے کہتا ہے کہ تو میرا آدھا لشکر ہے' تو میرا تیر ہے' جب میں یہ تیر چلاتا ہوں تو نشانے سے خطا نہیں کرتا تو میرا راز ہے' تو میرا قاصد ہے' تیرے ہی ذریعہ میں انسانوں کے داؤں کو فتح کرتا ہوں۔ (بحوالہ احیاء جلد ۳ قسط ۲ ص ۲۵۷)

بیان کے آخر میں ہر ناظرین کتاب کو یہ بات بخوبی یاد رہے کہ "جنسی جذبہ" یہ انسان کا ایک فطری جذبہ ہے جو اعتدال میں رہے اور پاکیزگی کے ساتھ استعمال ہو تو زندگی میں لطف و سرور پیدا کرتا ہے اور بقائے نوعِ انسانی کا ذریعہ بنتا ہے اور اس سے اُلفت و محبت کے مقدس رشتہ استوار ہوتے ہیں لیکن اگر یہی جذبہ حد سے بڑھ جائے اور بہیمیت کا رُخ اختیار کر لے تو پورے نظام زندگی کو تہ و بالا کر ڈالتا ہے' باہمی تعلقات و معاملات کا سارا نظام مصنوعی ہو کر رہ جاتا ہے اور باہمی نفرت و عداوت کے شعلے بھڑکتے ہیں' اور انسان

اشرفُ المخلوقات کے منصب سے ہٹ کر کتّے بلیوں کی صف میں آگرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو عقل و ہوش سے کام لینے کی توفیق دے۔

دین و دنیا میں عورتوں کی عزت و محافظت کس چیز میں ہے؟

حدیث: ناظرینِ کتاب! اس پہلو پر نظر فرمانے سے پہلے آپ کو یہ بات یاد رہے کہ عورت نفس کی طرح ہے اگر آپ اس کی لگام بالکل ڈھیلی کردیں گے تو وہ شوخی و گستاخی اور شرارت کرے گی اور آپ کو گھسیٹ لے جائے گی اور اگر لگام مناسب انداز سے پکڑے رکھیں گے تو آپ کے قابو میں رہے گی' اس لئے افضل طریقہ یہ ہے کہ صرف نرمی سے کام نہ لے بلکہ کبھی کبھی سختی و درشتی سے بھی پیش آئے' اور ڈانٹ ڈپٹ بھی ہونی چاہیے' تاکہ توازن برقرار رہے' یہ ایک محسوس مثال سے یوں سمجھ لیا جائے کہ کیا صرف مرض کی نشاندہی کردینے سے مرض دور ہوجائے گا یا تکلیف میں کمی واقع ہوجائے گی؟ ہرگز نہیں بلکہ دوا بھی پینی پڑے گی اور آپریشن بھی کرنا پڑے گا اسی طرح صرف نرمی اور مُوافقت سے کامیابی حاصل نہ ہوگی اور نہ ہی باہم زندگی خوشگوار ہوگی بلکہ راہِ اعتدال پر موافقت کے ساتھ ساتھ تادیبی کاروائی بھی ہونی چاہیے' تلخ دوا ہی زیادہ نفع بخش اور مفید ہوتی ہے۔

حدیث: عن زید ابن طلحہؓ قال قال رسول اللہؐ لکل دین خُلق وخُلق الاسلامِ الحیاء
یعنی "زید ابن طلحہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر دین کی ایک خاص عادت و اخلاق ہوتے ہیں' دین اسلام کی خاص عادت و اخلاق حیاء ہے"
(بیہقی و تفسیر مظہری)

وضاحت: سب سے پہلے ہمیں حیاء کی تعریف معلوم ہونا چاہیے "حیاء" کے لفظی معنیٰ "شرم" کے ہیں اسلام کی مخصوص اصطلاح میں حیاء سے مراد وہ "شرم" ہے جو کسی امرِ منکر کی طرف مائل ہونے والا انسان خود اپنی فطرت کے سامنے اور اپنے خدا کے سامنے محسوس کرتا ہے' یہی حیاء وہ قوت و جُرأت اور قیمتی دولت ہے جو انسان کو فحشاء و منکر کا اقدام کرنے سے روکتی ہے اور بد زبانی' بدنیتی' بد چلنی' بدکرداری' بدخواہی'

بدعہدی، بدگوئی، بدگمانی اور بدنامی وغیرہ جیسی گندی اور ناپاک حرکتوں سے بچاتی ہے۔
حیاء ایک مسلمان کے لئے ایسی ایک دولت کبریٰ اور نعمتِ عُظمیٰ ہے کہ یہی حیاء اس کو نہ صرف کھلے ہوئے منکرات اور قبیح حرکات سے بلکہ نفس کے چور خانوں تک میں نیتوں اور ارادوں اور خواہشوں کی جو بُرائیاں چھپی ہوئی ہیں ان کو بھی اس کے سامنے نمایاں کردیتی ہے اور ایک ایک چیز کے مفسدوں سے مسلمانوں کو خبردار کرتی ہے تاکہ وہ اجتناب کرکے سب سے اعلیٰ مقام حاصل کرسکے اور ایک ممتاز انسان بن سکے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "حیاء" اسلام کا ایک امتیازی وصف ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو بحیثیت مسلمان ہونے کے حیادار اور بامُروّت ہونا واجب ہے خواہ مرد ہو یا عورت، اس میں کوئی قید نہیں تاکہ ہر شخص یہ سمجھ لے کہ یہ مسلمان ہے۔

مُشک آن باشد کہ خود ببوید
نہ آں کہ عطّار بگوید

مشک وہ ہوتی ہے جو کہ خود بخود مہکے اور وہ مشک نہیں جس کی تعریف عطار کو کرنی پڑے۔

اسی طرح ایک سچے مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ وہ اہل ایمان شرم وحیاء کی کان اور اخلاق کی چٹان نرم گُفتار، بلند کردار، صداقت شعار، حق پرست، جرّأت مند، مُنصف مزاج، مہذّب اور اپنی مثال آپ ہوتا ہے، دنیا کے لوگ اسے دیکھ کر دور سے پہچان لیتے ہیں کہ یہ مسلمان ہے، وہ لوگوں کا بھروسہ اور سہارا ہوتا ہے، وہ مانگتا نہیں دیتا ہے وہ رکھتا نہیں خرچ کرتا ہے وہ سود وزیاں کی پروا کئے بغیر دوسروں کی مدد کرتا ہے، وہ نہ کسی کی غیبت کرتا ہے نہ کسی کی شکایت کرتا ہے، وہ ہر حال میں صابر وشاکر رہتا ہے اگر کسی میں یہ مذکورہ خوبیاں نہ ہوں، پھر بھی وہ خود کو مسلمان کہے تو حقیقت میں اس کا دعویٰ ایمان کھوکھلا ہے۔

حدیث: حضرت ابوبؓ انصاریؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں انبیاء کی سنت میں داخل ہیں،
"(۱) نکاح (۲) حیاء (۳) مسواک (۴) خوشبو" (بحوالہ ترمذی)

حدیث: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "حیاء" اور ایمان دونوں کو جوڑ دیا گیا ہے (ہر ایک دوسرے کا ساتھی ہے) جب ایک کو اٹھالیا جاتا ہے تو دوسرے کو بھی اٹھالیا جاتا ہے، دوسری ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ "

جب ایک کو سلب کرلیا جاتا ہے تو دوسرا اول کے پیچھے آجاتا ہے۔" (بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان و تفسیر مظہری جلد ۱۰ ص ۲۰۲)

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اِنّی لغیور وما من امری لا یغار الآ منکوس القلب** یعنی "میں غیرت مند ہوں' اور جو شخص (مرد یا عورت) غیرت نہ رکھتا ہو (بے شرم) ہو وہ دل کا اندھا ہے (اگرچہ آنکھوں سے دیکھ رہا ہو لیکن وہ اپنی دلی بصیرت جو اللہ کی نگاہ میں قابل قدر اور قیمتی چیز ہے وہ کھو چکا ہے)" (بحوالہ کتاب الا ہلیین)

حدیث: حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیرت مند اور با عصمت عورت جو ایمان کی مددگار ہے وہ ایک مسلمان کے لئے ایمان کے بعد سب سے بڑی دولت ہے اور حیاء دار عورت سراپا خیر ہی خیر ہے۔
(بحوالہ ترمذی شریف وغنیتہ الطالبین)

حکایت: حضرت ابوبکر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ایک قصائی اپنے کسی پڑوسی کی لڑکی کے عشق میں مبتلا ہو گیا' لڑکی کے گھر والوں نے اپنے کسی کام سے لڑکی کو ایک دوسری بستی میں بھیجا' قصائی کو علم ہوا تو وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا' اور راستے میں روک کر اسے گناہ پر اُکسایا' لڑکی نے کہا ایسا نہ کر' خدا کی قسم میرے دل میں تیرے لئے اس سے کہیں زیادہ محبت ہے جتنی تیرے دل میں میرے لئے ہے لیکن میں اللہ سے ڈرتی ہوں اور مجھے میدانِ حشر میں عدالت خداوندی کی فکر ہے میری غیرت مجھے اجازت نہیں دیتی تو مجھے معاف کر' یہ سن کر اس عاشق نے کہا جو تیرا خدا ہے وہ میرا بھی خدا ہے تو اس ذات سے ڈرتی ہے تو میں کیوں نہ ڈروں اس نے توبہ کی اور واپس لوٹ گیا۔ (کیمیائے سعادت)

حکایت:۔ بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ ہے کہ وہ اپنی چچازاد بہن پر عاشق تھا اور اس سے وصال کا متمنی تھا' ایک روز اس نے اس سے اپنی خواہش کا اظہار بھی کیا' لیکن اس نیک عورت نے اس کی بات نہیں مانی' اتفاق سے اس لڑکی کے وطن میں بڑی شدّت کی قحط سالی ہوئی' جب وہ لڑکی قحط سالی سے سخت تکلیف میں مبتلا ہوئی تو امداد کی طالب بن کر اس شخص کے پاس آئی اس نے اس عورت کو ایک سو بیس ۱۲۰ اشرفیاں دیں اس شرط پر کہ وہ عورت اس کی خواہش پوری کرے' اس نے وعدہ کرلیا لیکن جب اس نے زنا

کرنے کا ارادہ کیا تو اس عورت نے کہا کہ اے خدا کے بندے! مجھے بے آبرو مت کر' اور میری مجبوری سے ناجائز فائدہ مت اٹھا' خدا سے ڈر اور اس دن سے ڈر جس دن اس بات کا جواب کسی انسان کو نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کو دینا ہے' یہ سن کر وہ شخص خوف زدہ ہوگیا اور اس عورت کو عزت کے ساتھ جانے دیا' اور خود اپنی بدفعلی و بدنیتی پر نادم ہو کر اللہ سے توبہ کی اور آخر بہت بڑے بزرگ ہو کر دنیا سے گزرے۔ (تنبیہہ الغافلین)

حکایت: ایک نیک خاتون نے قاضی سے استغاثہ کیا کہ میرے شوہر نے میرے ہوتے ہوئے ایک اور عورت سے نکاح کرلیا ہے اس پر قاضی نے کہا کہ تجھ کو اس پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے؟ اللہ نے خود مردوں کے لئے حسبِ ضرورت دو دو تین تین اور چار چار عورتیں مباح کردی ہیں' یہ بات سن کر عورت بولی' قاضی صاحب؟ اگر عورت کے لئے حجاب مانع نہ ہوتا اور میرے اندر حیاء نہ ہوتی تو میں اپنا حسن و جمال تم کو دکھاتی اور پھر پوچھتی کہ جس کا حسن و جمال ایسا ہو جیسا میرا کیا اس سے منہ موڑ کر دوسری سے رجوع مناسب ہے؟ صرف خدا کی حیثیت اور اپنی غیرت نے روک لیا۔
(تفسیر مظہری جلد ۴ ص ۳۲۹)

حکایت: شہر بصرہ میں ایک بہت بڑا رئیس تھا وہ رئیس ایک بار اپنے باغات و جنگلات کا معائنہ کرنے گیا ان باغات کا جو باغباں تھا وہ وہیں باغ کے قریب اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہتا تھا اس باغبان کی اہلیہ بڑی حسین و جمیل اور نہایت ہی خوبصورت تھی' اور جنت کی حوروں کا ایک نمونہ تھی۔ وہ رئیس اس کو دیکھتے ہی فریفتہ ہوگیا اور اس کے ساتھ ناجائز خواہش پوری کرنے کا عزم کیا اور اپنی اس ناپاک خواہش کو پورا کرنے کے لئے اس نے اپنے نوکر باغباں کو کسی کام سے بہانہ کرکے باہر بھیج دیا اور اس عورت کے گھر آکر کہا کہ مجھے تم سے محبت ہوگئی ہے میں تم پر فدا ہوں' لہٰذا تم گھر کے تمام دروازے بند کرلو وہ حسینہ نوکر کی اہلیہ تو تھی اس لئے خوف کے مارے حکم کی تعمیل کی اس کے بعد اس مالک نے پوچھا اے محبوبہ! کیا سب دروازے بند کردیئے؟ اس عورت نے جواب دیا جی ہاں سب دروازے بند کردیئے لیکن ایک دروازہ نہیں بند کرسکتی رئیس نے پوچھا وہ کون سا دروازہ ہے؟ باغباں کی بیوی نے جواب دیا جو دروازہ ہمارے اور خدا کے درمیان ہے میں اس کو بند نہیں کرسکتی یعنی ہم لوگ گھر کے دروازے بند کرکے اوروں کی نظر سے تو اپنے آپ کو چھپا سکتے ہیں لیکن ہمارے اور اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں وہ ہمارے ظاہر و باطن تمام اعمال و افعال کو دیکھتا ہے وہ خدا دیگر جھوٹے اور

مصنوعی معبودوں کی طرح اندھا بہرا نہیں ہے جسے کچھ پتہ نہ ہو' وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے یہاں تک کہ دلوں کے حالات سے بھی بے خبر نہیں ہے ہر انسان اس دارِ فانی میں جو کچھ کر رہا ہے ہر ایک کو اپنے عمل کے لحاظ سے جزا یا سزا ضرور مل کر رہے گی اس رئیس نے خدا کی اس نیک بندی سے جب یہ ہدایتیں سنیں تو اس پر ایسا اثر ہوا کہ فوراً کانپ اٹھا اور بُرائی کا ارادہ ختم کر دیا اور اپنی غلطی پر نادم ہو کر توبہ کی۔

(بحوالہ کشف المحجوب ص ۱۰)

حکایت: حضرت عبداللہ بن وداعہؒ کہتے ہیں میں روزانہ حضرت سعید بن المسیبؒ کی خدمت میں حاضری دیا کرتا تھا' چند روز اس معمول میں فرق آیا اس غیر حاضری کے بعد جب مجلس میں پہنچا تو انہوں نے چند روز تک نہ آنے کا سبب دریافت کیا میں نے عرض کیا کہ میری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا اس لئے نہ آسکا فرمایا تم نے ہمیں اطلاع نہ کی' ہم بھی تعزیت اور کفن دفن کے لئے آتے' میرے دل میں اہلیہ کی طرف سے رنج وملال تو تھا ہی اس لئے مجھے زیادہ دیر بیٹھنا اچھا نہیں لگا اور طبیعت پریشان ہونے کی وجہ سے میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو حضرت فرمانے لگے کیا دوسری بیوی آگئی ہے اتنی جلدی جانا چاہتے ہو' میں نے عرض کیا' حضرت میں غریب آدمی ہوں مجھے کون اپنی لڑکی دے گا؟ فرمایا میں دوں گا میں نے حیرت سے کہا کیا آپ دیں گے؟ فرمایا ہاں' کیا میں جھوٹ کہتا ہوں؟ اسی وقت خطبہ پڑھا اور تین درہم مہر پر اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دیا' مجلس سے اس عالم میں اٹھا کہ خوشی کی وجہ سے میرے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے اور میں یہ نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ کیا کروں؟ اسی حالت میں میں اپنے گھر پہنچا' چراغ جلایا اور سوچنے لگا کہ نکاح تو ہو گیا اب کس سے قرض ادھار لوں؟ مغرب کی نماز پڑھی پھر گھر واپس ہوا اس دن میرا روزہ بھی تھا گھر میں اس وقت تیل روٹی موجود تھی وہی لے کر بیٹھ گیا اسی وقت دروازہ پر دستک ہوئی میں نے پوچھا کون ہے؟ جواب آیا' سعید میں سوچنے لگا یہ کون سعید ہو سکتے ہیں' مجھے حضرت سعید بن المسیبؒ کا خیال بھی نہ آیا' کیونکہ انہوں نے بیس ۲۰ سال سے مسجد کے علاوہ کہیں آنا جانا ترک کر رکھا تھا' دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حضرت سعید بن المسیبؒ کھڑے ہوئے ہیں' میں نے سوچا شاید کوئی بڑا امر درپیش ہے کہ آپ تشریف لائے ہیں' میں نے عرض کیا آپ نے مجھے آپ تک کیوں نہ بلایا۔ فرمایا میں نے آج اپنی بیٹی سے تمہارا نکاح کیا ہے اس لئے مجھے یہ اچھا معلوم نہ ہوا کہ تم تنہا رات گزارو میں تمہاری بیوی کو لے کر آیا ہوں دیکھا تو ایک دوشیزہ آپ کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی آپ نے اس

کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کے اندر داخل کیا اتنے میں میری والدہ محترمہ کو پتہ چل گیا وہ آئیں اور کہنے لگیں خبردار! تین دن سے پہلے تو اس کے قریب نہ جانا ہم اتنے میں سب کچھ ٹھیک کرلیں گے' تین دن بعد میں نے دیکھا کہ وہ ایک حسین و جمیل لڑکی ہے۔ قرآن پاک کی حافظہ ہے' دینی مسائل کی بہترین جان کار ہے اور شوہر کے حقوق سے خوب اچھی طرح واقف ہے رات دن خدا کی عبادت اور شوہر کی خدمت میں لگی رہتی ہے گویا مجھے جنت کی ایک نعمت مل گئی۔ (احیاء جلد ۳)

حدیث: حضرت عقبہ بن عامرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم لوگ عورتوں میں (بالخصوص بے باک' بے حیاء اور بے غیرت عورتوں کے پاس) جانے سے نہایت ہی پرہیز کیا کرو (تجرید بخاری جلد ۲ ص ۳۳۶)

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے اور ایمان والوں کا ٹھکانہ جنت ہے اور بے حیائی بدی کی ایک شاخ ہے اور بدکار انسان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ (بحوالہ ترمذی باب الحیاء)

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تیرے مکان میں کوئی بھی شخص تیری بلا اجازت جھانکے تو تیرے واسطے اس کی آنکھ کنکری مار کر پھوڑ دینا جائز ہے تجھ پر کوئی جرم عائد نہ ہوگا۔
(بحوالہ ترمذی جلد ۲ ص ۳۶۸)

حدیث: صحابہ کرامؓ اپنے گھروں کے روشندان اور دیواروں کے سوراخ وغیرہ بند کردیا کرتے تھے تاکہ عورتیں مردوں کو نہ جھانکیں' ایک دفعہ حضرت معاذؓ اپنی ایک بیوی کو تانک جھانک کرتے ہوئے دیکھا تو اسے سخت سزا دی اور فرمایا اگر آئندہ ایسی حرکت کی تو تیری آنکھ پھوڑ دوں گا۔ (بحوالہ احیاء جلد ۲ قسط ۱ ص ۱۱۷)

مسئلہ: واضح ہو کہ جس طرح عورتوں کو تانک جھانک کرنا جائز نہیں اسی طرح مردوں کو بھی عورتوں کو دیکھنے کے لئے تانک جھانک کرنا جائز نہیں۔ (عین الہدایہ)

ان ہدایات کی روشنی میں ہر مرد و عورت اپنی حالت کا جائزہ لیں اور بغور سوچیں کہ یہ کس قدر ذلیل حرکت اور کمینہ پن ہے اور یہ کس قسم کے لوگوں کا کام ہو سکتا ہے کیا مؤمن کا یا منافق کا؟ یہ بات وہی سوچ سکیں گے جن کو آنے والے کل کی فکر اور

قبر و حشر کا ڈر ہے اور جو اپنے آپ کو جانوروں کی طرح شُترِ بے مُہار سمجھتا ہے اس کے لئے دنیا میں نہ کوئی ہدایت ہے اور نہ کوئی عبرت۔

حدیث: حضرت عمران ابن حُصینؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیاء ہمیشہ کے لئے باعث خیر ہوا کرتی ہے' اس کے بعد فرمایا **اذا لم تستحی فاصنع ماشئت** یعنی "جب تجھ میں حیاء ہی نہیں تو جو تیرا جی چاہے کر لے۔" (بخاری)

وضاحت: اس مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا منشا یہ ہے کہ ایک صاحب عقل و ذی فہم انسان کے لئے حیاء ایک قیمتی دولت اور عظیم نعمت ہے' یقیناً بے حیائی و بے غیرتی ایک عورت کے لئے بہت ہی مُہلک بیماری ہے' عورت کی اصل خوبی اور قیمتی دولت اس کی حسنِ صورت اور جسمانی خوبی نہیں اور نہ ہی دولت و شُہرت کی فراوانی ہے' بلکہ سب سے اہم و مقدم سرمایہ اس کی فطری حیاء یعنی نظر میں' رفتار میں' گفتار میں' کردار میں غرض تمام امور میں حیاء رکھتی ہو۔ کسی شریف' بلند کردار' سلیمُ الطبع' معزّز اور مؤدّب آدمی کو وہ ناپاک حسن اور ظاہری زینت اپیل نہیں کر سکتا اور نہ اس کی رسمی محبت اور ناپاک نزاکت کے دائرۂ فریب میں کوئی شریف و تہذیب یافتہ انسان آسکتا ہے' مکّار عورت کی شریفوں میں کوئی قیمت نہیں' چونکہ اس نے اپنی بنیادی دولت' یعنی غیرت' شرافت' انسانیت اور متانت کو ذبح کر کے ان اوصاف کی جگہ بے حیائی' بد تہذیبی' آوارگی اور مطلق آزادی کو زندہ کی ہے اس لئے معاشرہ اس کو گری ہوئی نگاہ سے دیکھتا ہے اور آج سماج میں ایک کھلونے کی چیز بن کر رہ گئی ہے' خدا سب کو نیک سمجھ دے۔

واقعہ: حضرت لقمان حکیم کے آخر وقت میں ان کے صاحبزادے نے ان سے پوچھا کہ ابا جان! انسان میں کونسی خصلت اچھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا "دین" صاحبزادے نے پھر پوچھا اگر دو ہوں؟ انہوں نے جواب دیا "دین اور مال" بیٹے نے کہا اگر تین ہوں؟ انہوں نے جواب دیا' (۱) دین (۲) مال (۳) حیاء۔ پھر پوچھا اگر چار ہوں؟ فرمایا (۱) دین (۲) مال (۳) حیاء اور (۴) عاجزی' پھر پوچھا اگر پانچ ہوں؟ جواب دیا "دین' مال' حیاء' عاجزی' اور خوش اخلاقی" پھر دریافت کیا اگر چھ ہوں؟ حضرت لقمان نے فرمایا اے بیٹے! اگر کسی بھی انسان میں یہ پانچ اہم اور قیمتی باتیں جمع ہو جائیں' تو یہ بخوبی سمجھ لینا کہ بیشک وہ پاکیزہ خُو ہے' متقی ہے' اللہ کا خاص دوست اور شیطان کا خاص دشمن ہے۔

(احیاء جلد ۳ ص ۱۳۰)

حضرت سلمان فارسیؓ کا بیان ہے کہ حضرت سے کسی نے اس بُرائی کے متعلق دریافت کیا جس کی موجودگی میں انسان کی کوئی نیکی مفید اور عنداللہ مقبول نہیں ہوتی' انہوں نے جواب میں فرمایا کہ وہ چیز "تکبر" ہے پھراس کے بارے میں دریافت کیا جس کی غیر موجودگی میں خدا کا خوف اور معصیت سے نفرت دل میں نہیں ہوتی' جواب میں فرمایا کہ وہ چیز "حیاء" ہے۔

حضرت رابعہ بصریؒ شب و روز میں ایک ہزار نوافل نماز پڑھا کرتی تھیں۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ خدا عورت سے کس وقت خوش ہوتا ہے؟ جواب میں کہا کہ اس وقت جب وہ خوفِ خدا سے عبادت کرتی ہے اور اپنی عصمت و حیاء کی قدر کرتی ہے۔

محترم ناظرین! آج کل کے مسلمان یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ خدا حاضر و ناظر ہے' سب کچھ دیکھ رہا ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے' لیکن مسلمان مانتے ہی نہیں اگر مانتے تو اس دنیا سے جھوٹ' دغابازی' چوری' بے حیائی' بُرائی مٹ جاتی کسی کو کسی سے کوئی نقصان نہ پہنچتا' آج خدا کی زمین پر ظلم و جبر عام ہے سنگدلی اور بے حسی انسانیت کو شرمندہ کررہی ہے' شرم و حیاء مٹ چکی ہے' بے حیائی عام ہے اللہ کا خوف انسان کے دل سے نکل گیا ہے' کیونکہ بعض زر پرست لوگوں کا خیال ہے کہ خدا کا نام لینے اور اس سے ڈر کر کام کرنے میں کوئی فائدہ نہیں نہ پیٹ بھرے گا نہ گھر چلے گا' نہ دنیا کی ضرورتیں پوری ہوں گی' نہ بینک بیلنس بنے گا پولیس قانون کی محافظ ہے' لیکن بہت تھوڑے لالچ سے پہلے وہی قانون توڑتی ہے اور مالدار' زمیندار' صنعت کار' سیاسی لیڈر وغیرہ تو پولیس ہی سے اپنا کام نکالتے ہیں اور ان کو پولیس سے زبردست سہارا ملتا ہے' مثلاً "جس کسی کو مخالف سمجھتے ہیں اور حق گوئی کا عادی سمجھتے ہیں اس کو گرفتار کروا لیتے ہیں اور ایسا مزہ چکھاتے ہیں کہ پھر مخالفت کا نام بھی نہ لے اور حق بات زبان سے بھی نہ نکالے' یہ سب ناپاک حرکتیں اس لئے ہورہی ہیں کہ انسان [illegible] ہی نہیں کہ اللہ انہیں دیکھ رہا ہے اور سن رہا ہے' اگر مانتا تو دنیا جنت بن جاتی اللہ نے تائید فرمائی ہے کہ اے مؤمنو! جب گواہی دو تو سچی گواہی دو اور سچ بولو خواہ تمہیں نقصان ہی کیوں نہ ہو' کسی کی رعایت نہ کرو اور نہ ہی طرفداری کرو' میں قادر مطلق سب کچھ دیکھ رہا ہوں اور سن رہا ہوں اس تاکید پر ایمان رکھنے والے وقت پڑتے ہی' پیسے ملتے ہی' اور کسی فائدے کا لالچ دیتے ہی جھوٹی گواہی دیدیتے ہیں۔

محترم حضرات! آج کل یہ بات اچھی طرح دیکھنے میں آرہی ہے کہ لڑکیاں فرار ہو

ہیں بعض کا اغوا کیا جاتا ہے' بعض کو ظلم و زبردستی سے رکھ لیا جاتا ہے' بعض کو لالچ دے کر ان کی عصمت لوٹ لی جاتی ہے بعض عورتیں خود کو راضی خوشی سے بیچتی ہیں یہ ان کا مستقل ایک دھندہ ہے اور بعض عورتیں طوائف کے مانند بے پردگی سے بازاروں میں میلوں اور سڑکوں میں گھومتی پھرتی ہیں جو ایک مستقل عادت بن گئی ہے جبکہ بے پردگی شریعت میں سراسر حرام ہے' اب سوال یہ ہے کہ جب سب کو معلوم ہے کہ زنا گناہ کبیرہ ہے اور بے پردگی حرام ہے تو پھر اغوا کیوں ہوتے ہیں' عورتوں کو ستایا کیوں جاتا ہے اور ان کی عزت پر حملہ کیوں کیا جاتا ہے' عورت جب جانتی ہے کہ شرم و حیاء عفّت و عصمت سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں تو پھر وہ بازاروں میں کیوں گھومتی پھرتی ہے' اور وہ اپنا جسم دوسروں کو کیوں دکھاتی پھرتی ہیں اور کیوں اپنا جسم فروخت کرتی ہیں' کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ سب دیکھ رہا ہے' اگر مرد مانتا تو کیا کسی کی بہو بیٹی یا بیوی پر ہاتھ ڈالتا' اگر دوسروں کی بچیوں کو اپنی بہن سمجھتا تو کیا ان سے عشق لڑاتا اور ان کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتا' یہ سب کرتے ہوئے انسان کو نہ خدا یاد آتا ہے اور نہ دل میں خدا کا خوف ہوتا ہے یہ بھی خیال نہیں آتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے اور اس کی سزا بھی ضرور دے گا' یہ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ آج قدرت کی اس مقدّس تخلیق کو ایک کھلونا بنا کر استعمال کیا جا رہا ہے اور اس کے ایک ایک عُضو کی عُریاں نمائش کر کے گاہکوں کو مال خریدنے کی دعوت دی جا رہی ہے اور رسائل و اشتہار بازوں نے تو عریانیت کو ایک مستقل ذریعہ تجارت بنا رکھا ہے نہ حیاء ہے نہ خوفِ خدا۔

چنانچہ آج سڑکوں پر چلتے ہوئے ایک شریف اور دیندار انسان کے لئے نگاہوں کو بچانا مشکل ہو گیا ہے یہ سب کچھ صرف آنے والے کل سے بے خبری کی وجہ سے ہو رہا ہے' ہر انسان اپنے آج کو جاننے کا ماہر ہے' کسی کو اپنے آنے والے کل (قیامت) کی خبر نہیں' اے آج کو جاننے والو! اپنے کل کو جانو' کیونکہ آخر کار تم جس چیز سے دوچار ہونے والے ہو وہ تمہارا کل ہے نہ کہ تمہارا آج۔

عورت دینی نقطۂ نظر سے فیشن کر سکتی ہے یا نہیں؟

ناظرینِ کتاب! اب زیرِ بحث خواتین کی زیب و زینت اور خوشبو کے استعمال پر آغاز بیان میں آپ کو یہ یاد رہے کہ اسلام' فطرت کش' یعنی فطرت کو ختم کرنے والا نہیں بلکہ "فطرت نواز" ہے وہ فطری تقاضوں اور خواہشوں پر روک نہیں لگاتا جہاں تک عورت کی آرائش و جمال اور زینت کا تعلق ہے' وہ عورت کو اجازت دیتا ہے کہ اخلاقی حدود میں رہ

کر بناؤ سنگھار کرے راہِ اعتدال پر حُسن آرائش کرے اور خوب صورت بنے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اس کی اجازت دی ہے بلکہ بسا اوقات خود اس کی ہدایت بھی فرمائی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خوش حال اور کھاتے پیتے گھرانے کے شخص کو دیکھا جو شکستہ حالت میں تھا فرمایا کہ اگر اللہ نے مال و دولت سے نوازا ہے تو اس کا اظہار بھی کر تیرا شکستہ حالت میں رہنا ناشکری کی علامت ہے' لوگ تجھے کنگال سمجھیں گے جب کہ تو کنگال نہیں تونگر ہے۔ (بحوالہ احیاء جلد ۳ قسط ۵)

ہاں اس سلسلے میں یہ بات ضرور یاد رکھیں کہ محض لوگوں کو دکھلانے اور اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے لباسِ فاخرہ استعمال نہ کرے بلکہ اظہارِ نعمت کی غرض سے استعمال کرے کیوں کہ اظہارِ نعمت بھی ایک طرح کا شکر ہے اس کے بالمقابل وسعت ہوتے ہوئے پھٹے پرانے یا میلے کچیلے کپڑے استعمال کرنا ناشکری ہے' حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ زیب و زینت اختیار کرنا یہ ایک جائز عمل ہے نہ کہ حرام لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ دنیا میں اس کا نہ کرنا بہتر ہے کیونکہ اس میں شر زیادہ ہے اور خیر کم۔
(احیاء جلد ا قسط ۳ ص ۱۷۲)

ایک دفعہ ایک صحابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس حال میں کہ اس کا سر پَراگندہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سر پر بالوں کو پَراگندہ دیکھ کر فرمایا کہ جب تم نے بال رکھے ہیں تو ان کا حق بھی ادا کرو یعنی انہیں دُھوؤ' تیل ڈالو' کنگھی کرو اور بڑھیں تو کٹواؤ' (بحوالہ شمائل ترمذی)

اندازہ لگائیے کہ جب ایک مرد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی تلقین کی ہو تو عورت کے متعلق آپؐ نے کیا کچھ نہیں فرمایا ہوگا' آپؐ نے فرمایا کہ عورت اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق ہے' مرد کے لئے ایک نعمت اور انسانیت پر احسان ہے "اسلام" عورت کو بلند مقام دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنی فطری آرائش کے جذبے کو ضرورت سے زیادہ نہ دباؤ۔ اسلام نے عورت کو سونے چاندی ریشم وغیرہ کے استعمال کی اجازت دی ہے تاکہ ان چیزوں کی مدد سے وہ اپنا حُسن بڑھائے' اپنے فطری تقاضوں کو پورا کرے۔ اسلام کے نزدیک عورت کا بناؤ سنگھار ایک پسندیدہ فعل ہے' احادیث میں عورت کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ اپنے جسم کی آرائش کرے' اچھا لباس پہنے' زیورات پہنے' عطر و مہندی لگائے' صاف ستھری رہے حضرت امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "احیاء العلوم" میں یہ بات لکھی ہے کہ مرد ہو یا عورت تیل اور سرمہ لگانے میں بخل نہ کرے

اور غلاموں کی طرح گندہ نہ رہے۔ (بحوالہ احیاء جلد ۲ قسط ۳ ص ۴۶۳)
مگر ان سارے کاموں کے ساتھ اسلام نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ نسوانی حسن کی نمائش صرف گھروالوں اور شوہر کے لئے ہے' دوسروں کے لئے نہیں' نہ بازاروں میں گھومنے کے لئے اور نہ دکانداروں کے لئے' عورت بناؤ سنگھار کرکے دوسروں کے سامنے نہیں آسکتی یہ اسلام میں ناجائز اور حرام ہے اور ایسا کرنا عورت کے لئے موجبِ عذاب ہے' شریعت میں عورت کو اس بات کی بھی تاکید کی گئی ہے کہ وہ بناؤ سنگھار اور حسنِ آرائش اخلاقی حدود میں رہ کر کرے جہالت اور بے غیرتی پر کمر نہ باندھے' ایسا لباس نہ پہنے جو نفس و شہوت کی تحریک کا باعث بنتا ہو' اس طرح حد سے گزرنے سے خود عورت کے لئے بھی خطرہ ہے اور سماج کے لئے بھی نقصان دے ہے' اس لئے حد سے گزر جانے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف منع کیا ہے بلکہ بڑی سختی اور سخت لعنت کے ساتھ روکا ہے اور ہلاکتِ اقوام کا سبب قرار دیا ہے جو آگے چل کر آپ کو قرآن و حدیث کی روشنی میں معلوم ہو جائے گا۔ چونکہ حد سے زیادہ فیشن' زینت سے متعلق یہ جملہ چیزیں عمومی طور پر عورت کو باہر نکلنے اور نمائش کرنے پر اُبھارتی ہیں اور یہ خیال پیدا کرتی ہیں کہ اتنا سب کچھ کرکے گھر میں بیٹھنے میں کیا فائدہ؟ کسی نے دیکھا ہی نہیں' تعریف کی ہی نہیں' آنکھ سے آنکھ ملی ہی نہیں تو پھر گھنٹوں کی محنت کا کیا فائدہ ہوا؟ آخر وہ مردوں کو دکھانا چاہے گی اور بے پردگی اختیار کرے گی' جو کہ ایک بدچلن و ذلیل اور گری ہوئی عورت کا کام ہے اور گندے مزاج عورتوں کی گندی عادت ہے۔

اسلام ایسے ہی خیالات کے پیش نظر عورت کو حکم دیتا ہے کہ وہ حد کے اندر رہے اور ہر کام سے پہلے سوچ لے کہ وہ کیا کر رہی ہے اور اس کا انجام کیا ہوگا ایسا سوچنا ایک شریف و نیک کردار اور صالحہ عورت ہی کی شان ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ

(سورۂ نور' پارہ ۱۸' سورہ احزاب پ ۲۲)

ترجمہ : اللہ پاک نے ان دونوں مختصر سے جملوں میں عورتوں کی اظہارِ زینت کی ممانعت کے متعلق بیان فرمایا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ مؤمن عورتوں کو اس بات کی بھی سخت ہدایت کر دیجئے کہ وہ اپنا بناؤ سنگھار دوسروں کو نہ دکھائیں اور اسلام سے پہلے دورِ جاہلیت کی سی شان و شوکت نہ دکھاتی پھریں اور نہ قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق پھرا کریں۔

وضاحت: واضح ہو کہ زیب و زینت و بناؤ سنگھار اور حسنِ آرائش کا اطلاق عموماً تین چیزوں پر ہوتا ہے۔ (۱) خوشنما کپڑے (۲) زیورات (۳) سر' منہ' ہاتھ' پیر وغیرہ کی مختلف آرائش جو بالعموم خواتین دنیا میں کرتی ہیں جن کو اس دورِ جدید میں دوسرے الفاظ میں میک اپ بولا جاتا ہے۔ سورۃ احزاب کے مذکورہ فقرہ میں جو لفظ "تبرج" ذکر کیا گیا ہے یہ لفظ تبرج اگر عورت کے لئے استعمال کیا جائے' تو اس کے تین مطلب ہوں گے۔

(۱) ایک یہ کہ وہ اپنے چہرے کے حسن و جمال کو لوگوں کے لئے دکھائے۔

(۲) دوسرا یہ کہ وہ اپنے لباس اور زیور کی شان دوسروں کے سامنے ظاہر کرے۔

(۳) تیسرا یہ ہے کہ وہ اپنی چال ڈھال اور چٹک مٹک سے اپنے آپ کو نمایاں کرے۔

لفظ "تبرج" کی یہی تشریح اکابرِ اہل لغت اور مفسرین نے کی ہے' اس لفظ کے متعلق حضرت ابو عبیدہ کی تفسیر یہ ہے کہ **ان تخرج من محاسنها ماتستدعی به شهوة الرجال**' یعنی "عورت اپنے جسم و لباس کے حسن کو اس طرح نمایاں کرے جس سے مردوں کو اس کی طرف رغبت ہو" لیکن یہ حکم شریعت میں صرف اپنے شوہر کے لئے ہے نہ کہ اجنبی مردوں کے واسطے' اجنبی مردوں کے سامنے عورتوں کا ایسا کرنا سراسر حرام ہے' جس کی وضاحت آگے بیان کی جائے گی' سورۃ احزاب کی مذکورہ آیت میں ایک لفظ جاہلیت کا بھی ہے' یہ جاہلیت کا لفظ پورے قرآن مجید میں اس مقام کے علاوہ اور بھی تین جگہ استعمال ہوا ہے (۱) سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۴ میں (۲) سورۃ مائدہ آیت نمبر ۵۰ میں اور (۳) سورۃ فتح آیت نمبر ۲۶ میں' لفظ جاہلیت سے مراد اسلام کی اصطلاح میں ہر وہ طرز عمل ہے جو اسلامی تہذیب و ثقافت' اسلامی اخلاق و آداب اور اسلامی ذہنیت کے خلاف ہو اور جاہلیت اولیٰ سے مراد وہ برائیاں اور قبیح حرکات ہیں جن میں اسلام سے پہلے عرب و عجم کے لوگ مبتلا تھے' جس جاہلیت کو مٹانے کے لئے قرآن آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا گیا ہے اس دورِ جاہلیت کی اقتدا نہ کرو' ورنہ تمہارا حشر بھی وہی ہوگا جو قدیم زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا ہوا' وہ لوگ دنیا ہی میں جہنم کا نقشہ دیکھ چکے ہیں اور خدا کے عذاب کا مزہ چکھ چکے ہیں' تم لوگ اپنی عقل سے کام لو اور خدا سے ڈرتے ہوئے دنیاوی زندگی گزارو' اس موجودہ دنیا میں ہر آدمی آزاد و خود مختار ہے جو چاہے بولے' جو چاہے کرے اور جس رُخ پر چاہے اپنی زندگی کا سفر شروع کردے' اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو جس کام میں چاہے لگائے مگر یہ سب وقتی و عارضی ہے نہ کہ دائمی

اور عنقریب وہ دن بہت جلد آنے والا ہے جس دن یہ آزادی زیرِ خاک ہو جائے گی اور انسان کی خود مختاری بالائے طاق رکھ دی جائے گی' عورت کے پردے کے اہتمام کی تاکید کے سلسلے میں قرآن میں تو یہاں تک مذکور ہے' **لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ**○

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "عورتیں چلنے میں (یہاں تک اہتمام کریں کہ) اپنے پاؤں زمین پر اس طرح زور سے نہ رکھیں' جس سے زیور کی آواز (غیر محرموں کے) کان تک پہنچے" (یعنی اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا اجنبی لوگوں کو علم ہو جائے' جو شرع میں ناجائز ہے اور ایسا کرنا عورت کے لئے باعثِ گناہ ہے کیونکہ یہ بھی اظہارِ زینت میں داخل ہے۔ لہٰذا جب عورت کو باہر نکلنے کی کبھی ضرورت پیش آئے تو قدیم جاہلانہ شان میں نکلنے سے باز رہے' بلکہ معمولی اور سادہ لباس میں پردے کے جملہ تقاضوں کی تکمیل کے بعد نکلے اور بھری پڑی سڑکوں کے بجائے ایسے راستوں کا انتخاب کرے جہاں سے لوگوں کی آمدورفت کا سلسلہ کم سے کم ہو' اس قرآن و حدیث کی روشنی کے پیش نظر اس طریقہ اسلام سے ہٹ کر اپنی من مانی وہی عورت پسند کرے گی جو یوم آخرت پر یقین نہ رکھتی ہو اور جس کے دل میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو۔

حدیث : حضرت میمونہ بنت سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **مثل الرافلۃ فی الزینۃ فی غیر اھلھا کمثل ظلمۃ یوم القیامۃ لا نور لھا**' یعنی" غیر محرموں اور اجنبیوں میں زینت کے ساتھ ناز و انداز سے چلنے والی عورت ایسی ہے جیسے روزِ قیامت کی تاریکی کہ اس میں کوئی نور نہیں۔
(ترمذی باب ماجاء فی کراھیۃ خروج النساء فی الزینۃ)

محترم : یہ بات یاد رکھیں کہ اسلام میں پردے کا اہتمام صرف زیوروں کی جھنکار تک ہی محدود نہیں بلکہ نگاہ کے سوا دوسرے حواس کو مشتعل کرنے والی چیزوں کو بھی اظہارِ زینت کی ممانعت کی طرح منع کیا گیا ہے اور عورت کے لئے باعثِ گناہ قرار دیا گیا ہے چنانچہ جذبات کو مشتعل کرنے والی چیزوں میں سے ایک چیز خوشبو بھی ہے جو ایک نفسِ شریر کا پیغام دوسرے نفسِ شریر تک پہنچانے اور خبر رسانی کا سب سے زیادہ لطیف ذریعہ ہے جسے دوسرے تو خفیف اور معمولی سمجھتے ہیں مگر اسلامی حیاء اتنی حساس ہے کہ اس کی

طبع نازک پر یہ لطیف تحریک بھی گراں ہے' اسلام ایک مسلمان عورت کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ خوشبو میں بسے ہوئے کپڑے پہن کر راستوں اور بازاروں سے گزرے یا محفلوں اور جلسوں میں شرکت کرے' کیونکہ اس کا حسن اور اس کی زینت اگر پوشیدہ بھی رہی تو کیا فائدہ ہوا؟ اس کے عطریات تو فضا میں پھیل کر جذبات کو متحرک کر رہے ہیں اسی لئے شارعِ اسلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عورت خوشبو لگا کر اور خوشبو میں بسے ہوئے کپڑے پہن کر گھر سے باہر نہ نکلے۔

حدیث: حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **المرأة اذا استعطرت فمرت بالمجلس فهي كذا يعني زانية** "جو عورت عطر لگا کر لوگوں کے درمیان سے گزرتی ہے وہ بدکار اور آوارہ قسم کی عورت ہے" (اور اس شان سے وہی نکل سکتی ہے جو اپنی عفّت و عصمت کو کھو چکی ہو اور عصمت دری سے رغبت رکھتی ہو) (ترمذی شریف)

قطب الاقطاب حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ جو عورت زبان دراز طلاق کی خواہشمند اور زیادہ بناؤ سنگھار کرتی ہے (اور سڑکوں بازاروں میں گھومتی پھرتی ہے) اس سے نکاح درست نہیں۔ (بحوالہ غنیتہ الطالبین ص ۱۳۲)

حدیث: "ایک دفعہ ایک عورت مسجد سے نکل کر جا رہی تھی کہ حضرت ابوہریرہؓ اس کے پاس سے گزرے اور انہوں نے محسوس کیا کہ وہ خوشبو لگائے ہوئے ہے' انہوں نے اسے روک کر پوچھا کہ اے خدا کی بندی کیا تو مسجد سے آرہی ہے؟ اس خاتون نے کہا' جی ہاں' حضرت نے فرمایا میں نے اپنے محبوب ابوالقاسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت مسجد میں خوشبو لگا کر آئے' (یا اور کوئی دیگر عبادت و نیکی کے واسطے گھر سے خوشبو لگا کر نکلے) تو اس کی وہ نماز و عبادت اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک وہ اپنے گھر جا کر غسلِ جنابت نہ کر لے۔"

(الحدیث ابوداؤد و ابن ماجہ' احمد نسائی و تفسیر معارف القرآن جلد ۶ سورۃ نور کی تفسیر میں)

مسئلہ: فقہائے امت کے نزدیک خوشبو وغیرہ لگا کر عورتوں کو باہر جانا جائز نہیں کیونکہ وہ بھی مخفی زینتوں میں شامل ہے جو کہ غیر مَحرم تک پہنچتی ہے۔

(جصاص و تفسیر معارف جلد ۶ ص ۳۹۴)

الغرض اب تک جو کچھ زینت و خوشبو کے متعلق لکھا گیا ہے ان سب باتوں کا خلاصہ

یہ ہے کہ ہر وہ آرائش جو بُری نیت اور فتنہ سے پاک ہو وہ اسلام کی آرائش ہے اور جس زینت و آرائش میں ذرہ برابر بھی بُری نیت شامل ہو وہ جاہلیت و معصیت کی آرائش ہے وہ اسلام کی آرائش نہیں ہو سکتی۔

محترم ناظرین ! یہ شیطان نفس کا ایک دوسرا ایجنٹ زبان ہے کتنے ہی فتنے ایسے ہیں جو زبان کے ذریعہ سے پیدا ہوتے ہیں یہ ایک حقیقت ہے کہ سماجی زندگی میں اکثر مصیبتوں کا سبب آدمی کی زبان ہی ہوتی ہے' زبان کی بے احتیاطی گھر کے اندر اور گھر کے باہر آدمی کے لئے بے شمار مسائل پیدا کردیتی ہے' آدمی اگر زبان کو قابو میں رکھے تو ہر شعبہ زندگی اس کا کامیاب رہے گا اور اسے آخرت میں بھی کامرانی نصیب ہوگی اگر کوئی مرد و عورت آپس میں باتیں کررہے ہیں کوئی سوءِ ظن بُری نیت اور بُرا جذبہ نمایاں نہیں ہے' مگر دل کے چھپے ہوئے چور کا کیا معلوم؟ جو آواز میں حلاوت و شیرینی' لہجے میں لگاوٹ' باتوں میں مُلائمت و گھلاوٹ پیدا کرنے سے پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس چور کو بھی پکڑ کر دنیا کے لوگوں کے سامنے رکھ دیتا ہے' چنانچہ ارشاد باری ہے' **اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○**

(آیت ۳۲ سورۃ احزاب پ ۲۲)

ترجمہ : اے عورتو! اگر تم (واقعی) اللہ سے ڈرنے والی ہو (اور آخرت پر یقین رکھتی ہو اور پرہیز گاری کی زندگی اختیار کرنا چاہتی ہو) تو (نامحرم مرد سے) بولنے میں نزاکت و خوبی مت کرو اور دبی زبان سے باتیں نہ کیا کرو کہ (اس سے) ایسے شخص کو (طبعاً) خیال (فاسد پیدا ہونے) لگتا ہے' جس کے قلب میں (واقعی) خرابی (اور بدی) ہے (تو وہ طمع و لالچ کرے گا اور کچھ توقع بھی کرے گا۔ لہٰذا ایسے موقع پر تکلف اور اہتمام سے اپنے فطری انداز کو بدل کر گفتگو کرو) اور قاعدہ کے موافق بات کہو' (اور ایسے انداز سے بات کرو جس میں خشکی اور رُوکھا پن موجود ہو یعنی اس طرح بات کیا کرو جس طرح انسان انسان سے بات کیا کرتا ہے گویا بالکل سیدھے سادھے طریقے سے کہ یہ اپنی حفاظت عفت و عزت اور اس کے طمع کو فاسد کرنے کا ایک بہترین طریقہ ہے)

تشریح: آیت مذکورہ میں اللہ پاک بالخصوص خواتین کو یہ ہدایت فرمارہے ہیں کہ اول تو عورتوں کو غیر مردوں سے بات کرنا ہی نہ چاہیے' ہاں اگر شدید ضرورت پڑہی جائے کہ بغیر

گفتار کے چارہ ہی نہ رہے تو ایسے مواقع پر اسلام عورت کو غیر مرد سے بات کرنے کی اجازت تو دیتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ عورت کا لہجہ اور اندازِ گفتگو ایسا ہونا چاہیے جس سے بات کرنے والے مرد کے دل میں یہ خیال تک نہ گزر سکے کہ اس عورت سے کوئی اور توقع بھی قائم کی جاسکتی ہے' عورت کے لہجے میں کوئی نرمی' نزاکت اور لچک نہ ہو' اس کی گفتگو میں کوئی ملائمت و لگاوٹ نہ ہو اور اس کی آواز میں مخاطب کے دل میں میلان اور کشش پیدا کرنے والی کوئی شیرینی گھلی ہوئی نہ ہو' جس سے مخاطب مرد کے دل میں اور جذبات میں حلاوت و طمع پیدا ہو اور اسے آگے قدم بڑھانے کی ہمت دلائے' اس کے دل میں مرضِ نفاق پیدا ہو یا کسی بُرائی پر قدم اٹھانے کا موقع ملے۔

محترم! قرآن پاک کے اس صاف ارشاد کے بعد اب کسی بھی عورت کو ایسا طرزِ گفتگو زیب نہیں دیتا' نہ کسی کی شرافت اجازت دیتی ہے نہ تہذیب' ہاں وہ بدنیت' بدچلن اور بداصل عورت جس کے دل میں خوفِ خدا' خوفِ آخرت اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت موجود نہ ہو' اور جس کے قلب میں خرابی اور ذہن میں بدنیتی ہو' خود غلاظت پسند مزاج رکھتی ہو' اور اپنی عزت و عصمت کی قدر نہ جانتی ہو اس کے لئے اسلام میں کوئی ہدایت نہیں' اس کے نزدیک تو پانی اور پیشاب برابر ہے...... واضح ہو کہ عورت کو غیر مرد سے اپنے فطری انداز کو بدل کر گفتگو کرنا اور زبان میں خشکی و روکھاپن رکھ کر کوئی بات کہنا یہ کوئی بداخلاقی نہیں بلکہ فتنہ سے بچنے کا ایک ذریعہ ہے' بداخلاقی تو اس کو کہا جاتا ہے جس سے کسی قلب کو ایذا پہنچے اور طمع فاسد کو روکنے سے ایذا لازم نہیں آتی۔

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ایک نیک شخص کا کسی ایسے مرد و عورت کے قریب سے گزرنے کا اتفاق ہوا جو باہم نرم و ملائم لہجے میں باتیں کر رہے تھے اس نیک شخص نے اس مرد کے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ اس کا سر پھٹ گیا جب حضرت عمرؓ کے پاس یہ مقدمہ پیش ہوا تو حضرت عمرؓ نے اس کو کچھ بدلہ نہ دلوایا ضرب کو بلا قصاص قرار دیا۔ (بحوالہ تفسیر مظہری جلد ۱۰ ص ۱۸۸)

حدیث: حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو بغیر شوہر کی اجازت کے غیر مردوں کے ساتھ کلام کرنے کو سخت تاکید کے ساتھ منع فرمایا" اور دوسری ایک روایت میں عورتوں کو غیر مردوں کے ساتھ ایسی میٹھی میٹھی باتیں کرنے کی بھی سخت غضب و غصہ کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے کہ مرد اس کی طرف

کچھ ریجھنے لگے" یعنی اگر عورت کسی غیر مرد سے نرم و نازک باتیں کرے گی تو مرد کے دل میں طمع پیدا ہوگا اور دل کا چور جاگ اُٹھے گا' جو دونوں کے لئے نقصان دہ اور موجب عذاب ہے' (بحوالہ تفسیر مظہری ص ۱۸۸)

ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سرِ راہ کسی عورت سے بات چیت کر رہا ہے' آپ سخت ناراض ہوئے اور اس کے دُرّے لگائے' اس شخص نے عرض کیا' یا امیر المؤمنین! یہ میری بیوی ہے' کوئی غیر عورت نہیں' اس پر آپ نے فرمایا ہاں بات تمہاری درست ہے لیکن ایسی جگہ کیوں گفتار کرتے ہو جہاں شبہ واقع ہو۔ (احیاء جلد ۲ قسط ۴ ص ۴۹۱)

مسئلہ: اجنبی مردوں سے عورتوں کو اگر کلام کی ضرورت پڑے تو احناف کا مسلک یہ ہے کہ لہجہ میں دُرشتی اور سختی اختیار کرے تاکہ میلان و لالچ کا احتمال ہی پیدا نہ ہونے پائے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری جلد ۱۰ ص ۱۸۹)

مسئلہ: عورت کی آواز فی نفسہ پردے میں داخل ہے' اور اس میں احتیاط و پابندی ضروری ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک غیر مَحرم کو آواز سنانا جائز نہیں' (خواہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو) ہاں شدید ضرورت کے وقت پس پردہ راہِ اعتدال پر جائز ہے' بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

(بحوالہ تفسیر معارف القرآن جلد ۶ ص ۳۹۴ پ ۱۸ سورۃ نور کی تفسیر میں)

اسی بناء پر اسلامی قانون میں تمام عبادات و احکام میں اس کی رعایت کی گئی ہے کہ عورتوں کے لئے اذان (ثواب کا کام ہونے کے باوجود) دینا جائز نہیں کہ عورتوں کی آواز بھی عورت ہے' (بحوالہ تفسیر معارف جلد ۷ ص ۱۳۲ اور احیاء العلوم)

حدیث: حدیث شریف میں آیا ہے کہ نماز باجماعت میں اگر کوئی عورت موجود ہو اور امام کوئی غلطی کرے' یا امام کو کسی حادثہ پر متنبہ کرنا ہو' تو مردوں کو "سبحان اللہ" کہنے کا حکم ہے یعنی زبان سے لقمہ دینے کا حکم ہے' مگر عورتوں کو زبان سے لقمہ دینے کے بجائے یہ ہدایت کی گئی ہے کہ اپنے ہاتھ کی پُشت پر دوسرا ہاتھ مار کر تالی بجادیں جس سے امام ہوشیار ہو جائے زبان سے کچھ نہ بولیں'' اندازہ لگایئے کہ یہ کس قدر اجتناب کا حکم ہے کتنا باریک اور نازک مقام ہے' پردے کی اہمیت کا مقام اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے؟"

(بحوالہ حدیث بخاری' باب التصفیق النساء و معارف جلد ۷ ص ۱۳۲ و جلد ۶)

محترم حضرات! ابھی پیچھے آپ نے قرآن کی روشنی میں یہ ملاحظہ فرمایا ہے کہ عورت کو اظہارِ زینت خواہ کسی ذریعہ سے ہو' ناجائز ہے یعنی زیور کے اندر خود کوئی چیز ایسی ڈالی جائے جس سے وہ بجنے لگے' یا ایک زیور دوسرے زیور سے ٹکرا کر بجے یا پاؤں زمین پر اس طرح مارے جس سے زیور کی آواز نکلے اور وہ غیر محرم مرد کے کان میں آئے تو شریعت میں یہ سب چیزیں بھی قرآن کی اس آیت **وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ** ○ کی رو سے ناجائز ہیں اور اسی وجہ سے بہت سے فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ جب زیور کی آواز غیر محرموں کو سنانا قرآن کی دلیل سے ناجائز ثابت ہوا تو خود عورت کی آواز کا سنانا اس سے بھی زیادہ سخت اور بدرجہ اولیٰ ناجائز و حرام ہوگا' اسی بناء پر فرمایا کہ عورتوں کو جہاں تک ہوسکے تعلیم بھی عورتوں ہی سے لینا چاہیے' مردوں سے تعلیم لینا بدرجہ مجبوری جائز ہے۔ (بحوالہ تفسیر معارف القرآن جلد ۶ ص ۳۹۴ پ ۱۸)

حدیث: صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ "نماز میں اگر کوئی سامنے سے گزرنے لگے تو مرد کو چاہیے کہ بلند آواز سے "سبحان اللہ" کہہ کر گزرنے والے کو متنبہ کردے مگر عورت آواز نہ نکالے بلکہ اپنی ایک ہتھیلی کی پُشت پر دوسرا ہاتھ مار کر اس کو متنبہ کرے"

(حدیث بحوالہ تفسیر معارف جلد ۶' ص ۳۹۴)

مسئلہ: فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ بِلا ضرورت عورتیں غیر محرم مردوں سے باتیں نہ کریں کیونکہ عورت کی نظر بنی کی طرح آواز بھی فتنہ سے خالی نہیں۔ (بحوالہ تفسیر معارف القرآن جلد ۶ ۳۹۴)

حدیث: بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوشی اور رحمت کا دروازہ اس گھر کے لئے بند سمجھ' جس گھر سے عورت کی آواز غیر کو سنائی دے۔ (حدیث بخاری و کیمیائے سعادت)

ناظرین کتاب! یہ طویل بیان جو آپ نے قرآن و حدیث اور فقہائے کرام کے مدلل اقوال کی روشنی میں ملاحظہ فرمایا ہے اس کے بعد ذرا دل و دماغ سے سوچنے کی بات ہے کہ جو دینِ اسلام عورت کو غیر مرد سے بات کرتے ہوئے لچک دار انداز گفتگو اور کلام میں

نرمی و نزاکت اختیار کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتا اور اسے مردوں کے سامنے بِلا ضرورت آواز نکالنے سے بھی روکتا ہے اور حد یہ کہ زیوروں کی آواز پر بھی پابندی لگاتا ہے' تو کیا وہ دین کبھی اس کو پسند کر سکتا ہے کہ عورت اسٹیج پر آکر گائے' ناچے' اور ڈراموں میں حصہ لے بھاؤ' تاؤ کرے' اور ناز و نخرے دکھائے؟ اور کیا وہ اس کی اجازت دے سکتا ہے کہ ریڈیو اور ٹی وی پر عورت عاشقانہ گیت گائے' سُریلے نغموں کے ساتھ فحش مضامین لکھے اور پلید باتیں سنا سنا کر لوگوں کے جذبات میں آگ لگائے؟ کیا وہ دین اسے جائز رکھ سکتا ہے کہ عورتیں ڈراموں اور ناٹکوں میں کبھی کسی کی اہلیہ کسی کی معشوق اور کبھی کسی کی دل رُبائی کا پارٹ ادا کرے؟ یا عورت کو ہوائی میزبان بنایا جائے اور انہیں خاص طور پر مسافروں کا دل لُبھانے اور ناپاک و ناجائز طور طریقوں کی تربیت دی جائے؟ یا کلبوں' ہوٹلوں' دکانوں' اجتماعی تقریبات اور عام و خاص مجالس میں بَن ٹھن کر اور حُسن آرائش کے ساتھ آئیں اور غیر مردوں سے خوب گُھل مل کر' جسم سے جسم لگا کر بات چیت اور ہنسی مذاق کریں؟ یہ کلچر (Culture) آخر کس مذہب کی دین ہے؟ خدا کا نازل کردہ قرآن تو سب کے سامنے موجود ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و ارشاداتِ عالیہ دنیا کے لوگوں کے سامنے بدیہی و آشکارا ہیں' یہ بات یاد رہے کہ جو بھی انسان رضائے الٰہی کے اسباب فراہم کرنے کے بجائے کفرونا شکری' نافرمانی اور سرکشی اختیار کرتا ہے اور اپنے قیمتی وقتوں' صلاحیتوں اور طاقتوں کو احکام الٰہیہ کے خلاف اور راہِ معصیت میں تباہ کر دیتا ہے تو خدا کے نزدیک وہ حیوانوں اور جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل و بدتر ہو جاتا ہے خدا کی نگاہ میں اس کی کوئی قیمت نہیں رہتی۔

حدیث: ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ میں بیٹھ کر کلامِ پاک کی تلاوت فرمارہی تھیں'

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جب حجرہ سے باہر تشریف لائے تو دیوار کے ایک سوراخ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی تلاوت کی آواز سنائی دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً مٹی کا ایک بڑا سا ڈھیلہ لے کر اس سوراخ کو بند کیا تاکہ حضرت عائشہؓ کی آواز باہر والوں اور غیر محرموں کو سنائی نہ دے۔

(بیان کردہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ)

حدیث: سرورِ دوعالم شفیعُ الاُمم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیّدہ حضرت فاطمہؓ کا جب نزع کا وقت قریب آیا تو حضرت سیّدہ فاطمہؓ نے باری تعالیٰ سے یہ

دعا کی کہ اے میرے رب! اگر میرا دن کو انتقال ہو جائے تو میرا جنازہ رات کو اٹھانا' میرے جنازہ پہ بھی کسی کی نظر نہ پڑنے پائے "سبحان اللہ" قربان جاؤں ان مطہرات بیویوں اور صاجزادیوں کے اہتمامِ پردہ پر' آج ہمارا معاشرہ سب کے سامنے ہے' کتنی گانے والی ہیں' کتنی بجانے والی ہیں علماءِ دین نے لکھا ہے کہ مرتے وقت قبر میں اتارتے وقت اگر کسی کی شکل بدل جائے یا کوئی تبدیلی آجائے تو کسی کو دکھانا جائز نہیں' البتہ اگر گانے یا ناچنے والی فاحشہ عورت کی شکل بدل جائے تو پھر حکم ہے کہ اعلانیہ بُلا بُلا کر دکھاؤ تاکہ اوروں کو عبرت حاصل ہو' آج سیّد ہونے کا دعویٰ کرنے والے کہاں ہیں؟ سیّدہ فاطمہؓ کے پردہ کے اہتمام کا اندازہ لگالیں اور اپنے گریبان میں جھانک کر بھی دیکھیں'

کسی شاعر نے بالکل سچ کہا ہے

پاس جب کچھ بھی نہیں قرآن کے احکام کا
دعویٰ پھر کس منہ سے ہے تجھ کو پیروی اسلام کا
کر کے دیکھ اعمال کا اپنے اگر تو احتساب
تو کُھلے عقدہ کہ ہے تو بس مسلمان نام کا
رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

قارئین حضرات اگر حقیقت دیکھی جائے تو نفس کے چوروں میں سے ایک چور نگاہ بھی ہے۔ بسا اوقات زبان تو خاموش رہتی ہے لیکن نگاہ اس کی جگہ حرکت کرتی ہے اس لئے قرآن و حدیث دونوں اس کی گرفت کرتے ہیں چنانچہ قرآن کا ارشاد ہے ملاحظہ ہو'

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی' قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ○ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ○ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ○ (سورۃ نور پ ۱۸)

ترجمہ و توضیح:! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے نبیؐ! آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی کر رکھیں' (یعنی جس عُضو کی طرف مطلقاً دیکھنا ناجائز ہے اس کو بالکل نہ دیکھیں اور جس کو فی نفسہ دیکھنا جائز ہے مگر شہوت سے جائز نہیں اس کو شہوت سے نہ دیکھیں' یہ شرعاً ممنوع اور ناجائز ہے' غَضِّ بصر کا ترجمہ عام طور پر نگاہ نیچی کرنا یا رکھنا کیا جاتا ہے اور اصل اس حکم کا مطلب دورِ حاضر میں یہ کہ ہر وقت نیچے ہی دیکھتے رہنا نہیں ہے بلکہ پوری طرح نگاہ بھر کر نہ دیکھنا' اور نگاہوں کو دیکھنے کے لئے بالکل آزاد

نہ چھوڑ دینا ہے' یہ مفہوم "نظر بچانے" سے ٹھیک ادا ہوتا ہے اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں' (یعنی ناجائز محل میں شہوت رانی نہ کریں جس میں زنا ولواطت سب داخل ہے شرم گاہوں کی حفاظت سے مراد محض ناجائز شہوت رانی کی جتنی صورتیں ہیں مثلاً" زنا' لواطت اور دو عورتوں کا باہمی ملنا" سحق" جس سے شہوت پوری ہو جائے' ہاتھ سے شہوت پورا کرنا وغیرہ صرف ان سب حرام کاموں سے پرہیز ہی نہیں بلکہ اپنے ستر کو دوسرے کے سامنے کھولنے سے پرہیز بھی لازمی ہے ستر کے حدود کا بیان آگے آرہا ہے' فتنۂ شہوت کا سب سے پہلا سبب اور مقدمہ نگاہ ڈالنا اور دیکھنا ہے اور جس کا آخری نتیجہ زنا ہے' قرآن نے ان دونوں کو صراحۃً ذکر کر کے حرام قرار دیا ہے۔ ان کے درمیانی حرام مقدمات مثلاً" باتیں سننا' ہاتھ لگانا وغیرہ یہ سب ضمناً آگئے۔ یہ سب باتیں ان کے لئے (ہی) زیادہ پاکیزگی کی بات ہے' (اور سب سے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے اور اس کے خلاف مرد و عورت دونوں کے لئے خطرہ اور آلودگی نفس ہے اور دائمی عذاب کا امکان بھی ہے) بیشک اللہ تعالیٰ کو سب کچھ خبر اور علم رہتا ہے جو کچھ لوگ (دنیا میں) کیا کرتے ہیں (یقیناً وہ ذات پاک اپنی بنائی ہوئی دنیا سے بے خبر نہیں ہے وہ اپنے بندوں کے مخفی سے مخفی حرکتوں باتوں اور نیتوں سے باخبر رہتا ہے اس کی نگاہ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں اور نہ رہ سکتی ہے پس اس کے قرآن کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کو وہ قادرِ مطلق ایسی سزا دیں گے جو آج تک دنیا میں نہ کسی نے کسی کو اتنی سخت سزا دی ہوگی اور نہ کسی نے کبھی دیکھا یا سنا ہوگا۔ جس کی حقیقت، مرنے کے بعد ہی سامنے آئے گی' یہاں تک تو آپ نے مردوں کے احکام ملاحظہ فرمائے' اب اس سے آگے والی آیت نمبر ۳۱ میں حق سبحانہ و تعالیٰ خواتین کے متعلق نصیحت فرمارہے ہیں کہ "اے نبیؐ (اسی طرح) مسلمان عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی کر رکھیں یعنی نیچے کی طرف جھکائے رکھیں عورتوں کے لئے نظر نیچا کر کے رکھنے کے احکام وہی ہیں جو مردوں کے لئے ابھی پیچھے گزرے ہیں یعنی انہیں قصداً غیر مردوں کو نہ دیکھنا چاہیے' اپنی نگاہیں پست رکھیں اگر اچانک نگاہ پڑ جائے تو ہٹا لینی چاہیے اور دوسروں کے ستر کو دیکھنے سے بھی لازمی طور پر پرہیز کرنا چاہیے مزید تفصیلی بیان آگے آرہا ہے اس سورۂ نور کی ۳۱ نمبر آیت کی رو سے فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ عورتوں کو اپنے محارم (جن سے نکاح جائز نہیں) مثلاً" بھائی' باپ اور اپنی اولاد وغیرہ کے سوا سب غیر محرم مردوں کو دیکھنا حرام ہے (خواہ شہوت سے دیکھے یا اور کسی بری نیت سے دیکھے)۔"

اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں' یعنی ناجائز شہوت رانی نہ کریں جس میں زنا

و تحق سب داخل ہیں اور اپنی ستر دوسروں کے سامنے کھولنے سے بھی پرہیز کرنا لازمی امر ہے حاصل یہ کہ نظرِ شہوت جب حرام ہے تو ستر کا دیکھنا تو بدرجہ اولیٰ حرام ہے یہاں تک کہ ایک عورت کو دوسری عورت کے مواضع ستر کو بلا ضرورت خاص دیکھنا بھی حرام ہے لہٰذا مسلمان عورتوں کو اس ذلیل اور ناپاک حرکت اور بُری عادت سے بچنا لازمی ہے' حدیث پاک میں اس کے متعلق بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں جو انشاء اللہ آئندہ کسی موقع پر بیان کی جائیں گی اور (عورتیں) اپنی زیب و آرائش (کے مواقع) کو ظاہر نہ کریں "یعنی شریعت اسلام عورتوں سے صرف اتنا ہی مطالبہ نہیں کرتی جو مردوں سے اس نے کیا ہے بلکہ مردوں سے تو صرف نظر بچانا اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنا ہے' اور عورتوں سے اس کے ساتھ مزید کچھ مطالبے بھی کرتی ہے جو اس نے مردوں سے نہیں کئے ہیں' چنانچہ شریعتِ اسلام عورت سے مزید یہ مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اپنی زینت کو چھپا کر رکھیں اور اپنی زینت کے مواقع بھی' زینت سے مراد زیور جیسے کنگن' چوڑی' خلخال' بازو بند' گلوبند' نکلیس' جھومرئی' بالیاں وغیرہ اور زینت کے مواقع سے مراد ہاتھ' پنڈلی' بازو' گردن' سینہ' کان وغیرہ ان سب مواقع کو غیر محرم مردوں سے چھپا کر رکھیں' اس میں دو چیزوں کا **استشناء** ہے جو آگے بیان ہوگا اب جب کہ ان مواقع کو غیروں سے پوشیدہ رکھنا واجب ہے تو اور مواقع جو بدن کے رہ گئے جیسے پُشت' شِکم' کمر اور ران وغیرہ جنکا کھولنا محارم کے سامنے بھی جائز نہیں ہے تو غیر محارم کے سامنے کھولنا تو بدرجہ اولیٰ حرام ہوگیا اور ان کا پوشیدہ رکھنا ان سے بھی زیادہ واجب ہوگیا' حاصل یہ ہوا کہ عورتیں سر سے پاؤں تک اپنا تمام بدن پوشیدہ رکھیں اور وہ دو چیزیں جو اسلام میں **مستشنیٰ** قرار دی گئی ہیں چہرے اور کفین' دراصل ان کا **استشناء** موقع ضرورت کے لحاظ سے ہے کہ روز مرّہ کے کام کاج میں جن اعضاء کے کھولنے کی ضرورت ہوتی ہے اور جو آپ سے آپ ظاہر ہو جائے جیسے چادر یا بُرقع کے نقاب کا ہوا سے اڑ جانا اگرچہ عورت کو خود اس کا اظہار اور اس کی نمائش کی خواہش نہیں ہوتی' شریعت میں ان اعضاء کو حجاب سے **مستشنیٰ** قرار دیا گیا ہے بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو" چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا** مگر جو اس موقعِ زینت میں سے اکثر ظاہر ہو ہی جاتا ہے (یعنی جن اعضاء کے چھپانے میں کام کاج میں پریشانی ہوگی' عادۃً ان کا پوشیدہ رکھنا مشکل ہوتا ہے ان سے مراد چہرہ اور ہاتھ کی ہتھیلیاں ہیں اور اَصَحّ قول کے مطابق دونوں قدم بھی انہی میں داخل ہیں نیز قدم کو فقہائے کرام نے ان پر قیاس کرکے اسی حکم میں شامل کردیا ہے کیونکہ دونوں قدموں کے کھولے بغیر بھی کام کاج اور نقل و حرکت نہیں ہو سکتی۔

(تفسیر معارف القرآن جلد۶ ص ۳۸۷'۳۸۸ و تفسیر مظہری و تفہیم جلد۳)

یہاں یہ بات بھی نظر میں رہے کہ جن مواقع زینت کو ضرورت کے وقت حجاب سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اور خدا کی طرف سے کوئی مواخذہ بھی نہیں ہے پھر بھی ان میں جہاں تک ہو سکے احتیاط سے کام لیں کیونکہ وہ بھی آخر اپنی جگہ ایک کشش رکھتے ہیں اور دوسری جگہ ارشاد باری ہے۔ **وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ** اور (عورتیں خصوصاً سر اور سینہ ڈھکنے کا اہتمام بہت کریں) اور وہ اپنے دوپٹے (جو سر ڈھانکنے کے لئے ہیں) اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں آج کے ماڈرن اور نمائشی دور میں اکثر قمیص میں سامنے سے گریبان کھلا رہتا ہے اور سینہ کی ہیئت قمیص کے باوجود ظاہر رہتی ہے جو کہ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کی شان تھی یہ سراسر حرام ہے' زمانہ جاہلیت میں عورتیں سروں پر ایک طرح کے کُسادے سے باندھے رکھتی تھیں جن کی گرہ جوڑے کی طرح پیچھے چوٹی پر لگائی جاتی تھی سامنے گریبان کا ایک حصہ کھلا رہتا تھا جس سے گلا اور سینے کا بالائی حصہ صاف نمایاں ہوتا تھا چھاتیوں پر قمیص کے سوا اور کوئی چیز نہ ہوتی تھی' اور پیچھے دو دو چوٹیاں لہراتی رہتی تھیں۔ (تفسیر معارف القرآن جلد۶ ل ۳۸۴ و تفسیر کشاف جلد۲ ص ۹۰ و تفسیر ابن کثیر جلد۳ ص ۲۸۳۔ ۲۸۴) زمانہ جاہلیت کے اس لغو فعل اور بے ہودہ رسم کو دور کرنے کے لئے اللہ پاک نے قرآن پاک میں یہ مذکورہ آیت نازل فرمائی تاکہ مسلمان خواتین اس زمانہ جاہلیت کی جہالت کو ضلالت اور معصیت سمجھ کر چھوڑ دیں اور قرآن کی ہدایت اور شریعتِ محمدی کو اپنا کر دونوں جہاں کی کامرانی اور کامیابی حاصل کریں اس مذکورہ آیت کے نزول کے بعد مسلمان عورتوں میں دوپٹہ رائج کیا گیا جس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ آج کل کی صاحب زادیوں کی طرح بس اسے بَل اور پیچ دے کر گلے کا ہار بنا لیا جائے بلکہ یہ تھا کہ اس دوپٹہ کو اُوڑھ کر سر' سینہ' کمر سب اچھی طرح ڈھانپ لیں اہلِ ایمان خواتین نے قرآن کا یہ حکم سنتے ہی فوراً جس طرح اس حکم کی تعمیل کی اس کی تعریف کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب سورۃ نور کی مذکورہ آیت نمبر۳۱ نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو سنائی بس سب صحابہ اپنے گھروں کی طرف پلٹے' اور جا کر انہوں نے اپنی بیویوں' بیٹیوں' بہنوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی آیت سنائی انصار کی عورتوں میں سے کوئی عورت ایسی نہ تھی جو آیت مذکورہ کے الفاظ سن کر اپنی جگہ بیٹھی رہ گئی ہو' ہر ایک اُٹھی کسی نے اپنا کمرپٹہ کھول کر اور کسی نے اپنی چادر اٹھا کر فوراً اس کا دوپٹہ بنایا اور بعض انصاری عورتوں نے تو اپنے پردے پھاڑ پھاڑ کر اُوڑھنیاں بنا لیں' اس وقت خواتین کا مسجد میں نماز پڑھنا رائج تھا' دوسرے روز صبح کی نماز میں جتنی عورتیں مسجد

نبوی میں حاضر ہوئیں سب دوپٹے اوڑھے ہوئے تھیں اس سلسلے میں حضرت عائشہؓ مزید تفصیل یہ بتاتی ہیں کہ عورتوں نے باریک کپڑے چھوڑ کر اپنے موٹے موٹے کپڑے چھانٹے اور ان کے دوپٹے بنائے اور پردہ کرنا شروع کیا۔ (بحوالہ ابن کثیر جلد ۳ ص ۲۸۴ اور ترجمہ سنن ابوداؤد جلد ۲ ص ۸۴۷ حدیث ۳۸۰ کتاب اللباس)

حدیث: صاحب شریعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خود دوپٹے کی تصریح فرمادی صرف لوگوں کے فہم پر نہیں چھوڑا حضرت دحیہ بن خلیفتہ الکلبیؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مصر کے بنے ہوئے مصری سفید باریک ململ کے کپڑے آئے آپؐ نے اس میں سے ایک ٹکڑا مجھے عنایت فرمایا اور فرمایا اس کپڑے کے دو ٹکڑے کرکے ایک ٹکڑے سے اپنا کرتہ بنالو اور ایک حصہ اپنی زوجہ کو دوپٹہ بنانے کے لئے دے دینا مگر ان سے یہ ضرور کہہ دینا کہ **تَجعَلَ تَحتَہٗ ثَوبًا لَا یَصِفُھَا** یعنی "اس کپڑے کے نیچے ایک اور کپڑا لگالیں تاکہ جسم کی ساخت اندر سے نہ جھلکے"

(ترجمہ سنن ابوداؤد شریف جلد ۲ ص ۸۴۹ حدیث ۲۸۳۲ کتاب اللباس)

وَلۡیَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوۡبِهِنَّ اس مذکورہ آیت کے نزول کے بعد حضرت صفیہؓ بنت **عبدالرحمن** حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اس وقت حضرت صفیہؓ ایک باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھیں، حضرت عائشہؓ نے اس باریک کپڑے کو پھاڑ دیا اور ایک موٹی اوڑھنی ان پر ڈال دی اور آئندہ کے لئے باریک کپڑے پہننے سے سختی سے منع فرمایا۔

(مؤطا امام مالک و سنن ابوداؤد)

قارئین محترم! ان احادیث و معتبر روایات سے مسلمان خواتین کے لئے اس بات کی آخر کیا گنجائش ہے کہ مسلمان عورتیں باریک اور چست کپڑے پہنیں اور دوپٹہ باریک کپڑے کا اوڑھیں؟ جس سے بدن کی ہیئت و جھلک قمیص اور کپڑے ہوتے ہوئے بھی نظر آئے اور دوپٹہ اور ساڑھی کے باوجود سینہ اور گلے کی ساخت اندر سے جھلکے اور جدید طریقۂ سنگھار کو بہت زیادہ پسند کرے؟ آج کل کی اکثر خاتون کی یہ خواہش ہے کہ اس کے بدن پر گوشت نہ چڑھے، جتنی ہڈیاں نظر آئیں گی اتنی ہی وہ خوبصورت اور جاذب نظر و دلکش معلوم ہوں گی، یہ یاد رہے کہ یہ کردار و نظریہ صرف ایک بے حیاء، بے غیرت، کم ظرف اور پیچ ذات کی عورتوں ہی کی شان ہے، نہ کہ شریف اور بلند کردار خواتین کی۔ جو خواتین یقیناً اللہ اور قبر و حشر پر ایمان و یقین رکھتی ہیں اور عقبیٰ کی کامیابی و کامرانی اور خدا کی رضاء و خوشنودی چاہتی ہیں اور کم از کم جو اپنی شرافت، عصمت و عفت کی بھی کچھ قدر و

قیمت سمجھتی ہیں ان کے لئے احکامِ قرآنی اور سنتِ نبوی پر عمل کرنا اور ان کا اہتمام و قدر کرنا نہایت ضروری اور لازمی ہے' ورنہ وہ درحقیقت دنیا کی زندگی میں بھی تباہ و برباد ہو کر رہیں گی اور خدا کے میزانِ عدل میں بھی سراسر بے وزن قرار پائیں گی واضح ہو کہ اس دنیاوی زندگی میں بے قید کوئی نہیں' کوئی خدا کی قید میں ہے کوئی شیطان کی قید میں' قید سے خالی کوئی نہیں' اب یہ فیصلہ کرنا ہر انسان کا اپنا کام ہے کہ کون سی قید اسے مطلوب ہے؟

..........O..........

ایک فرض۔ایک دینی تحریک

......O......

"پردہ اور حقوقِ زوجین" ایک کتاب ہی نہیں ہے بلکہ ہمارے نظامِ حیات کے ظاہر وباطن کی صحیح اور مکمل تشریح ہے' اگر آپ اس کتاب کے ممبر ہیں اور اس کتاب کے مطالعہ سے اپنے ذہن و فکر کو فیضیاب کرتے ہیں تو اپنے احباب کو بھی اس کے مطالعہ کی ترغیب دیجئے تاکہ یہ فیض صرف آپ تک محدود نہ رہے' بلکہ آپ کے احباب بھی اپنا حصہ لے سکیں

یقیناً" وہ اس کے مستحق ہیں۔

کس سے پردہ واجب ہے اور کس سے پردہ ضروری نہیں؟

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِھِنَّ اَوْ اٰبَآئِھِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِھِنَّ الخ

(سورۃ نور پ۱۸ آیت ۳۱)

ترجمہ : اور (مسلمان عورتیں) اپنی زینت کے مواقع کو (کسی پر) ظاہر نہ کریں مگر (ان لوگوں کے سامنے) شوہروں پر یا اپنے (محارم یعنی) باپ' خسر' بیٹے' سوتیلے بیٹے' بھائی' بھتیجے' بھانجے' اپنی عورتیں' اپنے غلام' اور وہ مرد خدمت گار جو عورتوں سے کچھ مطلوب نہیں رکھتے' یا ایسے لڑکے جو عورتوں کے پردہ کی باتوں سے ابھی ناواقف ہیں' (اور نیز مسلمان عورتوں کو قرآن کا حکم یہ ہے کہ) وہ (شدّت مجبوری میں گھر سے باہر) چلتے وقت اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ مارتی چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے "آواز اور خوشبو کے ذریعہ سے اس کا اظہار ہو۔"

ضروری باتیں: محترم اول تو اس مذکورہ آیت میں جن مردوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے

اور شرعاً پردہ لازم قرار نہیں دیا گیا ہے ان سے کسی فتنہ کا خطرہ نہیں وہ محارم ہیں جن کی طبائع کو خود حق تعالیٰ نے خلقۃً ایسا بنایا ہے کہ وہ ان عورتوں کی عصمت کے خود محافظ ہوتے ہیں' ان سے خود کوئی فتنہ کا احتمال نہیں دوسرے ہر وقت ایک جگہ رہنے سہنے کی ضرورت بھی سہولت پیدا کرنے کی مقتضیٰ ہے' یہاں پر یہ بات بھی نگاہ میں رہے کہ شوہر کے سوا دوسرے محارم کو جو مستثنیٰ کیا گیا ہے وہ احکامِ حجاب وپردہ سے استثناء ہے نہ کہ سترِ عورت سے' جو بدن ستر میں داخل ہے جس کا کھولنا نماز میں جائز نہیں اس کا دیکھنا محارم کے لئے بھی جائز نہیں' بلکہ محارم کے لئے بھی حرام ہے' واضح ہو کہ آیتِ مذکورہ میں جو محرم کا ذکر آیا ہے وہ عام معنیٰ میں استعمال ہوا ہے جو شوہر پر بھی مشتمل ہے فقہاء کی اصطلاح میں محرم کی جو خاص تفسیر بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جس سے کبھی نکاح جائز نہ ہو' وہ یہاں مراد نہیں۔

آیت کی وضاحت: آیت قرآن کا منشاء یہ ہے کہ مسلمان خواتین اپنی زینت کے مواقع کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے (۱) شوہروں پر یا اپنے (۲) باپ پر یا اپنے (۳) شوہر کے باپ پر یہاں پر سب سے پہلے شوہر کا ذکر آیا جس سے بیوی کے کسی عضو کا پردہ نہیں' اگرچہ اعضاءِ مخصوص کو بلا ضرورت دیکھنا خلافِ اولیٰ ہے' حضرت صدیقہ عائشہؓ نے فرمایا **مَارَئیٰ مِنِّیْ وَلَا رَأَیْتُ مِنْہُ** یعنی "نہ آپؐ نے میرے خاص عضو کو دیکھا نہ میں نے آپ کے" دوسرے نمبر پر باپ کا ذکر آیا ہے جس میں لفظ آباء استعمال ہوا ہے جس کے مفہوم میں صرف باپ ہی داخل نہیں بلکہ دادا پردادا اور نانا پرنانا بھی شامل ہیں لہٰذا ایک عورت اپنی دَدھیال اور نَنھیال اور اپنے شوہر کی دَدھیال اور نَنھیال کے ان سب بزرگوں کے سامنے اسی طرح آسکتی ہے جس طرح اپنے والد اور خُسر کے سامنے آسکتی ہے۔ (۴) اپنے بیٹوں پر یا (۵) شوہر کے بیٹوں پر بیٹیوں میں پوتے پَرپوتے اور نَواسے پَرنواسے سب شامل ہیں اور اس معاملے میں سگے سُوتیلے کا کوئی فرق نہیں ہے' اپنے سُوتیلے بچوں کی اولاد کے سامنے عورت اسی طرح آزادی کے ساتھ اظہارِ زینت کر سکتی ہے جس طرح خود اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کے سامنے کر سکتی ہے (۶) یا اپنے حقیقی وعلاّتی واخیافی بھائیوں پر' یعنی بھائیوں میں اپنے سگے اور سوتیلے اور ماں جائے بھائی سب شامل ہیں' مگر چچازاد ماموں زاد وغیرہ بھائی اور تایا اور پھوپھی کے لڑکے وغیرہ داخل نہیں

یہ سب غیر محرم ہیں جن کو عُرفِ عام میں بھائی کہا جاتا ہے۔ (۷) یا اپنے (مذکورہ) بھائیوں کے لڑکوں پر۔ یہاں پر بھی صرف حقیقی یا علاّتی یعنی باپ شریک یا اخیافی یعنی ماں شریک بھائی کے لڑکے مراد ہیں دوسرے عُرفی بھائیوں کے لڑکے شامل نہیں۔ (۸) یا اپنی

حقیقی و علاتی و اخیافی بہنوں کے بیٹوں پر یہاں پر بھی بہنوں سے حقیقی و علاتی و اخیافی بہنیں مراد ہیں' ماموں زاد چچازاد بہنیں داخل نہیں' یہ آٹھ قسم تو محارم کی ہیں یہاں تک رشتہ داروں کا حلقہ ختم ہو رہا ہے اور آگے غیر رشتہ داروں کا ذکر ہے جس میں چار قسم کے لوگ ہیں(۹) **اَوْنِسَائِهِنَّ** یا اپنی عورتوں پر (جس سے مراد مسلمان عورتیں ہیں کہ ان کے سامنے بھی وہ تمام اعضاء کھولنا جائز ہے جو اپنے باپ بیٹوں کے سامنے کھولے جاسکتے ہیں اور یہ بات پہلے بھی لکھی جاچکی ہے کہ یہ **استثناء** احکامِ حجاب و پردہ سے ہے احکام سَتر سے نہیں اس لئے جو اعضاء ایک عورت اپنے مَحرم مردوں کے سامنے نہیں کھول سکتی ان کا کھولنا کسی مسلمان عورت کے سامنے بھی جائز نہیں علاج و مُعالجہ وغیرہ کی ضرورتِ مستثنیٰ ہے جن کی وضاحت آرہی ہے یہاں پر مزید یہ بات نگاہ میں رہے کہ آیتِ مذکورہ میں مسلمان عورتوں کی قید سے یہ بات صاف ہوگئی ہے کہ کافر و مشرک عورتوں سے بھی غیر محرم کی طرح پردہ واجب ہے' ابن کثیر اور حضرت مجاہد کی بھی یہی رائے ہے البتہ احادیثِ صحیحہ میں ایسی روایات موجود ہیں جن میں کافر عورتوں اور ذمّی عورتوں کا بھی ازواجِ مطہرات کے پاس جانا ثابت ہے اس لئے اس مسئلہ میں آئمہ مجتہدین کا اختلاف ہے حضرت امام رازیؒ نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ لفظ نسائھنّ میں تو سب ہی عورتیں مسلم اور غیر مسلم داخل ہیں اور سلفِ صالحین سے جو غیر مسلم عورتوں سے پردہ کرنے کی روایات منقول ہیں وہ استحباب پر مبنی ہیں تفسیر روحُ المعانی میں مفتیٔ بغداد علاّمہ آلوسیؒ نے اسی قول کو اختیار فرما کر کہا ہے کہ **هذا القول أوفق بالناسِ اليوم فانّه لا يكاد يمكن احتجاب المسلمات عن الذمّيات** یعنی یہی قول آج کل لوگوں کے مناسب حال ہے' کیونکہ اس دورِ موجودہ میں مسلمان خواتین کا غیر مسلم عورتوں سے پردہ تقریباً ناممکن ہوگیا ہے

محترم! اس طویل بیان سے یہ حاصل ہوا کہ اس معاملے میں اصل چیز جس کا لحاظ کیا جائے گا وہ مذہبی اختلاف نہیں بلکہ اخلاقی حالت ہے' شریف باحیاء اور نیک اَطوار عورتیں جو معروف اور قابل اعتماد خاندانوں سے تعلق رکھنے والی ہوں ان سے مسلمان عورتیں پوری بے تکلّف ہو سکتی ہیں خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں لیکن بے حیاء' بے غیرت آبرو' باختہ اور بَد اَطوار عورتیں خواہ "مسلمان" ہی کیوں نہ ہوں ہر شریف عورت کو ان سے پردہ کرنا چاہیے' کیونکہ اخلاق و عادات کے لئے ان کی صحبت غیر مردوں کی صحبت سے کچھ کم تباہ کن نہیں ہے' رہی اَنجانی عورتیں جن کے حالات عادات معلوم نہیں تو ان سے ملاقات کی حد شریعت کے نزدیک وہی ہے جو غیر محرم رشتہ داروں کے سامنے آزادی کی زیادہ سے زیادہ حد ہو سکتی ہے یعنی یہ کہ عورت صرف منہ اور ہاتھ ان کے سامنے کھولے باقی اپنا سارا جسم اور

آرائش چھپا کر رکھے'

(تفسیر معارف القرآن جلد ٦ ص ۳۹۱۔ ۳۹۲ و تفسیر مظہری و)

(۱۰) **وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ** ہے یا اپنی لونڈیوں پر (اس حکم سے مراد ہمارے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صرف عورتیں لونڈیاں ہی مراد ہیں نہ کہ مرد غلام' حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ارشادِ الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ لونڈی خواہ مشرکہ ہو یا اہلِ کتاب میں سے' مسلمان ملکہ عورت اس کے سامنے تو اظہارِ زینت کر سکتی ہے کہ مگر غلام چاہے وہ عورت کا مملوک ہی کیوں نہ ہو' پردے کے معاملہ میں اس کی حیثیت وہ ہے جو کسی آزاد اجنبی مرد کی ہے' یہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ساتھ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ حضرت سعید بن مسیّب حضرت حسن بصریؒ حضرت ابن سیرینؒ حضرت مجاہد' حضرت طاؤس ان سب حضرات کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعیؒ کے مسلک والوں کی ایک جماعت بھی معتمر ہے' ان بزرگوں کا استدلال یہ ہے کہ غلام کے لئے اس کی مالکہ محرم نہیں ہے اگر وہ آزاد ہو جائے تو اپنی اس سابقہ مالکہ سے نکاح کر سکتا ہے' لہٰذا محض غلامی اس امر کا سبب نہیں بن سکتی کہ عورت اس کے سامنے وہ آزادی برتے جس کی اجازت محرم مردوں کے سامنے برتنے کے لئے دی گئی ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ حسن بصریؒ ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ غلام مرد کے لئے اپنی آقا عورت کے بال تک دیکھنا حرام ہے ان سے عام محارم کی طرح پردہ واجب ہے باقی رہا یہ سوال کہ جب لفظ **اوما ملکت ایمانھن** سے صرف عورتیں لونڈیاں ہی مراد ہیں تو وہ اس سے پہلے لفظ **نسائھن** میں داخل ہیں ان کو علیحدہ بیان کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ اس کا جواب جصّاص نے یہ دیا ہے کہ لفظ **نسائھن** اپنے ظاہر کے اعتبار سے صرف مسلمان عورتوں کے لئے ہے اور مملوکہ باندیوں میں اگر کافر بھی ہوں تو ان کو مستثنیٰ کرنے کے لئے یہ لفظ علیحدہ لایا گیا ہے' اور یہ بات صاف کر دی گئی ہے کہ آزاد عورتوں کی طرح لونڈیوں کے سامنے بھی اظہارِ زینت کیا جا سکتا ہے'

(تفسیر معارف القرآن جلد ٦ ص ۳۹۲ و مظہری)

(۱۱) گیارھویں قسم **اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ** ○ یا ان مردوں پر جو (محض کھانے پینے کے واسطے) طفیلی (کے طور پر رہتے) ہوں اور ان کو (بوجہ حواس درست نہ ہونے کے عورتوں کی طرف) ذرا توجہ نہ ہو (اور جو سمجھ رکھتا ہو تو وہ بہر حال اجنبی مرد ہے گو وہ مُعمّر (بوڑھا) یا خصّی یا نامرد یا مجبوب (مقطوعُ العضو) ہی کیوں نہ ہو اس سے پردہ واجب ہے' ان الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ محرم مردوں کے سوا کسی دوسرے مرد کے سامنے ایک مسلمان عورت صرف اس صورت میں اظہارِ زینت کر سکتی ہے جب کہ اس

میں دو صفات پائی جاتی ہوں (۱) ایک یہ کہ وہ تابع زیردست، ماتحت اور صاحبِ خانہ کا دستِ نگر ہو، جسکی اتنی ہمت ہی نہ ہو کہ اس کی بیوی، بیٹی، بہن یا ماں وغیرہ پر نگاہ ڈال سکے اور بُری نیت دل میں لا سکے۔ (۲) دوسرے یہ کہ وہ خواہش نہ رکھنے والا ہو یعنی اپنی عمر یا جسمانی عدم اہلیت یا کم عقلی کمزوری، یا فقر و مسکنت یا زیردستی یا پیٹ کی روٹی پانے کے لئے اور محکومی کی بناء پر جس میں یہ طاقت و جرأت ہی نہ ہو کہ صاحبِ خانہ کی عورتوں پر کوئی بُری نیت رکھے اور نہ عورتوں سے دلچسپی کی کوئی ہمت رکھتے ہوں، ان باتوں سے بھی زیادہ روشن وہ واقعہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیش آیا تھا جیسا کہ صدیقہ عائشہؓ کی حدیث میں ہے کہ ایک مُخنث ازواجِ مطہرات کے پاس آیا کرتا تھا جسے ازواجِ مطہرات اور دوسری خواتین غیر اولی الاربۃ میں داخل سمجھ کر اس کے سامنے آجاتی تھیں۔ ایک روز جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ کے ہاں تشریف لے گئے تو آپؐ نے اس مُخنث کو حضرت اُمّ سلمہؓ کے بھائی عبداللہ بن اُمیہؓ سے باتیں کرتے ہوئے سن لیا، اور کہہ رہا تھا کہ کل اگر طائف فتح ہو جائے تو غیلانِ ثقفی کی بیٹی بادیہ کو حاصل کئے بغیر نہ رہنا یہ کہہ کر اس مخنث نے بادیہ کے حُسن اور اس کے جسم کی تعریف کرنی شروع کی اور اس کے پوشیدہ اعضاء تک کی صفت بیان کر ڈالی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اس کو دیکھا اور اسکی باتیں سنیں تو فرمایا "خدا کے دشمن تو نے تو اس میں نظریں گاڑ دیں" پھر آپؐ نے سب خواتین کو حکم دیا کہ اس سے پردہ کرو آئندہ یہ گھروں میں نہ آنے پائے اس کے بعد آپؐ نے اسکو مدینہ سے باہر نکال دیا اور دوسرے مخنثوں کو بھی گھروں میں داخل ہونے سے منع فرما دیا کیونکہ ان کو مخنث سمجھ کر عورتیں ان سے احتیاط نہ کرتیں تھیں، اور وہ ایک گھر کی عورتوں کا حال دوسرے مردوں سے بیان کرتے تھے۔ (تفسیرِ روح المعانی و ابن کثیر ج ۴ پ ۱۸ ص ۵۹)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ غیر اُولی الاِربۃِ ہونے کے لئے صرف یہ بات کافی نہیں ہے کہ ایک شخص جسمانی طور پر بدکاری کے لائق نہیں ہے اگر اس میں دبی صنفی خواہشات موجود ہیں، اور وہ عورتوں سے دلچسپی رکھتا ہے تو بہرحال وہ بہت سے فتنوں کا موجب بن سکتا ہے، اس لئے حضرت ابنِ حجر مکی شرح منہاج میں فرماتے ہیں کہ مرد اگرچہ عنین "نامرد" یا مجبوب یا بہت بوڑھا ہو وہ اس غیر اُولی الاِربۃ کے لفظ میں داخل نہیں اور ان سب سے پردہ واجب ہے۔

(تفسیر معارف القرآن جلد ۶ ص ۳۹۳ مظہری و روح المعانی)

حضرت بلالؓ یا حضرت انسؓ نے سیدہ حضرت فاطمہؓ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کے کسی بچہ کو مانگا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردے کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر دیا' "حالانکہ یہ دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خدّام خاص تھے اور آپ کے پاس گھر والوں کی طرح رہتے تھے باوجود اس کے پردہ کا یہ اہتمام تھا"

(حدیث بحوالہ فتح القدیر)

اس بیان کو جو شخص بھی فرمانبرداری' نیک نیتی دل کو تعصّب سے پاک کرکے اور نافرمانی کی گنجائش ڈھونڈنے کی نیت سے بری ہو کر پڑھے گا تو وہ اول نظر ہی میں یہ محسوس کر لے گا کہ ان باتوں کی روشنی سے آخر اس بات کی کہاں گنجائش ہے کہ مسلمان عورتیں آج بیرے یا خانسامے یا شوفر اور دوسرے جوان جوان نوکر سے کام لیں اور ان سے پردہ کو غائب کردیں؟ اور ان کے سامنے اسی طرح آزادی اور زیب و زینت کے ساتھ آئیں جس طرح خود اپنے شوہر کے سامنے آتی ہیں؟ محترم آخر یہ کونسا طریقہ ہے کہ آپ کھلے عام قرآن و حدیث کے صریح احکام کی خلاف ورزی بھی کریں اور زبان سے مسلمانی کا دعویٰ بھی کریں؟ شریعتِ اسلام آپ سے دو ٹوک فیصلہ چاہتی ہے کہ یا تو مؤمن بن کر زندگی گزاریں یا منافق بن کر!

(۱۲) بارھویں قسم اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ ہے ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردہ کی باتوں سے ابھی واقف نہیں ہوئے ہیں پس ان سب کے سامنے منہ اور دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کے علاوہ زینت کے مواقع مذکورہ کا ظاہر کرنا بھی جائز ہے یعنی سر اور سینہ' اب ملاحظہ فرمائیے ایسے لڑکوں سے کون سے لڑکے مراد ہیں اس سے مراد وہ نابالغ بچے ہیں جن میں ابھی صنفی احساسات بیدار نہ ہوئے ہوں اور جو ابھی بُلوغ کے قریب بھی نہیں پہنچے اور عورتوں کے مخصوص حالات وصفات اور حرکات و سکنات سے بالکل ناآشنا ہوں یہ تعریف زیادہ سے زیادہ آٹھ' دس برس کی عمر تک کے لڑکوں پر صادق آسکتی ہے اس سے زیادہ عمر کے لڑکے اگرچہ نابالغ ہوں' مگر عموماً ان میں صنفی احساسات بیدار ہوجاتے ہیں اور عورتوں کی صفات و مخصوص باتوں سے واقفیت شروع ہوجاتی ہے جو لڑکا عورتوں کی صفات اور مخصوص اوصاف سے دلچسپی لیتا ہے وہ قریبُ البلوغ ہے اس سے پردہ واجب ہے۔

(تفسیر معارف القرآن جلد ۶ ص ۳۹۴)

قانونِ اسلام میں ایسے تمام مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کے لئے حرام قرار دیا ہے مثلاً "ماں اور بیٹا' باپ اور بیٹی' بھائی اور بہن' پھوپی اور بھتیجا' چچا اور بھتیجی' ماموں' خالہ اور بھانجا اور بھانجی' سوتیلا باپ اور بیٹی' سوتیلی ماں اور بیٹا' ساس اور داماد' خُسر "دُسسر" اور بہو سالی اور بہنوئی "بہن کی زندگی میں جائز نہیں" اور رضاعی رشتہ

دار' اسلام میں ایک مسلمان کو ان سب عورتوں سے نکاح حرام ہے مثلاً" ماں' نانی' دادی' بیٹی' پوتی' نواسی' بہن' بھتیجی' بھانجی اور ان سب کی اولاد پھوپی اور خالہ' لیکن مؤخرالذکر دونوں کی اولاد سے نکاح جائز ہے۔

(بحوالہ احیاء جلد ۲ قسط ا ص ۹۱ اور عین الھدایہ جلد ۲ ص ۱۲ کتاب النکاح)

قارئین حضرات! اس موجودہ دور میں شریعت کی ان باریک باتوں کی پرواہ تو بہت دور کی بات ہے بلکہ مسلمان عورتوں کا اپنے عزیزوں اور بھائی و شوہر کے دوستوں اور جاننے والوں کے تعلقات اور آپس کا میل جول' اٹھنا بیٹھنا' چلنا پھرنا' کھانا اور بات کرنا وغیرہ سب ہی بے پردگی ہی پر موقوف ہو گیا ہے اس موڈرن دور میں مغربی آزادی نے اکثر مسلمانوں کے حال میں ایسی آگ لگادی ہے کہ دور دور کے رشتے داروں اور شوہر کے دوستوں اور بھائیوں کے جاننے والوں کو بے تکلّف گھر میں بلالیتی ہیں اور بے مُحابا ان کے سامنے آتی جاتی ہیں ہاتھ ملاتی ہیں اور ہنس ہنس کر میٹھے میٹھے انداز میں باتیں کرتی ہیں' جبکہ شریعت میں یہ سب باتیں سراسر حرام ہیں آج کل کے مسلمان جانوروں کی طرح آزاد ہیں شریعت سے کوئی واسطہ نہیں' ہر شخص الاّ ماشاءاللہ نفسانیت پر اُترا ہوا ہے' نہ شرم ہے نہ حیا' نہ حجاب ہے نہ خوفِ خدا اور یہ سب عقل کی خرابی کے کرشمے ہیں اگر آج اسلامی حکومت ہوتی اور بادشاہِ عدل و مُنصف مزاج اور خدا ترس ہوتا تو ایسی بے حیاؤں کی کھال کھینچ لی جاتی' اور پھر ان جرائم اور بے پردگی و بے حیائی جیسی قبیح حرکات کی کسی کو ہمت بھی نہ ہوتی' ایسی بے حیاء اور ذلیل عورتوں نے باحیاء بامروّت اور باعزّت عورتوں کا بھی جینا حرام کردیا ہے' بعض دیندار اور نیکوکار خواتین جو متشرع ہیں وہ سب نامحرموں سے اسلام کے اصولوں کے مطابق پردہ کرتی ہیں حتیٰ کہ چچازاد بھائی سے بھی لیکن ان عورتوں پر بڑے طعن ہوتے ہیں کہ بھلا بھائی سے بھی کہیں پردہ ہوتا ہے' عورتوں کے نزدیک چچا کا لڑکا ایسا ہے جیسا سگا بھائی ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ سگا بھائی ہے' لیکن یہ ایسا بھائی ہے جو سگ سے ماخوذ ہے اور اَلِف جو آخر میں لگا ہوا ہے وہ ایسا ہے جیسے کسی بڑی ہانڈی کو ہنڈا کہ دیتے ہیں اسی طرح یہاں سگا کے معنی ہیں بڑا سگ "بڑا کتا" اب جو انسان واقعی مسلمان ہیں اس پر فرض ہے کہ وہ اپنے گھر کی عورتوں کو سب نامحرموں سے پردہ کرائیں اور انہیں تنبیہہ کریں کہ اگر کسی کو ناگوار ہو تو ہونے دو' کوئی پرواہ نہ کریں اپنی شریعت پر پابند رہیں ہرگز ڈھیلا پن نہ برتیں اگر کوئی بُرا مانتا ہے مانا کرے پھر آخر یہ تو سوچیں کہ کیسے کیسے دنیا میں راضی کریں گے' راضی تو ایک ہی کو کرنا ہے اور ایک ہی کو راضی کرنے سے کامیابی ہے' اور دونوں جہاں میں کامیاب رہیں گے' اور وہ اللہ کی ذات ہے' لہٰذا صرف ایک اللہ ہی کو راضی رکھئے! اللہ

تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور شریعت کی قدر و قیمت اور پردے کی اہمیت دل میں بڑھادیں آمین

دیدہ بازی کی مذمت اور نگاہ کو بچا کر رکھنے کی فضیلت

ناظرینِ کتاب! سب سے پہلے ملاحظہ فرمائیں، غضِ بصر اور فتنہ نظر کے احکام و سزائیں کیا ہیں؟ آدمی کے لئے یہ بات حلال نہیں ہے کہ وہ اپنی زوجہ یا اپنی محرم خواتین کے سوا کسی دوسری عورت کو نگاہ بھر کر دیکھے' ایک دفعہ اچانک نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے۔ لیکن یہ معاف نہیں ہے کہ آدمی نے پہلی نظر میں جہاں کوئی کشش محسوس کی ہو وہاں پھر نظر دوڑائے۔

حدیث: صاحبِ شریعت رحمتِ کائنات اور فخرِ موجودات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دیدہ بازی کو آنکھ کی بدکاری سے تعبیر فرمایا ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی اپنے تمام حواس سے زنا کرتا ہے' دیکھنا' آنکھوں کا زنا ہے' لگاوٹ کی بات چیت زبان کا زنا ہے' آواز سے لذّت لینا کانوں کا زنا ہے' ہاتھ لگانا اور ناجائز مقصد کے لئے چلنا یہ ہاتھ پاؤں کا زنا ہے' بدکاری کی یہ ساری تمہیدیں جب پوری ہو چکتی ہیں تب شرمگاہیں یا تو اس کی تکمیل کر دیتی ہیں' یا تکمیل کرنے سے رہ جاتی ہیں'

(بخاری و مسلم' ابوداؤد شریف جلد ۱ ص ۲۱۳ راوی حضرت ابو ہریرۃؓ)

حدیث: صحیح مسلم میں حضرت جریر بن عبد اللہ کلبیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر بِلا ارادہ کسی اجنبی غیر محرم عورت پر اچانک نگاہ پڑ جائے تو کیا کرنا چاہیے؟ اس کے جواب میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں اپنی نگاہ اس طرف سے فوراً پھیر لو۔

(تفسیر ابن کثیر و ترجمہ ابوداؤد جلد ۱ ص ۱۱۱ و مسلم و احمد)

حدیث: حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ **یاعلی لا تتبع النظرة النظرة فان لک الا ولی ولیست لک الآخرة**' یعنی "اے علی ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالنا کیونکہ تمہاری پہلی نظر جو بلا ارادہ اچانک پڑ جائے وہ غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے معاف ہے لیکن ثانی نظر تمہارے لئے معاف نہیں" اس لئے نگاہوں کو دیکھنے کے لئے بالکل آزاد چھوڑ دینا شریعت میں حرام ہے بلکہ نظر کو جہاں تک ہو سکے بچا کر رکھے

(الحدیث ترجمہ مشکوۃ جلد ا ص ۴۶۵ و ترمذی و ابوداؤد)

واقعہ: حضرت حبیب عجمیؒ بہت بڑے متقی اور صدق و صفات والے تھے ایک کنیز (باندی) مسلسل بیس (۲۰) سال تک آپ کے یہاں رہی لیکن کبھی آپ نے اس کا چہرہ تک نہ دیکھا ایک دن اسی کنیز سے آپ نے فرمایا کہ ذرا میری کنیز کو آواز دے دو' اس نے عرض کیا حضور! میں ہی تو آپ کی کنیز ہوں' فرمایا میں تمہیں شناخت نہ کر سکا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا سے محبت کرنے والوں کو دنیا کی کسی چیز سے محبت نہیں ہوتی' اس کے بعد فرمایا محبت تین (۳) چیزوں سے مضرت رساں اور سخت تباہ کن ہے اول نفس سے' دوم زندگی سے اور سوم دولت سے۔

واقعہ: حضرت ذُوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں لبِ دریا وضو کر رہا تھا کہ سامنے کے محل پر ایک خوبصورت عورت نظر آئی' اور اس کے بہت ہی حسین ہونے کی وجہ سے میں اس کو دیکھتا رہا اور اس سے گفتگو کرنے کے لئے کہا تو اس حسین عورت نے کہا کہ دور سے میں تم کو دیوانہ تصور کئے ہوئے تھی اور جب کچھ قریب آگئے تو میں نے تم کو بہت بڑا بزرگ سمجھا' اور جب بالکل قریب آگئے' اہلِ معرفت تصوّر کیا' لیکن اب معلوم ہوا تم ان تینوں میں سے کچھ بھی نہیں ہو' جب میں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس عورت نے جواب دیا کہ دیوانے اس طرح وضو نہیں کرتے جس طرح تم کر رہے تھے بزرگ اور عالم دین نامحرم پر نظر نہیں ڈالتے اور اہلِ معرفت خدا کے سوا اور کسی کو نہیں دیکھتے یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئی اور میں نے سمجھ لیا کہ غیر عورت کو دیکھنے کی غیب کی جانب سے یہ میرے لئے ایک تنبیہہ ہے۔ (تذکرۃ الاولیا ص ۸۷ ونزہتہ المجالس)

واقعہ: حضرت عتبہ بن غلامؒ جن کا شمار اہلِ باطن اور اہلِ کمال میں ہوتا ہے' حضرت کے انتقال کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ نصف چہرہ سیاہ پڑ گیا ہے اور آپ سے جب اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ ایک مرتبہ دورِ طالب علمی میں ایک خوبصورت لڑکے کو غور سے دیکھا تھا چنانچہ جب مرنے کے بعد مجھے جنت کی جانب لے جایا جا رہا تھا تو جہنم پر سے گزرتے ہوئے ایک سانپ نے میرے رخسار پر کاٹتے ہوئے کہا کہ بس یہ ایک نظر دیکھنے کی سزا ہے اور اگر زیادہ دیکھتا تو میں بھی تجھے بہت زیادہ اذیّت پہنچاتا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۴۲)

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن

أدم لک اوّل نظرة وایاک والثانیة' یعنی "اے آدم کے بیٹے! تیری پہلی نظر تو معاف ہے مگر خبردار! دوسری نظر نہ ڈالنا" (الجصاص)

حضرت **یحییٰ** علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ آپ تو اللہ کے نبی ہیں ذرا یہ بات بتادیجئے کہ زنا کی ابتدا کیسے ہوتی ہے؟ فرمایا' دیکھنے سے یعنی دیدہ بازی سے اور تمنا کرنے سے حضرت فضیل ابن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ شیطان نے دیکھنے کو اپنی پرانی کمان اور خطانہ کرنے والا تیر قرار دیا ہے۔ (بحوالہ احیاء العلوم جلد ۳ قسط ۲ ص ۲۶۱)

اس سلسلے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اور ارشادات حسبِ ذیل ہیں جو ان تشریحات سے بھی زیادہ واضح اور جامع ہیں۔ حدیث: ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **النظر سهم من سهام ابلیس مسموم من ترکها خافتی ابدلته' ایمانا یجد حلاوة فی قلبه**' یعنی نظر شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص باوجود دل کے تقاضے کے مجھ سے ڈر کر اپنی نظر پھیر لے تو میں اس کو اس کے (اس عمل کے) بدلے ایسا (پختہ) ایمان (یعنی ایمان کے اندر اتنی تقویت) دوں گا جس کی لذت وہ اپنے دل میں پائے گا۔ (ترجمہ مشکوۃ جلد ۱ ص ۴۶۵ و تفسیر معارف القرآن جلد ۶ ص ۳۸۷ و احیاء العلوم جلد ۳ قسط ۲ ص ۲۶۱)۔

حدیث: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **مامن مسلم ینظر الی محاسن امراة ثم یغض بصره الاّ اخلف اللّٰہ لہ' عبادة یجد حلاوتها** یعنی "جس مسلمان کی نگاہ کسی عورت کے حسن پر پڑے اور وہ اللہ کے خوف سے نگاہ ہٹالے تو اللہ تعالیٰ اس کی عبادت نماز میں' ذکر میں' تلاوت میں' اور دیگر تسبیح و تہلیل میں ایک قدرتی لطف و لذت پیدا کر دیتا ہے (بحوالہ مسند احمد و ترمذی)

مسئلہ: عورتوں کو اپنے محارم کے سوا کسی مرد کو دیکھنا حرام ہے خواہ شہوت و بری نیت سے دیکھے بغیر کسی نیت و شہوت کے دونوں صورتوں میں حرام ہے'
(تفسیر معارف القرآن جلد ۶ ص ۳۸۸)

فقہائے کرام کی اس بات کی بہترین تائید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث کرتی ہے'

حدیث: حضرت اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت اُمّ سلمہؓ اور میمونہؓ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں اچانک حضرت عبداللہ ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نابینا صحابی آگئے اور یہ واقعہ احکامِ حجاب نازل ہونے کے بعد پیش آیا تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کو حکم دیا کہ ان سے پردہ کرلو' اس پر حضرت اُمّ سلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو نابینا ہے نہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہمیں پہچانتے ہیں؟ فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو' تم تو ان کو دیکھ رہی ہو (اس روایت سے یہ بات صاف معلوم ہوگئی ہے کہ عورتوں کے لئے نابینا مردوں کے ساتھ بیٹھنا بھی جائز نہیں ہے آج کل نابینا تو بہت دور کی بات رہی مسلمان عورتیں بینا سے بھی پردہ نہیں کرتیں بلکہ عورتیں آج کل خود غیر مردوں کے سامنے نابینا بن جاتی ہیں اور اس طرح رفتار و گفتار جاری رکھتی ہیں جیسے اپنے میاں کے ساتھ یہ سب صرف ایمان برائے نام کے ہونے کی وجہ سے ہے اور خدا و آخرت سے نڈر ہونے کی دلیل ہے۔

(بحوالہ تفسیر معارف القرآن جلد ۶ ص ۳۸۸ و احیاء جلد ۳ ص ۲۴۲)

روایت میں آیا ہے کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام نے صرف نکاح کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے اور نگاہ نیچے رکھنے کے لئے شادی کی تھی لیکن یاد الٰہی کی وجہ سے مجامعت کا اتفاق کبھی نہ ہوا۔ (بحوالہ احیاء جلد ۲ قسط ۱ ص ۵۲)

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ اگر نظر پڑجائے اور دوبارہ دیکھنے پر طبیعت راغب ہو تو اپنے دل میں یہ خیال راسخ کرلے کہ دوبارہ دیکھنا سراسر حماقت ہے کیونکہ یہ عمل دو حال سے خالی نہیں ہے (۱) یا تو وہ صورت اچھی معلوم ہوگی اس صورت میں نفس شہوت کا مقتضی ہوگا اور شہوت پوری نہیں ہوگی سوائے حسرت اور محرومی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا (۲) یا وہ صورت بُری معلوم ہوگی اس صورت میں وہ مقصد ہی فوت ہوجائے گا جس کے لئے دوبارہ دیکھا تھا اور الٹا نامۂ اعمال میں معصیت کا اضافہ ہوجائے گا اِسے کہتے ہیں گناہِ بے لذت' اس کے بالمقابل اگر آنکھوں کی حفاظت کی جائے اور انہیں دیکھنے سے باز رکھا جائے تو دل بہت سی آفتوں سے محفوظ رہتا ہے اور ایمان کے اندر تقویت پیدا ہوتی ہے۔

حدیث: حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت فضل بن عباسؓ (جو اس وقت ایک نوجوان لڑکے تھے) مشعر حرام (ایک جگہ کا نام ہے) سے واپسی کے وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے' راستے سے جب عورتیں گزرنے لگیں تو فضل ان کی طرف دیکھنے لگے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھا اور اسے دوسری طرف پھیر دیا۔

اسی حجتہ الوداع کا ایک واقعہ اور ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت راستہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روک کر حج کے متعلق مسئلہ پوچھنے لگی وہ عورت پردے میں تھی ادھر حضرت فضل بن عباسؓ نے نگاہیں اس پر گاڑدیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا منہ پکڑ کر دوسری طرف کردیا اور فرمایا اے فضل! یاد رکھ اگر کسی کو نظر سے خطا ہوجائے قدرت کے باوجود وہ نظر کو بچا کے رکھے تو حق تعالیٰ اس کو کمالِ ایمان عطا فرمائے گا اور اس کا نامۂ اعمال نیکیوں سے بھردے گا اس پر حضرت فضلؓ نے اپنی غلطی پر نادم ہوکر توبہ کرلی۔ (صحیح بخاری و ترمذی واحیاء جلد ۳)

یہاں پر یہ بات قابل فکر ہے کہ جب حضورؐ کے زمانہ میں صحابہ کے اندر یہ جذبہ فطری تھا جو آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تھے تو آج اس دور فتن اور نفس پرستی کے زمانہ میں کون وہ ہستی ہے جو اپنے نفس کے پاک ہونے کا دعویٰ کرسکے اور یہ کہے کہ عورت پر نظر کرنے اور نگاہ گاڑنے سے دل میں کچھ فرق نہیں پڑتا اور یہ سمجھے کہ عورتوں کے ساتھ اختلاط سے کسی خرابی کا موجب نہیں ہے؟

مسلمانو! آج جو بے حیائی اور دین سے بے زاری عام ہے اس کے نتائج نہایت ہی خطرناک ہیں جو کہ آج کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ آج بے حیائی کا بازار گرم ضرور ہے لیکن خدا کا عذاب بھی دور نہیں، اس لئے اب بھی مہلت ہے اس فرصت کی گھڑی کو غنیمت سمجھو اور کام کی باتیں کرو بیکار کی باتیں چھوڑو، بیکار باتوں میں کیا رکھا ہے، اسلام اور احکامِ اسلام کی پابندی کرو دشمن کو پہچانو اور اس کی دشمنی سے بچو اگر قیامت کے میدان میں اللہ پاک اپنے رو برو کھڑا کرکے یہ پوچھ لیں کہ دارُالعمل میں میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت تمہارے دلوں میں زیادہ تھی یا مغربی دنیا کی، تو کیا جواب دوگے؟

محترم! نفسانی خواہش یہ وہ مصیبت ہے کہ جب وہ غالب آتی ہے تو نہ عقل کام کرتی ہے اور نہ دین، کیونکہ یہ شیطان کا ایک زبردست ہتھیار ہے، اس لئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا فرماتے، حضرت امّ سلمہؓ راوی ہیں کہ **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ وَ بَصَرِیْ وَ قَلْبِیْ وَ شَرِّ مَنِیِّیْ** یعنی "اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے کان آنکھ اور دل کے شر سے اور اپنی منی کے شر" سے ایک اور روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں **اسألک ان تطھر قلبی و تحفظ فرجی** یعنی "اے اللہ میں درخواست کرتا ہوں کہ میرے دل کو پاک کر اور میری شرمگاہ کی حفاظت فرما"

قابل غور بات یہ ہے کہ جس چیز سے عالم پناہ اور سیدِ کائنات محبوبِ خدا شافعِ محشر رسولِ انور صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگ رہے ہوں اس میں دوسرے لوگوں کے لئے تسائل کی کب گنجائش ہے؟

سترِ مرد و عورت کے متعلق کچھ اہم باتیں

محترمی! اگر غلبۂ شہوت کے ساتھ تقویٰ بھی ہو تو اس صورت میں آدمی اپنے ظاہری اعضاء کو شہوت سے روک لے گا' یعنی آنکھیں نیچی رکھے گا' شرمگاہ کی حفاظت کرے گا' لیکن وسوسوں اور پریشان خیالات سے دل کی حفاظت کرنا اس کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے۔ تقویٰ کے باوجود اس کا نفس ہمیشہ کشمکش میں مبتلا ہوگا' اسی لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو جس کی نظر کسی اجنبی عورت پر پڑ جائے اور دل اس کی طرف مُلتفِت ہو تو شادی شدہ مردوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے صحبت کرلے' اس کا یہ عمل دل کے وسوسوں کا ازالہ کردے گا۔

حدیث: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک عورت پر پڑی' تو آپؐ حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس تشریف لے گئے ضرورت پوری کی باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: **ان المرأة اذا اقبلت بصورة شیطان فاذ ارای احدکم امرأة فاعجبته فلیات اهله فان معها مثل الذی معها یعنی** "عورت جب سامنے آتی ہے تو شیطان کی صورت میں آتی ہے' اگر تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو دیکھے اور وہ اچھی لگے تو اسے چاہیے کہ اپنی بیوی کے پاس آئے اس کے پاس بھی وہی ہے جو دوسری کے پاس ہے" اور اگر مرد غیر شادی شدہ ہو تو اس کے لئے سرکارِ دوجہاںؐ کا حکم یہ ہے کہ **ومن لا استطاع فلیصم فان الصوم له وجاء یعنی** "اور جو شخص نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے روزہ رکھنا چاہیے کیونکہ روزہ اس کے حق میں خصّی ہونا ہے (اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے جماع کی خواہش اور قوت کم ہوجاتی ہے اور عموماً شہوت کا جوش کم ہی ہوجاتا ہے"

(بحوالہ ترمذی و مسلم و احیاء جلد۔۲ ابوداؤد جلد ا ص ۲۱۲ ح ۳۰۱۲)

محترم! سورۃ نور کی آیت نمبر ۳۰۔۳۱ کے ابتدائی حصہ میں اللہ پاک نے مرد و عورت کو پہلا حکم جو دیا ہے کہ اپنی نظریں پست رکھیں اس موضوع پر احادیث آپ نے اب تک ملاحظہ فرمائیں ہیں اب آگے کو سترِ مرد و عورت کے متعلق احادیث و فقہ کی روایات کا مطالعہ

فرمائیں' جو آیات کے الفاظ سے اس سے قبل آپ پڑھ کر آئے ہیں' مرد و عورت کو وہ حصۂ بدن جس کو عربی زبان میں عورت اور اردو و فارسی میں سَتر کہتے ہیں۔ جس کا سب سے چھپانا شرعی و طبعی و عقلی طور پر فرض ہے اور ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض جس پر عمل واجب ہے وہ سترِ عورت یعنی اعضائے مَستورہ کا چھپانا ہے' یہ فرض صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے نہیں بلکہ ابتدائے آفرینش سے فرض ہے' تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں فرض رہا ہے اسی لئے تو جنت میں بھی شجرِ ممنوعہ کھا لینے کے بعد حضرت آدم و حوا علیہما السلام نے ستر کھلا رکھنے کو جائز نہ سمجھا جس کا ذکر اس سے قبل بھی میں نے کیا ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا میں حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر پیغمبر کی شریعت میں ستر کا چھپانا فرض رہا ہے۔ اعضاء مستورہ کی تعین و تحدید میں اختلاف ہو سکتا ہے کہ ستر کہاں سے کہاں تک ہے؟ مگر اصل فرضیتِ سترِ عورت کی تمام شرائع انبیاء میں مُسلَّمہ ہے اور یہ فرض ہر انسان مرد و عورت پر فی نفسہ عائد ہے۔ کوئی دوسرا دیکھنے والا ہو یا نہ ہو' اس کی کوئی قید نہیں۔

مسئلہ : اسی لئے فقہائے کرام کے نزدیک اگر کوئی شخص اندھیری رات میں ننگا نماز پڑھے' حالانکہ ستر چھپانے کے قابل کپڑا اس کے پاس موجود ہے تو یہ نماز بالاتفاق فقہائے کرام باطل ہے' یعنی نماز نہیں ہوگی جبکہ اندھیری رات میں ننگا اس کو کسی نے نہیں دیکھا پھر بھی یہ نماز نہیں ہوگی۔ (بحوالہ بحرالرائق)

مسئلہ : اسی طرح نماز اگر کسی ایسی جگہ پڑھی جہاں کوئی دوسرا آدمی دیکھنے والا نہیں اس وقت بھی اگر نماز میں ستر کھل گیا تو نماز فاسد ہو جاتی ہے (اس سے خارج نماز' لوگوں کے سامنے ستر پوشی کے فرض ہونے کا اندازہ لگالیں) (بحوالہ معارف القرآن جلد ۷ ص ۲۱۱)

واضح ہو کہ سترِ عورت ہمیشہ سے فرض ہے حجابِ نساء ۵ھ میں فرض ہوا' سترِ عورت' مرد و عورت دونوں پر فرض ہے اور حجاب صرف عورتوں پر' سترِ عورت لوگوں کے سامنے اور خلوت دونوں میں فرض ہے حجاب صرف اجنبی کی موجودگی میں' یہ تفصیل اگر یاد رہے تو آگے چل کر بہت سے شبہاتِ مسائل اور احکامِ قرآن کے سمجھنے میں آسانی رہے گی'

مسئلہ : ایک عورت کو دوسری عورت کے مواضعِ ستر کو دیکھنا حرام ہے۔

مواضعِ سترِ مرد ناف سے گھٹنوں تک ہے اور عورتوں کا کُل بدن بجز چہرہ اور ہتھیلیوں کے' یہ مواضعِ سترِ مرد و عورت ہیں ان کا چھپانا سب سے فرض ہے خواہ ماں باپ ہی کیوں

نہ ہوں...... نہ کوئی مرد دوسرے مرد کا ستر دیکھ سکتا ہے نہ کوئی عورت دوسری عورت کا ستر بغیر خاص ضرورت کے دیکھ سکتی ہے' اب مرد کسی عورت کا یا عورت کسی مرد کا ستر دیکھے یہ تو بدرجہ اولیٰ حرام ہے۔ (تفسیر معارف القرآن جلد ۶ ص ۳۸۸)

حدیث: مرد کے لئے ستر کے حدود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناف سے گھٹنے تک مقرر فرمائے ہیں' چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **عورۃ الرجل مابین سرتہ الی رکبتہ**' یعنی مرد کا ستر اس کی ناف سے گھٹنے تک ہے (جسم کے اس حصہ کو سوائے بیوی کے اور کسی کے سامنے کھولنا جائز نہیں)

(ابوداؤد و معارف القرآن جلد ۶)

اور مردوں کے لئے عورت کا ستر ہاتھ اور منہ (اور اصح قول کے مطابق دونوں قدم بھی داخل ہیں) کے علاوہ اس کا پورا جسم ہے جسے شوہر کے سوا کسی دوسرے مرد حتیٰ کے باپ اور بھائی کے سامنے بھی نہ کھلنا چاہیے ہاں اگر ہاتھ منہ کے اظہار پر فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس کا کھولنا بھی جائز نہیں' ائمہ اربعہ میں سے جنہوں نے اجنبی مردوں سے پردہ میں چہرہ اور ہتھیلیاں کو مستثنیٰ قرار دیا ہے اور جائز کہا ہے ان کے نزدیک بھی یہ شرط ہے کہ فتنہ کا خطرہ نہ ہو' اور یہ بھی کہا ہے کہ چونکہ عورت کی زینت کا سارا مرکز اس کا چہرہ ہے اس لئے اس کو کھولنے میں خطرہ کا نہ ہونا شاذ و نادر ہے' اس لئے انجام کار عام حالات میں ان کے نزدیک بھی چہرہ وغیرہ کھولنا جائز نہیں۔

(بحوالہ تفسیر معارف القرآن جلد ۷ ص ۲۱۷ و عین الہدایہ جلد ۲)

حدیث: حضرت محمد ابن جحشؓ کا بیان ہے کہ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر حضرت مَعْمَرؓ کے قریب سے ہوا آپ نے ان کی دونوں رانیں کھلی ہوئی دیکھیں' جس پر فرمایا کہ اے مَعْمَر! اپنی رانوں کو پوشیدہ کر لو' **اما علمت ان الفخذ عورۃ**' (ترجمہ مشکوۃ جلد ۱ ص ۴۶۵۔ ح ۲۹۸۹ ترمذی' ابوداؤد موطا)

حدیث:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے علی **لا تبرز فخذک ولا تنظر الی فخذ حیّ ولا میّت** یعنی "اپنی رانوں کو ظاہر نہ کرو' اور کسی زندہ یا مردہ انسان کی ران پر نگاہ مت ڈالو کیونکہ رانیں بھی چھپانے کی چیز ہیں" (ترجمہ مشکوۃ جلد ۱ ص ۴۶۵ ح ۲۹۸۸ و ابن ماجہ)

حدیث: (یہ حکم صرف دوسروں کے سامنے ہی نہیں' تنہائی میں بھی ننگا رہنا شریعت میں

ممنوع ہے جیسا کہ حدیث پاک سے ثابت ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **ایاکم والتعری فان معکم من لا یفارقکم الا عند الغائط وحین یفضی الرجل الی اھلہ فاستحیوھم اکرموھم** "یعنی اے لوگو خبردار! کبھی ننگے نہ رہو کیونکہ تمہارے ساتھ وہ ہیں جو کبھی تم سے جدا نہیں ہوتے" (یعنی رحمت کے فرشتے) سوائے اس وقت کے جس وقت تم رفعِ حاجت کرتے ہو یا تم اپنی زوجہ کے پاس جاتے ہو لہٰذا ان سے شرم کرو اور ان کا اکرام ملحوظ رکھو۔

واقعہ: امام ابو حنیفہؒ کے متعلق حضرت داؤد طائیؒ کہتے ہیں کہ میں مسلسل بیس (۲۰) سال تک آپ کی خدمت میں رہا اس دوران میں نے کبھی آپ کو تنہائی یا مجمع میں ننگے سر اور ٹانگیں پھیلائے نہیں دیکھا آخر میں نے ایک دن عرض کیا کہ حضرت! تنہائی میں کبھی تو ٹانگیں سیدھی کرلیا کیجئے' تو فرمایا کہ مجمع ہیں تو بندوں کا احترام کروں' اور تنہائی میں خدا کا احترام ختم کردوں؟ یہ کتنی غیرت کی بات ہے' جو میرے لئے ناممکن ہے (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۲۸)

حدیث: ایک دفعہ کسی صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اپنے ستر کو کس سے پوشیدہ رکھیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی بیوی کے سوا سب سے اس پر سائل نے پھر پوچھا اگر ہم تنہائی میں ہوں تو کیا حکم ہے؟ فرمایا "**فاللہ تبارک و تعالی احق ان یستحیا منہ**" یعنی "اس وقت تو اللہ پاک اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے شرم کی جائے" (بحوالہ ابوداؤد' ترمذی وابن ماجہ)

حدیث:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ شرمگاہ دیکھنے والے اور دکھانے والے دونوں پر لعنت فرماتا ہے"

(بحوالہ ترجمہ مشکوٰۃ جلد ا' ص ۶۷۴ حدیث ۲۹۹۹)

حدیث: ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' **انہ من نظر الی محاسن امرأۃ اجنبیۃ عن شھوۃ صب فی عینیہ الانک یوم القیامۃ۔** یعنی بیشک جو شخص کسی اجنبی عورت کے محاسن (حسنوں) پر شہوت کی نظر ڈالے گا قیامت کے روز اس کی آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ (بحوالہ تکملہ فتح القدیر)

عورتوں کا چہرہ و ہتھیلیاں "پردہ" میں داخل ہیں یا نہیں؟

حضرت علامہ شامی نے درالمختار کتاب الکراہیۃ میں مذہبِ حنفیہ کا یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ۔ **فان خاف الشہوۃ اوشک امتنع النظر الی وجھہا فحل النظر مقیدۃ بعدم الشہوۃ والا فحرام وھذا فی زمانھم واما فی زماننا فمنع من الشابۃ الا النظر لحاجۃ کقاض و شاھد یحکم و یشھدو ایضا قال فی شُروطِ الصلوٰۃ وتمنع الشابۃ من کشفِ الوجہ بین رجالٍ لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ (شامی)** یعنی "اگر شہوت کا خطرہ یا شک (بھی) ہو تو عورت کے چہرے کی طرف نظر ممنوع ہوگی' کیونکہ نظر کا حلال ہونا شہوت نہ ہونے کے ساتھ مشروط ہے اور جب یہ شرط نہ ہو تو حرام ہے اور یہ بات سلف کے زمانے میں تھی' لیکن ہمارے زمانے (یعنی اس فتنہ کے دور) میں تو مطلقاً عورت کی طرف نظر ممنوع ہے مگر یہ کہ کسی (خاص ضرورت اور) حاجتِ شرعیہ کی وجہ سے نظر کرنا پڑے' جیسے قاضی یا شاہد جن کو کسی خاص معاملہ میں اس عورت کے متعلق شہادت یا فیصلہ دینا پڑے اور شروطِ صلوٰۃ میں فرمایا کہ جوان عورت کو (اجنبی) مردوں کے سامنے چہرہ کھولنا ممنوع ہے' نہ اس لئے کہ یہ عورت ہے بلکہ فتنہ کے خوف سے" (درالمختار شامی)

دل میں خیال شہوت پیدا ہونے کی تشریح جامع الرموز میں یہ کی ہے کہ نفس میں اس کے قریب ہونے کا میلان پیدا ہو جائے اور یہ ظاہر ہے کہ نفس میں اتنا میلان بھی پیدا نہ ہو یہ چیز تو سلف کے زمانے میں بھی شاذ تھی' جیسا کہ آپ نے پیچھے حضرت فضلؓ کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمایا ہے کہ حضرت فضلؓ کو ایک عورت کی طرف دیکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے چہرے کو اپنے ہاتھ سے دوسری طرف پھیر دینا اس کی واضح دلیل ہے۔

واقعہ : حضرت عتبہ بن غلامؒ (جن کا شمار اہلِ باطن اور اہلِ کمال میں ہوتا ہے اور آپ حضرت حسن بصریؒ کے خاص شاگردوں میں سے تھے) ایک دفعہ آپ کسی حسین عورت کو دیکھ کر فریفتہ ہوئے اور حد یہاں تک کہ اس سے کسی نہ کسی طرح اپنے عشق کا اظہار بھی کرا دیا' چنانچہ اس نے اپنی کنیز کے ذریعہ دریافت کرایا کہ آپ میرے جسم کا کونسا حصہ دیکھ کر عاشق ہوئے؟ آپ نے جواب دیا کہ تمہاری آنکھیں دیکھ کر عاشق ہوا ہوں' اس جواب کے بعد اس عورت نے اپنی دونوں آنکھیں نکال کر آپ کی خدمت میں روانہ کرتے ہوئے کنیز سے کہلوایا کہ جس چیز پر آپ فریفتہ ہوئے تھے وہ حاضر خدمت ہے یہ دیکھ کر آپ کے اوپر ایک عجیب حالت طاری ہوگئی اور ڈرتے ہوئے حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوئے اور فیوضِ باطنی سے بہرہ ور ہو کر مشغولِ عبادت رہے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۔ ۴۱)

محترم: احقر کو یہ واقعہ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب اتنے بڑے عامل و کامل اور بلند تقویٰ کے حامل جو روٹی کو دھوپ میں خشک کر کے پورے ہفتہ میں ایک ایک ٹکیہ کھا کر عبادت میں مشغول رہتے اور فرمایا کرتے کہ روزانہ رفع حاجت کے لئے جانے سے کراماً کاتبین کے سامنے مجھے شرم آتی ہے تو جب ایسے اہل تقویٰ اور اہل وَرع انسان عورت کے فتنہ سے نہ بچے تو اب اس زمانہ فساد میں کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس خطرے سے خالی ہے "جبکہ یہ دور سَراسر نفس پرست' مادّیت پرست' عیش پرست اور باطل پرستی کا دور ہے' اس سلسلے میں ایک اور فقہ حنفیہ کی روایت نقل کر رہا ہوں جس کو شمس الائمہ حضرت سرخسیؒ نے اس مسئلہ پر مفصّل بحث کے بعد لکھا ہے: **وهذا كله اذالم يكن النظر من شهوة فان كان يعلم انه ان نظر اشتهى لم يحل له النظر الى شئى منها** یعنی" یہ چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف نظر کا جائز ہونا صرف اس صورت میں ہے کہ یہ نظر شہوت سے نہ ہو' اور اگر دیکھنے والا جانتا ہے کہ چہرہ دیکھنے سے بُرے خیالات پیدا ہوسکتے ہیں تو اس کو عورت کی کسی چیز کی طرف بھی دیکھنا حلال نہیں" (بحوالہ مبسوط۔ جلد ۱۰ ص ۱۵۲)

مسئلہ: متأخرین فقہائے حنفیہ کے نزدیک بھی اس دور موجودہ میں یہ حکم ہے کہ جوان عورت کے چہرے یا ہتھیلیوں کی طرف نظرِ شہوت سے دیکھنا جائز نہیں (چونکہ عادۃً فتنہ کا اندیشہ زیادہ رہتا ہے اس لئے مطلقاً حرام قرار دیا گیا ہے جیسا کہ نیند کی حالت میں چونکہ انسان بے خبر ہوتا ہے اور عادۃً ریاح خارج ہو جاتی ہیں اس لئے فقہائے کرام نے خود نیند ہی کو خروجِ ریح کے قائم مقام قرار دیکر نیند سے وضو ٹوٹ جانے کا حکم دے دیا خواہ واقع میں ریح خارج ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو) (بحوالہ تفسیر معارف القرآن جلد ۷ ص ۲۱۸)

محترم: ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر چہرہ اور کفّین کی دید سے یعنی دونوں ہاتھ کے دیکھنے سے فتنہ کا خطرہ ہو تو اس وقت نہ مردوں کو دیکھنا جائز ہے اور نہ عورتوں کو چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنا جائز ہے اگر کہیں عورت بہ ضرورت شدید اپنے ہاتھ و چہرہ کو کھولنے پر مجبور ہو جائے تو مردوں پر واجب ہے کہ جہاں تک ہوسکے نگاہ کو بچا کر رکھیں بِلا ضرورتِ شدید اس کی طرف نہ دیکھیں وگرنہ بہت سخت سزا ملے گی ہاں مخصوص ضرورتوں پر بقدرِ ضرورت دیکھنا جائز ہے۔

مخصوص ضرورتوں سے مراد جیسے کوئی مریضہ کسی طبیب کے زیرِ علاج ہو یا کوئی عورت کسی مقدمہ میں قاضی کے سامنے بحیثیتِ فریق پیش ہو یا کسی آتش زدہ مقام میں کوئی عورت گھر گئی ہو' یا پانی میں کوئی عورت ڈوب رہی ہو یا اس کی جان یا آبرو کسی خطرے میں

مبتلا ہو، وغیرہ ایسی صورتوں میں چہرہ تو درکنار بلکہ حسبِ ضرورت ستر کو بھی دیکھا جاسکتا ہے، جسم کو ہاتھ بھی لگایا جاسکتا ہے اور ڈوبتی ہوئی یا جلتی ہوئی عورت کو گود میں اٹھا کر لانا نہ صرف جائز ہے بلکہ فرض ہے، لیکن صاحبِ شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی صورتوں میں ہدایت یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہوسکے انسان حتی الامکان اپنی نیت کو پاک رکھے اور اس کی طرف قصداً نظرِ شہوت نہ کرے اور بدنیتی سے اپنے ضمیر کو پاک رکھے، (بحوالہ تفسیر امام رازی)

حدیث: حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخران تخرج یدیھا الا الی ھھنا وقبض نصف الذراع۔** یعنی "میری امت کی عورتوں میں سے کسی عورت کے لئے جو اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتی ہو یہ بات حلال (جائز) نہیں کہ وہ اپنا ہاتھ اس سے زیادہ کھولے، یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کلائی کے نصف حصہ پر ہاتھ رکھا اس کے بعد فرمایا جب عورت بالغ ہوجائے، تو اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آنا چاہیے سوائے چہرے اور کلائی کے جوڑ تک" (ابوداؤد)

حدیث: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ان کے ہاں ان کے اخیافی بھائی (یعنی ایسے بھائی جن کے باپ الگ الگ ہوں لیکن ماں ایک ہو) عبداللہ بن الطفیل کی صاحبزادی آئی ہوئی تھیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں اتفاقاً تشریف لائے تو حضرتؐ نے انہیں دیکھ کر ناپسند فرمایا اور اپنا چہرہ مبارک ان کی طرف سے پھیر لیا یہ دیکھ کر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! یہ تو میری بھتیجی ہے یہ سن کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اذا عرفت المرأۃ لم یحل لھا ان تظھر الا وجھھا والی مادون ھنا وقبض علی ذراع نفسہ وترک بین قبضہ وبین الکف مثل قبضتہ اخریٰ** یعنی "اے عائشہ! جب عورت بالغ ہوجائے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ ظاہر کرے اپنے جسم میں سے کوئی حصہ سوائے اپنے منہ اور اپنے ہاتھ کے، اور ہاتھ کی حد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی کلائی پر ہاتھ رکھ کر اس طرح بتائی کہ آپؐ کی مٹھی اور ہتھیلی کے درمیان صرف ایک مٹھی کی جگہ اور باقی تھی" (الحدیث ابن جریر)

وضاحت: اس حدیثِ پاک سے فقہائے کرام یہ اخذ کرتے ہیں کہ عورت اپنے محرم رشتہ دار جیسا کہ باپ، بھائی، لڑکے، وغیرہ ان کے سامنے اپنے جسم کا صرف اتنا حصہ کھول سکتی ہے جتنا گھر کے کام کاج اور نقل و حرکت کرتے ہوئے کھولنے کی ضرورت پیش آتی ہو مثلاً

آٹا گوندھتے ہوئے یا جھاڑو لگاتے ہوئے یا گھر کا فرش دھوتے ہوئے آستین اوپر چڑھالینا یا کپڑے دھوتے ہوئے آستین اوپر اٹھالینا اور پائینچے بھی کچھ اوپر کرلینا یہ سب بطورِ مجبوری اپنے محرم رشتہ دار کے سامنے کھولنا جائز ہے اور شدید ضرورت کے وقت گھر سے باہر نکلنے کے بعد لین دین کی ضرورت میں بعض اوقات چہرہ اور ہتھیلیاں بھی کھل جاتی ہیں' یہ بھی مجبوری کے تحت جائز ہے' کیونکہ ان کاموں کے وقت ہاتھ' چہرہ وغیرہ کو چھپاکر رکھنا مشکل ہے پھر بھی مسلم خواتین کو جہاں تک ممکن ہو احتیاط رکھیں کیونکہ یہ بھی اپنی جگہ آخر ایک کشش رکھتی ہیں بالخصوص اس نازک دور میں تو احتیاط لازمی ہے جہاں زنا عصمت دری اور بد معاشی عام ہے کیا رشتہ دار اور کیا اغیار سبھی میں یہ بیماری پھیلی ہوئی ہے حیاء اور غیرت کا آج نام تک نہیں ہے بے حیائی کی انتہا ہو چکی ہے موجودہ دنیا میں انسان کے پاس سب کچھ ہے مگر سکونِ قلب نہیں ہے' وجہ ظاہر ہے کہ آج کس کے دل میں خدا کا خوف ہے موت کس کو یاد ہے حشر کی جوابدہی کا کس کو خیال ہے؟ دولت و شہرت کا بھوت ہر ایک کے سر پر سوار ہے حق کو چھوڑ کر باطل اور جھوٹ پر چلنا ہر ایک کے لئے ہُنر بن گیا ہے' محترم اب بھی وقت ہے کہ آج کی گھڑی کو غنیمت جان کر کچھ کرلیں کل پر نہ ٹالیں' جو شخص آج کا کام کل پر ٹالتا ہے اس کو کبھی راحت نہیں ہو سکتی' کیونکہ کل کے لئے دوسرا کام ہے اس میں آج اور کل دونوں کا کام نہیں ہو سکتا'

مغربی عورتوں کی تقلید و تشبّہ کا نتیجہ کیا ہے؟

ناظرینِ کتاب! یہ بات طے ہے کہ انسان خدا کی بنائی ہوئی دنیا سے ہٹ کر اپنے لئے کوئی دوسری دنیا نہیں بنا سکتا' اس کے لئے لازم ہے کہ اسی دنیا کے ساتھ مطابقت کرے' اگر وہ فطرت کی شاہراہ کو چھوڑ کر اپنے لئے کوئی دوسری شاہراہ بنانا چاہے گا تو وہ صرف ناکامی اور بربادی پر ختم ہو گا' اس کے سوا اس کا کوئی انجام نہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آزادی بے حد قیمتی چیز ہے' مگر انسان کے لئے خیرِ اعلیٰ پابند آزادی ہے نہ کہ مطلق آزادی' یعنی انسان کے مقابلہ میں آزادی مگر خدا کے مقابلہ میں پابندی' عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے کو عورت ثابت کریں نہ کہ غیر حقیقی طور پر مرد بننے کی کوشش کریں' عورت اگر گھر کو سنبھالے تو وہ نوجوان نسل کو زندگی دینے والی ثابت ہوتی ہے' لیکن اگر وہ گھر سے باہر نکل کر لوگوں کی تفریح کا سامان بنے تو وہ نوجوان نسل کو ہلاکت سے دوچار کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

موجودہ زمانے میں مسلمانوں کے بگاڑ کا حل یہ ہے کہ وہ اسلام کے چھوڑے ہوئے اصول کو

دوبارہ اختیار کریں۔

آیئے ایک اور نقطے پر غور کریں، ہر کام، ہر عمل اور ہر تحریک کا ایک ردّ عمل اور ایک نتیجہ ہوتا ہے۔ عورتوں کی تحریکِ آزادی کا بھی ردّ عمل ضرور ہوا ہے اور بہت سی چیزیں سامنے آئی ہیں مگر کیا عورت نے ان پر غور کیا ہے مثلاً کیا اسے یہ بات معلوم ہے کہ پیسے کی خاطر اور آزادی کے نام پر اسے دفتر یا کہیں اور روزانہ آٹھ گھنٹے کام کرنا اور گھر آکر مزید چار گھنٹے گھریلو کام کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح کام کے بارہ گھنٹے ہوئے۔ اب عورت خود سوچے کہ کیا وہ بارہ چودہ گھنٹے کام کرنے کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ کیا وہ بیل ہے، کیا وہ گدھی ہے۔ اگر نہیں تو شوہر کے گھر میں روزانہ دو گھنٹے کام کر کے آرام لینا اور جو جی چاہے کرنا بُرا کیوں ہے۔ گھر سے باہر رہنا غیر مردوں کے ساتھ کام کرنا اچھا کیوں ہے۔؟

امیر المؤمنین حضرت فاروقؓ کا ارشاد ہے کہ اپنی عورتوں کو ایسے کپڑے ہرگز نہ پہنایا کرو، جو جسم پر اس طرح چست ہوں کہ ساری جسم کی ہیئت نمایاں ہوجائے یہ سراسر حرام ہے۔ (بحوالہ المبسوط باب الاستحسان)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی اہلیہ حضرت عاتکہؓ کو اپنے ساتھ مسجد میں نماز کے لئے جانے پر بھی کراہیت کا اظہار فرمایا ہے، کیونکہ فتنہ کا خدشہ تھا۔ یہاں ہمارے لئے قابلِ غور بات یہ ہے کہ ہماری موجودہ سوسائٹی اور ماحول نہ تو اس متذکرہ پاک اور خدا ترس سوسائٹی سے کوئی نسبت رکھتا ہے اور نہ اس کی معمولی سی بھی جھلک ہے۔

حدیث: حضرت عائشہؓ سے کسی نے عرض کیا کہ ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے یہ سنکر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں پر سخت لعنت فرمائی ہے جو مردوں کے طور طریقے اختیار کریں۔

(بحوالہ حدیث ابوداوٗد مشکوٰۃ ص ۳۸۳)

حدیث: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہیجڑوں اور مردوں کی شکل و صورت طرز و رَوش اور مُشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر سخت لعنت فرمائی ہے، اور ایسے مردوں پر بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت و طرز و رَوش کو اختیار کریں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسے مرد اور عورتوں کو گھروں سے نکال دو "یہ سب خدا کے عذاب کے مستحق ہیں" یہ فرما کر فلاں شخص کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود نکال دیا اور حضرت عمر فاروقؓ نے بھی فلاں عورت کو گھر سے نکال دیا تھا۔

(بحوالہ تجرید بخاری جلد ۲' ص ۳۵۲۔ باب اللباس)

حدیث: ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لعن اللہ الکاسیات العاریات**' یعنی ان عورتوں پر خدا کی لعنت ہے جو لباس پہنکر بھی ننگی کی ننگی رہیں۔" مطلب اس حدیث پاک کا یہ ہے کہ آج کل مسلم عورتوں میں جو مغربی جدید طریقے پائے جاتے ہیں عریانی لباس کا پسند کرنا اور بدن کا اکثر حصہ چھوڑ کر پہننا جو پہنکر بھی ننگی ہی رہیں اور ایسے جدید طریقے پر کپڑا بنانا جو پہننے کے بعد بدن کے نیچے کا حصہ اور بالائی حصہ بالکل کپڑے سے خالی رہے اور بعض پوشاکوں میں تو آستین اور بازو کا حصہ بھی غائب رہتا ہے غرض اس طرح کے جتنی پوشاکیں ہیں' جو نئے نئے ڈیزائن اور نئی نئی کٹنگ سے مسلمان خواتین میں رائج ہیں یہ سب شرع میں حرام ہیں اور اس جدید طرز اور عریانی چال ڈھال سے پہننے اور چلنے والوں پر خدا کی لعنت ہے اور اس گندی اور بے حیائی تہذیب کو وہی عورت اپنا سکتی ہے جو اپنی آبرو اور عصمت کو کھو چکی ہے اور جو اسلام کی دشمن اور خدا سے باغی ہے۔

واقعہ: ایک دفعہ کسی مجوسی نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کو گرفتار کرلیا اور انہی میں سے کسی جابر ظالم مجوسی نے آپ سے کہا کہ میرا قلم بنا دیجئے آپ نے فرمایا کہ میں ہرگز نہیں بنا سکتا' اور جب اس نے قلم نہ بنانے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ قیامت کے میدان میں فرشتوں سے کہا جائیگا کہ ظالموں کو ان کے معاونین کے ہمراہ اٹھاؤ' لہٰذا میں ایک ظالم کا معاون نہیں بن سکتا' (تذکرۃ الاولیا ص ۱۲۷)

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار آدمیوں پر اللہ تعالی صبح و شام ہر آن غصہ و غضب میں ہوتے ہیں' میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا' ایک وہ عورت جو مردوں کی مشابہت اور طرز وروش کو اختیار کرتی ہے۔ دوسرا وہ مرد جو عورتوں کی مشابہت اور طرز و طریقہ کو اپناتا ہے تیسرا وہ شخص ہے جو مردوں سے قضائے شہوت کرتا ہے' چوتھا وہ شخص جو چوپائے سے غیر فطری حرکت کرتا ہے۔

(حدیث الترغیب والترہیب)

حدیث: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری امتوں میں سے" جو مرد و عورت کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے گی وہ قیامت کے روز

انھیں کے ساتھ اٹھیگا۔ "یعنی اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس قوم کی مشابہت وہ اختیار کرے"

(حدیث ترجمہ ابوداؤد شریف جلد ۲ ص ۸۴۲ ح ۷۵۱ ۳ کتاب اللباس واحیاء)

ناظرینِ کتاب! ان مبارک احادیث اور مدلل روایات کی روشنی میں آج کی ان مسلم عورتوں کی حالت قابل حیرت ہے کہ مسلمانی کا دعویٰ کرنے کے باوجود جو عورتیں مردوں کی طرح سر کے بال کٹوا کے ہیرو بنتی ہیں اور بَپ کٹنگ بال رکھتی ہیں اور مردانہ لباس پہن کر بے حیاء و بے شرم اور بدکردار عورتوں کی طرح گھومتی پھرتی ہیں نہ ہاتھوں میں چوڑی نہ کانوں میں بالیاں اور نہ سینہ پر کپڑا ہوتا ہے یہ طرز بالکل مغربی عورتوں کا ہے نہ کہ مسلمان عورتوں کا' ایسی خواتین پر خدا کی لعنت ہے لہٰذا جو عورتیں اللہ اور یومِ آخرت پر واقعی ایمان رکھتی ہیں اس پر واجب ہے کہ وہ اب بھی وقت ہے کہ اس ناپاک طرزِ عمل اور قبیح حرکتوں سے باز آجائیں یہ تشبّہ و طریقہ اسلام میں سراسر ناجائز و حرام ہے مسلمان عورتوں کو مغربی عورتوں کی تقلید و انگریزی لباس و طریقے اختیار کرنے سے منع کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ وہ سب عریانی لباس و کپڑے پہن کر دل ودماغ کی خواہش یہی ہوگی کہ دوسروں کو دکھائیں اور اس خواہش کی تکمیل کے لیئے یہ لازمی ہوگی کہ بے پردگی اختیار کریں' کلبوں' بازاروں' مجلسوں اور مردوں میں جاکر اپنی خواہش پوری کریں' اب کیا اسلام کی یہی وقعت ہے کہ تم مسلمان عورتیں غیر مسلموں کی معاشرت و طرزِ عمل اختیار کرکے زبانِ حال سے اسلام کا ناکافی ہونا ظاہر کرو؟ دوسری قوموں کی معاشرت اختیار کرکے وہ امتیازِ قومی کہاں رہا کہ جس کے مسلمان بڑے مدّعی ہیں اور مذہبِ اسلام کی وقعت وعزت کہاں رہی جس کے مسلمان حامی ہیں؟ اور وہ حقیقی آزادی کہاں گئی جو شریعت ہی کی معاشرت میں ہے برخلاف جدید معاشرت کے جس میں سراسر تنگی ہی تنگی ہے' یہ غیر اسلامی لوگ اس وقت تک کھانا نہیں کھاسکتے جب تک کرسی اور میز نہ ہو' اور اہلِ ایمان لوگ چاہیں پلنگ پر کھالیں' بستر پر کھالیں' بوریئے پر کھالیں' اور اگر چاہیں تو زمین پر بھی کھالیں جو کہ سنتِ رسولؐ ہے ایمان والوں کے لئے غیر مسلموں کی طرح کوئی قید نہیں اب یہ بات ذرا انصاف سے فیصلہ کریں کہ آزادی کی حالت میں کون ہے؟ یہ تو میں نے صرف اسلامی معاشرت کے ایک پہلو پر روشنی ڈالی ہے ایسے اسلامی معاشرت کے ہر شعبے میں اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو وسعت ہی وسعت ہے تنگی سراسر دوسری قوموں کی معاشرت میں ہے' اور یہ لوگ اللہ اور اسکے رسول سے آزاد ہیں ورنہ یہ لوگ مقیدّ ہیں۔

محترم! میں بالکل یہ نہیں کہتا کہ دوسری قوموں میں آزادی نہیں ہے بیشک آج

مغرب میں اور یورپ کی عورتوں میں ... آزادی ہے' لیکن اس آزادی اور اسلامی آزادی میں بہت بڑا فرق ہے' اسلام کی آزادی یہ قدرتی ہے اور مغرب کی آزادی یہ اپنی طرف سے بنائی ہوئی ہے' مغرب کی آزادی چونکہ ذاتی اور من مانی ہے اس لئے آج مغرب ہی نے دنیا میں سب سے زیادہ ناجائز بچے پیدا کئے ہیں' اور اسی بے بنیاد آزادی کے سبب سے مغرب ہی کی لاکھوں عورتیں عصمت دری اور حرام کاری سے اپنی قیمتی عفت و عصمت کو کھو چکی ہیں اس من مانی اور غیر قانونی آزادی نے وہاں کے لوگوں کو تباہ و برباد کردیا ہے سماج معاشرے اور گھروں میں غرض ہر شعبہ زندگی میں بدانتظامی' بداخلاقی' بدکرداری' بدچلنی اور بے حیائی جیسی مہلک بیماری کی انتہا ہوچکی ہے' جس کو دیکھ کر اب وہاں کی حکومتوں کو اس بے بنیاد آزادی کو بند کرنے کی کاروائی کرنی پڑ رہی ہے' اہلِ یورپ کے مرد عورتیں اپنی بداعمالیوں کی سزا اب بھگت رہے ہیں اور اب یہ آزادی ان لوگوں کے لئے "ایڈز" کی صورت میں ایک قہرِالٰہی بن گئی ہے۔ امریکہ اور مغرب کے عوام کے لیے "ایڈز" انکی بدکرداری اور من مانی آزادی کی پاداش اور تباہی کا اعلان ہے' آج مغرب اور یورپ والے ترقی یافتہ ملک ضرور ہیں۔ اور اقتصادی حالات بھی نہایت وسیع ہیں لیکن اطمینان و آرام کے دو دن گزارنے سے محروم ہیں اس وقت بہت ہی کم لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ دنیا کے ۴۳ ملکوں میں "ایڈز" کی بیماری پھیلی ہوئی ہے جو صرف صحبت سے نہیں بلکہ بوسہ سے بھی وہ بیماری انسان کے اندر پھیل جاتی ہے' محتاط اندازے کے مطابق ۱۵ ہزار مریض اس وقت ۱۹۸۶ء سے اس بیماری میں مبتلا ہیں اور ۲۲ لاکھ لوگوں کے خون میں یہ مرض پھیلا ہوا ہے' ماہرین کہتے ہیں کہ آئندہ دس سال میں اسکے مریض کروڑوں کی تعداد میں ہونگے کیونکہ اس مرض کی دوا آج تک کسی کو معلوم نہ ہوسکی تلاش باقاعدہ جاری ہے سب سے زیادہ تشویش کی بات یہ ہے کہ اس مرض کی دوا کی تلاش میں جتنا قدم آگے بڑھایا جاتا ہے' اتنی ہی پیچیدگی اور اُلجھن بڑھ رہی ہے۔ ڈاکٹر عاجز ہیں ... سائنسدان قاصر ہیں' حکیم مجبور اور عوام غم آلود' یہ سب خدا فراموشی اور نافرمانی کا عتاب اور اللہ کے احکام کو پسِ پشت ڈال کر من مانی کرنے کا عذاب ہے' تاریخ گواہ ہے کہ پچھلی قوموں اور امتوں پر عذابِ الٰہی اسی وقت آیا تھا جب وہ اپنی بداعمالی اور خود مختاری میں بہت آگے چلی گئی تھیں نیز بدمعاشی و بدکاری کی انتہا ہوچکی تھی قومِ ثمود کو لیجئے' قومِ ثمود اپنی طاقت' صلاحیت اور ہنرمندی پر فخر تھا' پہاڑوں کو کاٹ کر گھر بنانے والی قوم تھی' ان کی طاقت کا کیا کہنا؟ وہ اپنی طاقت و ہنر پر ناز کرتی تھیں اور یہ سمجھتی تھی کہ کوئی اس کے مقابل میں آنے والا نہیں ہے' مگر قدرت نے ایک ہی لمحہ میں سب کا کام تمام کردیا' اسی طرح قوم عاد

شرک و بدعت میں مبتلا تھی سب کے سب عیّاشی میں گرفتار تھے اللہ کے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ اے دنیا کے لوگو! فِسق و فُجور سے باز آجاؤ' عیّاشی و بد کرداری کو چھوڑ دو اور اللہ کی نافرمانی سے توبہ کرو' مگر جب نہ مانے تو "ہوا" کا عذاب آیا اور سات دن سات رات ایسی ہوا چلی کہ سب کچھ برباد ہو کر رہ گیا' اسی طرح حضرت لوطؑ کی قوم نے بے حیائی شروع کی' بُرائی و بد فعلی کی انتہا کو پہنچے' منع کرنے اور سمجھانے پر حضرت لوطؑ ہی کو مارنے لگے۔ اور خدائی سے انکار کرنے لگے تو پتھروں کی بارش آئی یہ کیسی بارش تھی کہاں سے آئی تھی اور آن کی آن میں کس طرح اتنا کام کر گئی اس کا صحیح تخمینہ کوئی نہیں کر سکتا اور نہ کوئی جانتا ہے' اس سے اللہ کو بتانا یہی مقصود تھا کہ جب سزا دی جاتی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی' یہ خدائی عذاب اچانک بھی آتا ہے اور زبردست بھی' نہ کسی کے رُوکے رُکتا ہے نہ کسی کے ٹالے ٹل سکتا ہے اب اس جگہ پر مسلمانوں کے لئے غور کرنے کی بات یہ ہے کہ پہلے کی برباد شدہ قوموں میں ایک یا دو ہی برائیاں تھیں جسے قدرت نے برداشت نہیں کیا۔

آج کے مسلمانوں میں تو ساری کی ساری برائیاں آگئی ہیں تو پھر عذاب بھی بھیانک' حیرت انگیز اور عبرتناک ہونا چاہیے' یہاں نہیں وہاں سہی اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنی ضرور ہے' یہ خدا کا قانون جو اٹل ہے' اس لئے مسلم خواتین کو چاہیے کہ ان برائیوں اور بے پردگی سے اپنے کو جہاں تک ہو سکے بچا کے رکھیں اور نامحرم سے اپنے کو چھپا کر رکھیں خدائی احکام کو مذاق نہ سمجھیں اور شریعتِ الٰہی پر عمل کو اپنی زندگی کا اصل مقصد بنائیں۔

حدیث: صاحب شریعت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو عورت اپنے کو نامحرم کی نظر سے بچائے گی دوزخ کی آگ اس کو نہ جلائے گی اور جو عورت اپنے کو نامحرم کے آگے کرے گی حُسن آرائش کر کے اس کو دکھلائے گی اور بے حیائی سے اس پر نظر ڈالے گی تو ہر نظر میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) لعنت اس پر پڑے گی اور فرمایا ہر نظر کے بدلے ہزار برس دوزخ میں رہے گی۔ (تنبیہہ الغافلین و کتاب الوعظ۔ جلد ۱۸ ص ۲۰)

حدیث: حضرت اُمّ سلمہؓ کا بیان ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے اور فرمایا سبحان اللہ آج کی شب کیا کیا رحمتیں اور عذاب نازل ہوتے دکھائی دیئے۔ جاؤ تم عورتوں سے کہہ دو کہ قیامت کے روز بہت سی عورتیں جو دنیا میں عمدہ عمدہ کپڑے پہن کے بے پردگی سے گھومتی پھرتی ہیں بالکل برہنہ ہوں گی اور وہ سب عورتیں دوزخ کی آگ کے لپیٹ میں آجائیں گی۔ (بحوالہ تجرید بخاری جلد ۱ ص ۳۶' ح ۹۵)

حدیث : حضرت معاذؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشانی پر (عورتوں کو) بالوں کا جمع کر کے رکھنے سے منع کرتے ہوئے سنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی فرماتے سنا کہ بنی اسرائیل اسی وقت ہلاک ہوئے اور اللہ کا عذاب اسی وقت نازل ہوا جس وقت ان کی عورتوں نے قُصَّے (پیشانی کے بالوں کو جمع کرنا) بنایا" اور بے حیائی کو اپنایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔"

(ترجمہ ترمذی۔ جلد ۲ ص ۸۰ ۷ ح ۹۷۲)

واقعہ :۔ ایک مرتبہ حضرت رابعہ بصریؒ کہیں جارہی تھیں کہ کسی نامحرم کو اپنے سامنے دیکھ کر اتنے زور سے خدا کے خوف سے گریں کہ ہاتھ ٹوٹ گیا اسی وقت آپ نے سر بسجود ہو کر عرض کیا کہ اے میرے مالک! خوفِ خدا سے میرا ہاتھ ٹوٹ چکا ہے' مجھے کوئی ملال نہیں' میں تیری رضا چاہتی ہوں' چنانچہ ندائے غیبی آئی کہ اے رابعہ غمگین نہ ہو' عنقریب تجھے اپنے صبر و شکر اور حیاء و خوف خدا کی وجہ سے وہ مرتبہ حاصل ہو گا کہ مقرب ملائکہ بھی تجھ پر رشک کریں گے' یہ سن کر آپ خوشی سے باغ باغ ہو گئیں۔

محترم! آج کل لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے کوٹ پتلون پہن کر ٹوپی تو اسلامی پہن لی ہے اب تشبہ کہاں رہا؟ میں کہتا ہوں تشبہ کامل نہ سہی ناقص تو ہوا اگر آپ ایسا کر سکیں کہ سارا لباس زنانہ پہن کر اوپر سے مردانہ ٹوپی پہن لیں اور اسی حُلیہ سے محفل میں جاسکیں تو ہم آپ کو اسلامی ٹوپی اور کُفری پاجامہ کی بھی اجازت دیں گے۔ ان ہی لوگوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان بعد کے زمانہ میں ان طریقوں پر چلیں گے جو یہود و نصاریٰ کے طریقے ہیں۔ یعنی وہ اپنی زبان سے اسلام کا نام تو لیں گے مگر عملاً ان کی رَوش وہ ہو گی جو یہود و نصاریٰ کی رَوش ہے۔ اس سلسلے میں آپ کی روایت **عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ انّ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لتتبعنّ سنن من کان قبلکم شبرا بشبر و ذراعاً بذراع حتّیٰ لو دخلوا جحر ضب لتبعتموھم' قلنا یا رسول اللّٰہ الیھود و النصاری۔ قال فمن (اخرجہ البخاری و مسلم)** ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ ضرور پچھلی امتوں کے پیچھے چلو گے' بالشت بالشت اور ہاتھ ہاتھ یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے بل میں گھسے ہوں تب بھی تم ان کی پیروی کرو گے۔ ہم نے کہا کہ اے خدا کے رسول' کیا اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اور کون؟ بد قسمتی سے یہود کی رَوش آج مسلمانوں میں پوری طرح ظاہر ہو چکی ہے عوام اور خواص دونوں کا یکساں حال ہے۔

واقعہ: ایک بہت بڑے بزرگ کی صحبت سے کچھ آخرت کی باتیں اور ہدایات سے فیضیاب ہونے کے لئے حضرت احمد خضرویہؒ کی اہلیہ تشریف لائیں' ایک دن وہ بزرگ صاحب نے ان کے ہاتھوں میں مہندی لگی دیکھ کر پوچھا کہ اے احمد خضرویہ کی اہلیہ (فاطمہ) یہ مہندی کیوں لگائی ہے؟ یہ سن کر انہوں نے عرض کیا کہ آج تک آپ نے میرے ہاتھ اور مہندی پر نظر نہیں ڈالی تھی' اس لئے آپ کے نزدیک بیٹھ جاتی تھی لیکن آج سے آپ کی صحبت میرے لئے ناجائز ہے۔

محترم ناظرین! آج کل کے مسلم نوجوانوں اور اسکول' کالج اور یونیورسٹی کے لڑکے لڑکیوں کا یہ کہنا ہے کہ اسلام میں تشبہ پر اتنی سختی ہے جبکہ تشبہ وغیرہ کوئی ایسی خطرناک اور بُری چیز نہیں ہے جیسا کہ اسلام پیش کر رہا ہے' اگر واقعی یہی بات ہے تو آج سے زنانہ لباس یعنی اپنے گھر کی عورتوں کی ساڑی پہن کر اجلاس میں کرسی پر بیٹھنے لگو معلوم ہو جائے گا کہ تشبہ بُری چیز ہے یا نہیں۔ اگر کوئی جنٹلمین اپنی بیگم صاحبہ کا زنانہ رنگین جوڑا پہن کر اور چوڑی ہاتھ میں اور بالیاں کان میں ڈال کر کسی مجلس میں آکر بیٹھ جائے تو کیا خود اس کو یا دوسرے دیکھنے والوں کو ناگوار نہ ہوگا؟ اب آخر اس ناگواری کی وجہ تشبہ کے سوا اور کیا ہے فعلِ تشبہ صرف شرعاً مذموم نہیں بلکہ عقلاً بھی بُری ہے اور دوسروں کو اس پر مضحکہ کا ایک موقع بھی ہے پھر کفّار و فجّار کا تشبہ تو اس سے بھی بڑے غضب کی بات ہے کیونکہ وہ خدا کا دین کا اور رسولؐ کا دشمن ہے' دشمنوں کی تقلید و مشابہت ایک مسلمان کے لئے کتنی بڑی مذمت و بے غیرتی کی بات ہے' اے مسلمانوں! کیا یہ تہذیب ہے یا تعذیب؟ اور یہ کیسی زندگی ہے؟ تقلید نے ایسا اندھا کیوں کر دیا ہے؟ مسلمانوں کے پاس کیا نہیں؟ بلا وجہ کیوں دوسری قوموں کا محتاج ظاہر کرتے ہو؟ صاحبِ شریعت سیّدِ کائنات فخرِ موجودات رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سب کچھ سکھا دیا لیکن یہ نہایت ہی افسوس اور قابلِ مذمت بات ہے کہ آج کل کے مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بے لوث اور بے نظیر ہدایات و تعلیمات کو چھوڑ کر ان ناپاک خرافات اور گندی چیزوں میں ڈوب مر رہے ہیں۔ خدا سب مرد و عورت کو عقلِ سلیم عطا فرمائے۔

ناظرینِ کتاب! غیرت' حمیّت' شرافت اور دعویٰ قومیت کا مقتضا تو یہ تھا کہ اگر اسلامی معاشرت نا تمام بھی ہوتی جب بھی آپ دوسروں کی معاشرت اور طرزِ عمل کو اختیار نہ کرتے' حضورؐ سے محبت کرنے والوں کے لئے تو یہی کافی ہے خواہ کچھ بھی فائدہ ہو نہ ہو' دنیا میں فائدہ نہ بھی سہی مگر آخرت کی کامیابی تو لازمی ہے چنانچہ کسی نے کہا ہے کہ۔

کہن خرقہ خویش پیراستن
بہ از جامہ عاریت خواستن

اپنا تو پرانا کمبل بھی دوسروں کی شال سے زیادہ عزیز ہوا کرتا ہے نہ یہ کہ اپنے پاس دوشالہ موجود ہو اور آپ اس کو اتار کر دوسروں کا پھٹا ہوا کمبل اوڑھتے ہوں؟

خدا کی نگاہ میں عورت کی قیمت نماز کے ساتھ ہے'

قارئینِ کتاب! اس دنیا میں مسلمان کی قیمت خدا کی نگاہ میں صرف اس کی ذمہ داری کے اعتبار سے ہے جس کی ادائیگی پر اس کو مامور کیا گیا ہے' یعنی بھلائی کا حکم اور برائی کی ممانعت اور بقدرِ استطاعت ظالم کو ظلم اور ناانصافی سے روکنا اور حق کی طرف پھیر کر اس کا پابند کرنا اور آپس میں ایک دوسرے کو خیر خواہی اور ہمدردی کی نصیحت کرنا اور رغبت دلانا اگر کوئی مسلمان (خواہ مرد ہو یا عورت) ان کاموں کے لئے نہ تیار ہوں تو یہ جان لے کہ خدا کے نزدیک وہ اپنی قیمت کھو چکا ہے دنیا میں خود ساختہ خیالات کے تحت اگرچہ وہ خوش فہمیوں میں مبتلا رہیں گے اور یہ سمجھیں گے کہ میں آخرت کے لئے بہت کچھ کر رہا ہوں' مگر حالات کی بے رحم زبان چیخ چیخ کر کہہ رہی ہوگی کہ ان کا خدا بھی ان کو چھوڑ چکا ہے کیونکہ مالکِ حقیقی کے نزدیک مسلمان کی قیمت اسی ذمہ داری کے ادا کرنے پر موقوف ہے خدا ہر مرد و عورت کو فہمِ سلیم عطا فرمائے اور سچائی پر چلنے اور سچی بات کہنے کی خاص توفیق عنایت فرمائے۔

علامہ اقبال نے بہت خوب کہا'

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک



مسلمانوں! صلوٰۃ و تلاوت کے پابند ہو جاؤ
عبادت سے نہ ہو غافل یہ عبادت کی جگہ ہے

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے' رمضان کے روزے رکھے' اپنی شرمگاہ کی حفاظت

کرے' اور اپنے شوہر کی اطاعت (نیک کاموں میں) کرے (جس کی تفصیل کتاب کے آغاز میں گزر چکی ہے) تو وہ اپنے رب کی جنت میں داخل ہوگی (یعنی خدا کی جنت ایسی ہی نیک عورتوں کے لئے ہے) (بحوالہ ابن حبان واحیاء جلد۲ قسط۱ ص ۱۴۴)

یہاں پر یہ بات سب سے زیادہ اہم اور قابلِ غور ہے کہ اس حدیث پاک میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا حکم جو رکھا ہے وہ نماز کے متعلق ہے اور یہ ایک حقیقت ہے بیشک نماز مؤمنوں کی معراج اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے' نماز میں بندہ اپنے مولا سے بے حد قریب ہو جاتا ہے' نماز انسانوں کو برائی اور فحاشی سے یوں دور کردیتی ہے جیسے پانی گندگی کو دور کردیتا ہے' نماز دیدارِ خدا کا پہلا زینہ ہے اور بخشش و مغفرت کا ایک بہترین اور بے نظیر ذریعہ ہے'

قرآن اور سنت دونوں یہی چاہتے ہیں کہ انسان اندر اور باہر سے ایک ہو' ظاہر بھی آئینہ ہو اور باطن بھی کیونکہ جس کا ظاہر و باطن الگ ہے وہ منافق ہے نہ کہ مؤمن' اور ظاہر و باطن کو ایک کرنے کا سب سے بڑا ہتھیار نماز ہے نماز سے مراد یہاں وہ نماز ہے جو دل سے ہو نہ کہ صرف بدن سے۔

محترم! نماز اور دیگر عبادات کی فضیلت و اہمیت اور وقعت کا اندازہ ایک محسوس مثال سے لیں' جیسے کوئی بادشاہ اپنے اہلِ دولت کو جشنِ شاہی کی شرکت کے لئے دعوت دے' اور اس کے ساتھ یہ بھی حکم دے کہ سب لوگ خوب نہا دھو کر اور اعلیٰ و عمدہ قسم کی خوشبوئیں لگا کر اور ایک سے ایک بہترین پوشاک پہن کر غرض پوری طرح شرکت جشن کے قابل ہو کر شریکِ جشن ہوں' سو ظاہر ہے کہ یہاں بادشاہ کو شرکتِ جشن اصل مقصود ہے اور باقی امور اس کے تابع' بالکل اسی طرح خدا کو بندہ سے ایمان کے بعد جو چیز چاہیے وہ نماز ہے اور دیگر عبادات اس کے تابع ہیں۔

حدیث: ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو جوانُ العمر تھے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پنج وقتہ نماز پڑھتے اور معصیت اور گناہ کے کام بھی کیا کرتے تھے' ایک دفعہ صحابہؓ کا ایک جم غفیر حضرت کی خدمت میں آیا اور چند سوالات خدمت میں عرض کئے ان میں سے کچھ صحابہؓ نے اس انصاری صحابہ کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایات کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں شخص آپ کے پیچھے نماز بھی پڑھتا ہے اور تمام برائی یعنی جھوٹ' مکاری' ناانصافی' حق تلفی' وعدہ خلافی' اور ایک دوسرے کی برائی وغیرہ بھی کرتا ہے۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا بیشک اس کی نماز ہی اس کو تمام برائیوں

سے روک دے گی اگر وہ باقاعدہ خلوص سے نماز پڑھتے رہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ معلوم ہوا کہ اس انصاری صحابی نے تمام بُرے کاموں سے توبہ کرلی یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف قرآن کی اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ یعنی "بیشک نماز (انسان کو) تمام منکرات اور فحش حرکات سے روکتی ہے"

حکایت: ایک شخص نے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت! اعمال کی تو مجھے ہمت نہیں اگر آزاد رکھا جائے تو میں آپ سے بیعت ہوتا ہوں چونکہ میں بالکل آزاد شخص ہوں اور آزاد ہی رہنا چاہتا ہوں اس لئے بیعت کے ساتھ میری یہ شرط ضرور ہے کہ نہ میں نماز پڑھوں گا اور نہ ناچ گانا چھوڑوں گا' حضرت نے اس آزاد شخص کی یہ شرط منظور فرمائی اور بیعت کرلیا' اور فرمایا کہ ایک شرط ہماری بھی ہے کہ ہم تھوڑا سا ذکر بتلادیں گے اس کو کرلیا کرنا' انہوں نے کہا بہت اچھا حکم فرمایئے حضرت نے فرمایا صبح و شام تھوڑا بہت ذکر کرلیا کرنا' اس ذکر کا ان پر ایسا اثر ہوا کہ جب نماز کا وقت آیا تو دفعتہً بدن میں خارش شروع ہوئی' اب جو تدبیر بھی اس کے دفع کی گئی وہی اُلٹی پڑی' کہیں چنبیلی کا تیل مل رہے ہیں کہیں اور تدبیر کر رہے ہیں۔ مگر کچھ افاقہ نہ ہوا پھر جی میں آیا کہ لاؤ ٹھنڈے پانی سے منہ ہاتھ دھولیں جب دھو چکے تو دل میں خیال آیا کہ سب اعضاء تو دھل گئے لاؤ مسح بھی کرلوں وضو کا تمام ہونا تھا کہ خارش آدھی رہ گئی مگر پھر جی میں آیا کہ جب تو نے وضو کرلیا تو نماز بھی پڑھ لے کوئی یہ شرط تھوڑا ہی تھی کہ بالکل ہی نہ پڑھوں گا' نماز کا شروع کرنا تھا اور خارش کا ندارد ہونا' پھر جب اگلی نماز کا وقت آیا وہی خارش پھر شروع ہوئی اور نماز اسی طرح شروع کرتے ہی جاتی رہی اب وہ دل ہی دل میں کہنے لگا حاجی صاحب نے پہرہ بٹھادیا ہے کہ نمازی ہو گئے یا نہیں؟ پھر جی میں آیا کہ جب تو نماز پڑھتا ہے اور پانچ وقت خدا کے دربار میں حاضری دیتا ہے تو ناچ گانے میں کیا منہ لے کر جاتا ہے تجھے ان بُرے کاموں سے شرم آنا چاہیے غرض چند ہی دنوں میں تمام بُرے کام چھوڑ دیئے' اور نماز پنج گانہ کے ساتھ اشراق' تہجد وغیرہ کے بھی پابند ہو گئے تھے' یہ خدا کی دین ہے کہ جسے چاہے وہ اپنی دولتِ عبادت سے نوازے۔

(بحوالہ ارواح ثلثہ ص ۱۷۸)

حکایت:۔ ایک بار حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ کا گزر جلال آباد سے ہوا وہاں پر دیکھا کہ ایک مسجد ویران پڑی ہے' حضرت نے وہاں نماز کے لئے تشریف لا کر پانی

کھینچا' وضو کیا' مسجد میں جھاڑو دی' بعد میں ایک راہ گیر سے پوچھا کہ بھائی! یہاں کوئی نمازی نہیں ہے کیا بات ہے نماز کا وقت ختم ہونے کو جارہا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ جی سامنے خانصاحب کا مکان ہے جو شرابی اور رنڈی باز ہیں اگر وہ نماز پڑھنے لگیں تو یہاں اور بھی دس پانچ آدمی نمازی ہوجائیں یہ سن کر آپ اُن خانصاحب کے پاس تشریف لے گئے' تو دیکھتا کیا ہے کہ رنڈی پاس بیٹھی ہوئی تھی اور خانصاحب نشہ میں مَست تھے آپ نے خانصاحب کو خطاب کرکے فرمایا کہ بھائی خانصاحب! اگر تم نماز پڑھ لیتے تو تمہارے ساتھ دو چار آدمی اور جمع ہوجاتے اور اس سے مسجد بھی آباد ہو جائے گی' کیا یہ اچھی بات نہیں ہے؟ یہ سن کر خانصاحب نے کہا کہ حضرت! مجھ سے وضو نہیں ہوتا اور نہ یہ دو بُری عادتیں چھوٹتی ہیں' یہ تو اب میری طبیعت بن گئی لہٰذا میں مجبور ہوں' یہ بیان سن کر حضرت نے فرمایا کہ بے وضو ہی نماز پڑھ لیا کرو' اور شراب بھی پی لیا کرو' اس پر اس نے عہد کیا کہ اچھا جناب میں آئندہ بغیر وضو ہی نماز پڑھ لیا کروں گا' اس کے بعد آپ وہاں سے تشریف لے گئے اور کچھ فاصلے پر نماز پڑھی اور سجدے میں خوب روئے' ایک شخص نے جو حضرت کو پہچانتا تھا اس حال میں دیکھ کر دریافت کیا کہ حضرت! آج آپ سے ایسے دو کام سرزد ہوئے جو کبھی نہیں ہوئے' اول یہ کہ آپ نے ان خانصاحب کو حرام ہونے کے باوجود بھی شراب اور زنا کی اجازت مرحمت فرمائی' دوم یہ کہ آپ اس جگہ سجدہ میں بہت روئے' یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ میں نے اس وقت سجدہ میں جناب باری تعالیٰ سے یہ التماس کی تھی کہ اے ربّ العزت! کھڑا تو میں نے کردیا اب دل تیرے دستِ قدرت میں ہے' اُدھر ان خانصاحب کا یہ حال ہوا کہ جب رنڈیاں پاس سے چلی گئیں تو ظہر کا وقت تھا اپنا عہد یاد آیا پھر خیال آیا کہ آج پہلا روز ہے لاؤ غسل کرلیں' کل سے بغیر وضو پڑھ لیا کریں گے غسل کیا پاک کپڑے پہنے اور نماز پڑھی بعد نماز باغ کو چلے گئے عصر اور مغرب باغ میں اسی وضو سے پڑھی بعد مغرب گھر پہونچے طوائف موجود تھیں سب سے پہلے کھانا کھانے گھر میں گئے اہلیہ پر جب نگاہ پڑی وہ پہلی نظر میں فریفتہ ہوگئے ان کی شادی کو سات سال ہوگئے تھے اور آج تک نہ کبھی بیوی کے پاس گئے اور نہ اس کی صورت دیکھی تھی فوراً باہر آئے' رنڈی سے کہا کہ آئندہ میرے مکان پر نہ آنا اور خادم سے کہا کہ میرا بستر گھر میں بھیج دو' اس واقعہ کے بعد ان خانصاحب کی پھر پچیس (۲۵) سال تک زندگی رہی اور اس مدت میں کبھی تہجد کی نماز تک قضا نہیں ہوئی۔ (ارواح ثلثہ ص ۱۹۵)

محترم! ان روایات نے یہ بات صاف کردی کہ جو بھی شخص صحیح طور پر نیک نیتی کے ساتھ خشوع وخضوع اور دلجوئی کے ساتھ نماز کے تمام ارکان و حقوق اور آداب کی رعایت کرتے

ہوئے نماز پڑھے گا تو یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ بُرائیوں سے نہ بچے اور معصیت اس سے نہ چھوٹے' بالکل اسی حقیقت کو صاحبِ شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے

لا صلوٰۃ لم یطع الصلوٰۃ وطاعۃ الصلوۃ ان تنہی عن الفحشاء والمنکر'

یعنی "اس شخص کی کوئی نماز نہیں ہے جس نے نماز کی اطاعت نہ کی ہو' اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ آدمی فحشاء اور منکر سے (یعنی بُرے کاموں سے) رُک جائے" اس مضمون کی اور متعدد احادیث ہیں'

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ **من لم تنہہ صلوٰتہ فلا صلوٰۃ لہ**' یعنی "جس شخص کو اس کی نماز نے بُرائیوں سے نہ روکا تو سمجھ لو کہ اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔" ان احادیث اور واقعات کی روشنی میں کہاں ہیں وہ لوگ جو نماز پڑھتے ہیں' اور بُرے راستے بُرے طریقے اور بُرے ذریعے سے دولت بھی کماتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں بے ایمانی اور دغا بازی بھی کرتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں اور جھوٹ بھی بولتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں اور چوری' بدمعاشی' ضمیر فروشی اور بددیانتی بھی کرتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں اور حق سے سرکشی اور باطل و بدعت کی پیروی کرتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں اور شخصیت پرستی اور نفس پرستی میں مرنے والے ہیں' نماز پڑھتے ہیں اور اپنے عزیز و اقارب سے گفتگو اور میل ملاپ بھی بند رکھتے ہیں اور کہاں ہیں وہ خاتون جو نماز پڑھتی ہیں اور بے پردگی اور بے حیائی سے بازار میں گھومتی پھرتی ہیں' نماز پڑھتی ہیں اور غیر مردوں سے رنڈی کی طرح بات چیت بھی کرتی ہیں' نماز پڑھتی ہیں اور دنیا بھر کی تمام شیطانی اور گندی حرکتیں بھی کرتی ہیں' نماز پڑھتی ہیں اور ایک دوسرے کی غیبت' چغلخوری' بہتان تراشی' عیب جوئی' طعنہ زنی اور بُرائی بھی کرتی ہیں' نماز پڑھتی ہیں اور اپنے شوہر کو ایذا بھی پہنچاتی ہیں' نماز پڑھتی ہیں اور وعدہ خلافی بھی کرتی ہیں' نماز پڑھتی ہیں اور اپنے خاوند سے طوطا چشمی اور بے وفائی سے پیش آتی ہیں' اور حد یہ کہ نماز پڑھتی ہیں اور راضی خوشی سے اپنے جسم کو بیچتی بھی ہیں' غرض آج کل کے مسلمانوں کی نماز مسلمانوں کو ان قبیح حرکات و سکنات اور غلط عادات سے روکنے کے بجائے گناہوں کے انبار اور ڈھیر ان کے لئے جمع کر رہی ہے اب کیسے کہا جائے کہ ان کی نماز اللہ کے یہاں قبول ہو گئی؟ اگر واقعی وہ نماز اللہ کے ہاں قبولیت کے لائق ہوتی تو اللہ کے وعدہ کے مطابق یقیناً وہ نماز بُرائیوں سے روکتی' جیسا کہ ان واقعات کی روشنی میں آپ نے ابھی ملاحظہ فرمایا' درحقیقت بات یہ ہے کہ شریعتِ اسلام میں وہ مرد ہو یا عورت نمازی نہیں ہے جس کی نماز صرف حرکاتِ بدن تک ہی محدود رہے' بلکہ دراصل نمازی وہ ہے

جس کی نماز اس کے قلب کا وظیفہ اور اس کے اخلاق و کردار کی قوت محرکہ بن جائے‘ اقبال نے سچ کہا‘

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

نہ سوزِ درد ہو جس میں نہ آہوں میں ہو اثر پیدا
کہاں اخلاص کر سکتا ہے ایسے دل میں گھر پیدا

دعا کے ساتھ تدبیریں‘ عمل کے ساتھ تکبیریں
خدا کی راہ میں سازو سامان کی بھی ضرورت ہے



روشنی دین کی پھیلے گی جہاں میں کیسے
ہم نے قرآن کو طاقوں میں سجا رکھا ہے
ازل سے خالقِ کونین کا ہے یہ دستور
خدا ہے تیرے لئے تو ہے گر خدا کے لئے

واقعہ: ایک دن حضرت رابعہ بصریؒ کو بوجہ تھکان نماز ادا کرتے ہوئے نیند آگئی‘ اسی دوران ایک چور آپ کی چادر اٹھا کر فرار ہونے لگا لیکن باہر نکلنے کا راستہ ہی نظر نہیں آیا اور چادر اپنی جگہ رکھتے ہی راستہ نظر آگیا لیکن اس نے بوجہ حرص پھر چادر اٹھا کر فرار ہونا چاہا اور پھر راستہ نظر آنا بند ہو گیا غرض کہ اسی طرح اس نے کئی مرتبہ کیا اور ہر مرتبہ راستہ مسدود نظر آیا‘ حتی کہ اس چور نے ندائے غیبی سنی کہ تو خود کو آفت میں کیوں مبتلا کرنا چاہتا ہے؟ اس لئے کہ چادر والی نے برسوں سے خود کو ہمارے حوالے کردیا ہے اور اس وقت سے شیطان تک اس کے پاس نہیں پھٹک سکا‘ پھر کسی دوسرے کی کیا مجال ہے جو چادر چوری کرسکے؟ یاد رکھ اگرچہ ایک دوست محوِ خواب ہے لیکن دوسرا دوست تو بیدار ہے۔

واقعہ: ایک دفعہ حضرت یزید بسطامیؒ نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی تو فراغت نماز کے بعد جب امام نے پوچھا کہ آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ پہلے میں اپنی نماز کی قضا کرلوں‘ پھر تجھے جواب دوں گا اور جب امام صاحب نے کہا کہ حضرت نماز کی قضا کیوں کررہے ہیں؟ آپ نے تو میرے پیچھے ابھی نماز پڑھی ہے تو فرمایا کہ جو رزق پہنچانے

والے ہی سے واقف نہیں اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور یاد رکھنا خدا کو وہی نماز مطلوب ہے جس کے پیچھے کوئی دنیاوی اغراض نہ ہوں"

حکایت: ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایسی بستی پر ہوا جس میں نہایت ہی سرسبز و شاداب اشجار لہلہا رہے تھے' اور صاف و ستھرے پانی کے چشمے اُبل رہے تھے' بستی والوں نے حضرت عیسیٰؑ کی انتہائی عظمت و تعظیم کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس بستی کے رہنے والوں کی عبادت و حُسنِ سیرت سے تعجب ہوا اس کے تین سال بعد پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر اسی بستی پر ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے تمام درخت سوکھے پڑے ہیں اور پانی کے چشمے بھی خشک ہو گئے ہیں' اور بستی کے تمام مکانات چھتوں کے بل گر پڑے ہیں اب اس بستی کا یہ حال دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انتہائی حیرت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ ان کو مطلع کیا کہ اے عیسیٰ! اس بستی کے اجڑنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ یہاں سے کسی بے نمازی کا گزر ہوا جس نے بستی کے ایک چشمے سے منہ دھو لیا تھا' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بستی کے تمام چشمے خشک ہو گئے' درخت سوکھ گئے اور مکانات ویران و تباہ ہو گئے اس کے بعد پھر غیبی ندا آئی کہ اے عیسیٰ! جب نماز کا چھوڑ دینا دین کے ڈھے جانے کا سبب ہو سکتا ہے تو پھر دنیا کی ویرانی کا سبب کیوں نہ ہو گا؟
(کتاب خیرالموانس)

حکایت: بنی اسرائیل میں ایک عورت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ اے موسیٰؑ! مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ صادر ہو گیا ہے اور میں اس گناہِ کبیرہ سے توبہ و استغفار بھی کر چکی ہوں مگر پھر بھی آپ اللہ کے نبی ہیں اس لئے میرے حق میں دعائے مغفرت فرمائیں' مجھے قوی توقع ہے کہ آپ کی التجا سے رحمٰن الرحیم کی رحمت ضرور جوش میں آئے گی اور اس عاصی و پاپی کی توبہ بھی قبول ہو جائے گی یہ بیان سن کر حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اے اللہ کی بندی! آخر وہ کون سا جُرم ہے جس کی وجہ سے تو اتنی پریشان ہے' اور توبہ کی قبولیت کے لئے ایسی بھاگی بھاگی پھر رہی ہے یہ سن کر اس عورت نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ! اول تو حرام کام ہوا پھر اس قبیح حرکت سے ایک بچہ پیدا ہوا' میں نے اپنی عفت و عزت کی بقا کی خاطر اس معصوم بچہ کو بھی قتل کر دیا تاکہ اپنی عزت پر کوئی دھبہ نہ آنے پائے' پس یہ عظیم جرم مجھ سے صادر ہو گیا ہے جس کی وجہ سے میں بیحد پریشان ہوں حضرت موسیٰؑ جلالی تھے ہی چنانچہ عورت کا یہ بیان سن کر بہت ہی غصہ ہوئے اور نہایت ہی غیظ و غضب سے فرمایا کہ اے ذلیل و بے شرم میرے سامنے سے دور ہو جا

کہیں تیری وجہ سے ہم بھی غارت نہ ہو جائیں' وہ بدکار عورت یہ باتیں سن کر اور غصہ کا یہ عالم دیکھ کر بالکل ناامید ہو کر واپس چلی گئی اور روتی پیٹتی گھر پر آئی۔ اُدھر حضرت جبرائیل امین کو ربُّ العالمین نے موسیٰؑ کے پاس بھیجا' حضرت جبرائیل علیہ السلام موسیٰؑ کی خدمت میں تشریف لائے اور سلام کے بعد دریافت کیا کہ اے موسیٰؑ! اللہ پاک آپ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ آپ کے نزدیک اس عورت سے بھی زیادہ بدتر' بدکار اور گنہگار دنیا میں کوئی اور عورت ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بھلا اس عورت سے زیادہ کوئی گندی اور بُری عورت اور اس فعل سے زیادہ کوئی گندہ اور بُرا فعل ہو سکتا ہے؟ اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ! آپ کا خیال محض خیالِ خام ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دے کر بھیجا ہے کہ جاؤ موسیٰؑ سے کہدو کہ اللہ کی نگاہ میں اس عورت سے بھی زیادہ بدکار و ذلیل اور گنہگار وہ مرد و عورت ہے جو جان بوجھ کر ایک وقت کی نماز چھوڑدے۔ (غنیہ)

اے دنیا کے پرستارو اور عیش و دولت کے متوالو! کب تک نماز سے غافل اور خدا کے باغی بن کر رہو گے؟ عقل کے اندھے بن کر کب تک جیئوگے؟ اپنی من مانی کب تک کروگے؟ اب بھی وقت ہے من مانی کو چھوڑو' رب چاہی پر عمل کرو' بہت جلد وہ گھڑی آنے والی ہے جس گھڑی میں قیمت صرف رب چاہی کی ہوگی اور من چاہی کرنے والے کو حسرت و افسوس اور سخت عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ناظرین کتاب! مذکورہ واقعہ سے یہ بات بھی قابل ذکر و فکر ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی شریعت میں تو صرف دو نمازیں فرض تھیں' پانچ نمازیں فرض نہیں تھیں' آج تو امّت محمدیّہ کے لئے پانچ نمازیں فرض ہیں' اب جب ان دو نمازوں کا چھوڑنے والا انسان خدا کے نزدیک اس درجہ حقیر و ذلیل اور گنہگار ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امّتیں کس قدر خبیث اور ظالم ہوں گی کہ پانچ وقت کی نمازوں میں سے ایک وقت کی نماز بھی صحیح طرح نہیں پڑھتے اور حد یہ کہ نماز پڑھنے کو ہی ضروری نہیں سمجھتے بلکہ آج کل انسان کی نگاہ میں ضروری کام کمانا' کھانا' عیش کرنا اور سب سے زیادہ اہم کام دنیا بنانا ہو گیا ہے عقل و فکر کی سب دوڑ اسی عارضی دنیا کے پیچھے جاری ہیں جو اصل کام اور خدا کی نگاہ میں قابلِ قبول ہے یعنی نماز روزہ اور دیگر عبادات اور قیامت کی تیاری ان سب کو اپنی زندگی سے خارج کر کے شترِ بے مُہار مانند زندگی گزار رہے ہیں نہ کچھ خبر ہے نہ کوئی فکر' یہ بات یاد رہے کہ آخرت کے پیمانہ میں اہمیت اور قدر و قیمت کی چیز یہ نہیں کہ آپ کیا کر رہے ہیں' اہمیت اور قدر و منزلت کی چیز یہ ہے کہ آپ کیا ہو رہے ہیں؟ اگر آپ بظاہر سرگرمیاں اور عبادات

دکھارہے ہیں' اور آپ کی اندرونی ہستی خالی ہو' تو آپ کی یہ مصروفیات و عبادات اور سرگرمیاں محض بے فائدہ اور ایک شوروشر ہے' یہ ایسا ہے جیسا کہ سورج ہو مگر روشنی نہ دے رہا ہو' پانی ہو مگر اس سے سیرابی نہ ہو تو ایسا ہونا نہ ہونا برابر ہے بلکہ نہ ہونے کی بدترین شکل ہے'

آج کے مسلمان حیوانوں کی طرح آزاد ضرور ہیں لیکن اس آزادی کو ختم کرنے والی گھڑی بھی زیادہ دور نہیں ہے' دنیا کی یہ مصنوعی حقیقت اور دل فریبیاں ہمیشہ نہیں رہیں گی' جوانی کی یہ بہاریں اور طاقتیں ہمیشہ ساتھ نہیں دیں گی قرآن کہتا ہے کہ اے دنیا کے متوالو! اس وقت کو یاد رکھو جب ہاتھ ڈھلک جائیں گے' آنکھیں پتھرا جائے گی' زبان بند ہو جائیں گی' دانت آپس میں مل جائیں گے اعصاب اکڑ جائیں گے' دل و دماغ' عقل و فکر اور احساس وغیرہ سب کچھ مردہ ہو جائیں گے' اس وقت نہ طاقت ہو گی نہ ہمت' نہ ڈگریاں کام آئیں گی نہ سرٹیفیکٹ نہ مال و اولاد کام آئے گی نہ بیوی و جائیداد بلکہ انسان کو اکیلا ہی فرشتوں کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑے گا۔ آج انسان اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھتا ہے مگر ہے وہ بے کچھ اور یہ بات موت ہی اچھی طرح بتلا دے گی'

اقبال نے کیا خوب کہا ہے

موت نے کر دیا ناچار و گر نہ انسان
ہے وہ خود بیں کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

اب انسان کے لئے دنیا کی بربادی اور آخرت کی تباہی ورُسوائی اور عذابِ الٰہی سے بچنے کی صرف ایک ہی ترکیب ہے' اور مغفرت و نجات کا ایک ہی راستہ ہے یہ ترکیب اور یہ راستہ کسی اور کا نہیں اور نہ کسی پیغمبر کا بتایا ہوا ہے بلکہ خود مالکِ کائنات اور احکمُ الحاکمین کا ارشاد ہے۔ وقت (زمانے) کی قسم بیشک انسان نقصان اور خسارہ میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے' نیک کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین اور صبر کی نصیحت کرتے رہے۔

(القرآن سورۃ عصر پ ۳۰)

واقعہ: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی آخیر عمر میں آنکھوں میں نزولِ آب ہو گیا تھا' خدّام نے آنکھ بنوانے پر بہت اصرار کیا' مگر آپ نے ہر دفعہ انکار میں جواب دیا حد یہاں تک کہ ایک مخلص اور خدا شناس ڈاکٹر صاحب نے وعدہ کیا کہ حضرت آپ کی کوئی نماز قضا نہ ہونے دوں گا خواہ مجھے کچھ بھی کرنا پڑے آپ اپنی آنکھیں بنوالیں ہاں آپ کو صرف اتنی تکلیف دوں گا کہ آپ فجر اوّل وقت اور ظہر آخر وقت میں پڑھ لیں اور چند روز تک سجدہ

زمین پر نہ فرماویں، بلکہ اونچا تکیہ رکھ کر اس پر کرلیں، اس پر حضرت نے اس ڈاکٹر صاحب کو جواب دیا کہ بھائی! چند دن کی نماز تو بہت ہوتی ہیں مجھے تو ایک سجدہ بھی اس طرح گوارا نہیں، مجھے اندھا رہنا منظور ہے مگر خدا کے احکام میں اپنا نفس کا دخل براشت نہیں (تذکرۃ الرشید ص۴۶)

واقعہ: حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحبؒ کو بہت زور کی بواسیر تھی (بواسیر یہ ایک مرض ہے) اور اس کی وجہ سے آپ کو بہت تکلیف تھی حضرت کو کسی بزرگ نے بواسیر کا عمل بتلایا کہ صبح کو فجر کی سنتوں میں آپ اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ اور لِاِیْلٰفِ پڑھ لیا کریں، مگر شاہ اسحاق صاحبؒ نے اس کو پسند نہیں فرمایا اس پر مولوی مظفر حسین کاندھلویؒ اور نواب قطب الدین خاں صاحب وغیرہ نے زور دیا کہ حضرت آپ یہ عمل ضرور کیجئے، آپ نے فرمایا کہ بھائی اول تو ہم نیک عمل ہی نہیں کرتے صرف ٹوٹے پھوٹے فرض اور سنتیں پڑھ لیتے ہیں ان میں بھی ہم خواہش نفسانی اور دنیوی غرض کو داخل کردیں اور عبادت کو دنیوی عمل بنالیں یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ (ارواح ثلثہ ص ۴۸)

حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی حال تھا آخر حضرت نے آنکھیں نہ بنوائیں اور نابینا ہی رہ گئے، اور فرمایا کہ لوگو! مجھے اندھا رہنا منظور ہے مگر خدا کا غیظ و غضب برداشت نہیں، ان واقعات کی روشنی میں کہاں ہیں وہ مرد و عورتیں جن کے لئے آج معمولی معمولی چیزیں اور چھوٹی چھوٹی باتیں نماز چھوڑنے کا حیلہ بن جاتی ہیں آج کل تو بہت سے مسلمان عورتوں کی جہالت اور دین سے بے رغبتی کا عالم یہ ہے کہ بچے نے ذرا سا پیشاب کردیا یا سر میں درد ہوا یا نزلہ کی شکایت ہوئی وغیرہ وغیرہ تو یہ سب نماز چھوڑنے کے لئے ایک اہم عذر اور مستقل بہانہ ان کے لئے بن جاتا ہے، وہ عورتیں یہ نہیں سمجھتی ہیں کہ نماز کا چھوڑنا گناہِ کبیرہ اور عقبیٰ کی راحت و نعمت کو برباد کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے جس طرح باحیاء، باغیرت اور شریف خواتین اپنے پاس شوہر کے علاوہ اور کسی کا آنا اور اس کے ساتھ بدکاری کرنا بہت ہی ناپاک حرکت اور گناہِ عظیم سمجھتی ہیں ایسے ہی کہیں زیادہ بُرا اور گناہِ کبیرہ ایک وقت کی نماز چھوڑنا ہے۔ جیسا کہ آپ نے پیچھے ملاحظہ فرمایا۔

شعر:

نماز کتنی مقدم ہے جانتے ہیں سب
مگر عمل کے منہ پر لگی ہے لگام کیا معنی

یہ بات یاد رہے کہ اس دنیا میں عمل کا نام زندگی ہے، اور بے عملی کا نام موت، کیسے عجیب ہونگے وہ انسان جو الفاظ بولنے میں بہادر ہوں اور عمل کرنے میں غیر بہادر۔

حدیث: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "من حافظ علی الخمس باکمال طهورها ومواقيتها كانت له نوراً وبرهاناً يوم القيامة ومن ضيعها حشر مع فرعون وهامان" یعنی "جس شخص نے نماز پنج گانہ کی، اور ان کے متعین اوقات میں طہارتِ کاملہ کے ساتھ (نماز کی) حفاظت کی اس کے لئے قیامت کے دن نماز ایک بے نظیر نور ہو گا اور ایک مضبوط دلیل ہوگی اور جس مرد عورت نے نمازیں ضائع کیں اس کا حشر فرعون و ہامان کے ساتھ ہو گا اور حشر کے میدان میں نجات اور گناہوں سے مغفرت کے لئے نہ کوئی سند اُس کے پاس ہوگی (نہ اس کے لئے کوئی نور ہو گا) (احمد، ابن حبان)

وضاحت: محترم اس حدیث میں بے نمازی کی سزا بہت ہی عبرت ناک اور ناقابل برداشت بتائی گئی ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا چھوڑنے والا خواہ مرد ہو یا عورت قیامت کے دن سخت اندھیرے میں پڑا ہو گا اس کو اپنی نجات کے لئے کہیں راستہ نہیں ملے گا اور نہ نجات و مغفرت کی کوئی حجت اس کے پاس ہوگی اور تباہی و رسوائی کی حد یہاں تک ہے کہ بے نمازی کا حشر نیک صالح لوگوں کے ساتھ ہونے کے بجائے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بدترین دشمنوں اور انتہائی ذلیل لوگوں کے ساتھ ہو گا یعنی بے نمازی کو قیامت کے دن قبر سے قارون، فرعون، ہامان اور اُبَیّ ابن خلف جیسے ناپاک اور بدترین دشمنوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ کیا ہم مسلمان اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ایسے ناپاک اور خدائی غضب ولعنت کے مستحق لوگوں کے ساتھ ہمیں اٹھایا جائے اور وہ بھی میدان حشر اور عدالتِ خداوندی میں جہاں تمام مخلوق اکٹھا ہوں گی؟ دنیا میں تو ہماری غیرت و حیاء کا یہ حال ہے کہ جس وقت ہم اپنے محبوب دوست کو اپنے کسی دشمن کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہوا دیکھ لیتے ہیں تو ہمیں بڑی غیرت آتی ہے اور آخر اس کی معیت کو انتہائی حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں، پھر بھلا قارون و فرعون اور ہامان جیسے خبیث مغضوب اور مردود کے ساتھ اٹھنا کیوں کر گوارا کریں گے اور ان کے ساتھ جہنم میں جانا کیسے پسند کریں گے؟ حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ جو شخص صرف ذکر کرے اور نفل نماز پڑھتا رہے لیکن فرائض کی ادائیگی نہ کرے، تو اس کا وہ سب کچھ اس پر لوٹا دیا جاتا ہے جب تک کو وہ فرائض کی ادائیگی نہ کرے۔ (تفسیر ابن کثیر اردو جلد ۴ ص ۲۷ پ ۲۲)

حدیث: ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے

دن عدالتِ خداوندی میں ایک بے نمازی عورت کو حاضر کیا جائے گا اس سے اپنی نماز کے متعلق پوچھا جائے گا تو نے (دنیا میں) نماز کیوں نہیں پڑھی کیا وجہ تھی؟ یہ بے نمازی عورت عذر کو سامنے رکھتی ہوئی عرض کرے گی کہ یا اللہ! مجھے اپنے گھر کے کام اور خاوند کی خدمت کرنے سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی اور اپنے شوہر کی بدمزاجی اور غصہ سے مجھے خوف تھا (اور بچوں کو اسکول بھیجنے کھانا کھلانے' تربیت دینے سے مجھ سے یہ فریضہ ادا نہ ہوسکا غرض دنیا بھر کے تمام عذر سامنے رکھے گی) اس وقت بحکمِ خدا فرعون کی زوجہ حضرت آسیہ کو بلایا جائے گا اور آسیہ کے سامنے اس بے نمازی عورت سے پوچھا جائے گا کہ دیکھ تیرا شوہر زیادہ ظالم و بداخلاق تھا' یا حضرت آسیہ کا شوہر (فرعون)؟ یہ سن کر وہ بے نمازی عورت عرض کرے گی یا اللہ فرعون سے بڑا ظالم اور بداخلاق اور کوئی نہ تھا عورت کے اس بیان سے ارشاد باری ہوگا کہ دیکھو آسیہ ایسے ظالم و جابر اور گنہگار شخص کی عورت تھی اس کے باوجود وہ کیسی عبادت گزار عورت تھی اور میری یاد سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ تھی اگر کسی شوہر کا ظلم اور بدمزاجی (اور دنیاداری) کسی عورت کو نماز سے روکتی ہے تو آسیہ کو ضرور روکتی' لہٰذا اے بے نمازی! شوہر کا عذر غلط ہے تو خود ہی دین سے غافل تھی' دین کی باتوں سے تجھے کوئی دلچسپی نہ تھی "تو رات دن واہیات باتوں اور گانوں اور ٹی وی و سینما بینی میں گزار دیتی تھی' تجھے اپنے شوہر کے حقوق میرے حقوق سے زیادہ پیارے تھے تیرے دل و دماغ میں شوہر کا خوف تھا میری سزا کا خوف نہ تھا اس لئے تو نے میرے احکام کی تعمیل میں کوتاہی کی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے سرکشی کی" آج میری سزا کا ذرا اندازہ لگالے اس کے بعد ربُّ العالمین فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس عورت کو جہنم میں ڈالدو "یہ طویل حدیث کا ایک حصہ ہے"

(بحوالہ تفسیر روح المعانی و تفسیر روح البیان)

اس حدیث سے ہر صاحبِ عقل نماز کی اہمیت اور دنیا میں دین سے غفلت کا اندازہ لگائے آج اگر کسی کی گھر والی عصمت دری میں پکڑی جائے تو مرد فوراً طلاق پر آمادہ ہوجاتا ہے اور عورت کو ایسی حقارت و ذلّت کی نگاہ سے دیکھتا ہے جس نگاہ سے غلاظت کے کیڑے کو بھی نہیں دیکھتا اور اگر کسی کی اہلیہ نماز نہ پڑھتی ہو' دین پر نہ چلتی ہو اور بے پردگی سے طوائف کی طرح بازاروں و سڑکوں میں گھومتی پھرتی ہو تو شوہر کو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس کی عقل اور سمجھ پر پردے پڑ گئے خاوند کو ذرا بھی پرواہ نہیں ہوتی اور نہ دل میں ذرہ برابر احساس ہوتا ہے' اور ہو گا کیسے جب وہ خود ہی دین کا دشمن اور خدا کا باغی ہے۔

مسئلہ: نماز ہر بالغ عاقل مسلمان پر فرض عین ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت' امیر ہو یا غریب'

تندرست ہو یا بیمار' مسافر ہو یا مقیم' جو شخص نماز کے فرض ہونے کا معتقد ہو لیکن نفس کی سستی وغیرہ سے عمداً نہیں پڑھتا تو وہ فاسق ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اس کو قید کیا جاوے یہاں تک کہ وہ نماز چھوڑنے سے توبہ کر لے' اور آئندہ پابندی کے ساتھ پڑھنے کا عہد کر لے اور امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ' قصداً نماز چھوڑنے والے کو کافر فرماتے ہیں۔

(عین الہدایہ جلد ا ص ۲۵۱ کتاب الصلوۃ)

افسوس کہ آج اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے بعض بے حیائی اور دلیری دکھاتے ہیں اگر اسلامی قوانین یہاں نافذ ہوتے تو ایسے بدبختوں کی کھال کھینچ لی جاتی بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ عدالتِ خداوندی میں بے نمازی کا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا اگر ریاست و سلطنت کا عذر کرے گا تو سیدنا حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ کو بلایا جائے گا اور کہا جائے گا دیکھو یہ دونوں بھی دنیا میں بادشاہ تھے' ان کو ان کی بادشاہت نے نماز سے نہیں روکا اگر کوئی بیماری اور پریشانی کا عذر کرے گا تو حضرت ایوبؑ پیغمبر کو بلایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ دیکھ یہ ہمارا بندہ برسوں تک بیمار رہا' اور اس کے بدن میں آخر کیڑے پڑ گئے تھے مگر ایک سانس بھی خدا کی یاد اور اس کے ذکر سے غافل نہ ہوا اگر کوئی بے نمازی اولاد کا عذر کرے گا تو حضرت یعقوبؑ کو بلایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ دیکھ یہ دنیا میں بہت اولاد والے تھے اور اولاد کے غم میں بھی بڑی شدت کے ساتھ مبتلا رہے' اور اولاد کی وجہ سے بہت سی پریشانی بھی اٹھاتے رہے' مگر پھر بھی یہ نماز سے غافل نہ ہوئے' غرض اس طرح کسی مرد و عورت کا کوئی عذر وہاں نہ چل سکے گا' ہر ایک سے کہا جائے گا کہ تمہارا عذر غلط ہے' تم نے محض سستی اور غفلت اور دین سے بے رغبتی کی وجہ سے نماز نہیں پڑھی' پھر فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ ان سب کو جہنم میں پہنچا دو' ذرا جہنم کی حقیقت کا اندازہ لگا لے دنیا میں تو جہنم کو کاغذ کے شیر سمجھ کر بہت مذاق اڑاتے رہے اور نماز چھوڑ کر آرام کی نیند سوتے رہے اور نرم گدّوں اور تکیوں پر خوب آرام کرتے رہے یہاں تک کہ نہ اذان کی اہمیت ان کے پاس تھی اور نہ نماز کی پروا' بس اپنی دنیا بنانے اور دولت کی مستی میں مست رہے' واضح ہو کہ موجودہ دنیا انسان کو صرف ایک ہی بار دی گئی ہے' یہ دنیا انسان کو دوبارہ نہیں ملے گی' اب یہ فیصلہ کرنا انسان کا اپنا کام ہے کہ جس دنیا میں وہ آج جہنم کی تیاری کر رہا ہے وہاں سے وہ اپنے لئے جنت کی فصل اگائے یا نہیں؟

عورت جہنم میں زیادہ کیوں جائے گی؟

قَالَ تَعَالیٰ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی (سورۃ الیل پ ۳۰)

حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمارہے ہیں کہ اور (دنیا میں جیسی راہ کوئی شخص اختیار کرے گا اس کو ویسا ہی ثمرہ ہم دیں گے کیونکہ یہ) دنیا و آخرت دونوں ہی ہمارے قبضۂ قدرت میں ہیں " اور دونوں میں ہماری ہی حکومت ہے اس لئے دنیا میں ہم نے انسان کے لئے احکام اور قوانین مقرر کئے ہیں اور آخرت میں مخالفت اور موافقت پر سزا و جزا دیں گے۔ یعنی دنیا و آخرت دونوں پر بہرحال ہماری ملکیت قائم ہے اور ہمارے قوانین قرآن کے ذریعہ نافذ ہیں اور دنیا سے آخرت تک تم کہیں بھی ہماری گرفت سے باہر نہیں ہو اور نہ ہماری گرفت سے بچ سکو گے' اب دنیا میں خواہ تم ہماری بتائی ہوئی راہ اور قوانین پر چلو یا نہ چلو' گمراہی اور نافرمانی اختیار کرو گے تو ہمارا کچھ نہ بگاڑو گے' اپنا ہی نقصان کرلو گے' اور اگر راہِ راست' راہِ اطاعت' راہِ نیک اختیار کرو گے تو ہمیں کوئی نفع نہ پہنچاؤ گے' خود ہی اس کا نفع اٹھاؤ گے' تمہاری نافرمانی سے ہماری مِلک میں کوئی کمی نہیں ہوسکتی اور تمہاری فرمانبرداری سے بھی ہماری مِلک میں کوئی اضافہ نہیں ہوسکتا غرض دنیا و عقبیٰ دونوں جہاں کے مالک ہم ہی ہیں دنیا چاہو گے دنیا ملے گی اور آخرت کی بھلائی و کامرانی چاہو گے تو وہ بھی ہمارے ہی اختیار میں ہے' البتہ آخرت کی کھیتی بونے والے کسان کو دنیا بھی حسبِ ضرورت ملے گی اگرچہ وہ اس کا طالب نہیں ہے اور نہ دنیا اس کا مقصد ہے کیونکہ اس دنیا کے لطفِ عام میں اس کا بھی حصہ ہے رزق میں اس کا بھی حق ہے"

قارئین کتاب! واضح ہو کہ قرآن و حدیث میں متعدد ایسے جرائم کا ذکر ہے جن کے مرتکب کو ایمان بھی جہنم میں جانے سے نہیں بچاسکتا' خواہ تھوڑی دیر کے لئے ہی کیوں نہ ہو' مثلاً جو مؤمن کسی مؤمن کو عمداً قتل کرے اس کے لئے جہنم کی سزا کا اللہ تعالیٰ نے خود اعلان فرمادیا ہے' اسی طرح قانون وراثت کی خداوندی حدود کو توڑنے والوں کے لئے بھی قرآن مجید میں جہنم کی وعید فرمائی گئی ہے سود کی حرمت کا حکم آجانے کے بعد پھر سود خوری کرنے والوں کے لئے بھی قرآن میں صاف صاف اعلان فرمادیا گیا ہے کہ وہ اصحابُ النار ہیں' اس مضمون پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کثرت سے ہیں اس کے علاوہ بعض اور گناہِ کبائر کے مرتکبوں کے لئے بھی احادیث میں تصریح ہے کہ وہ جہنم میں جائیں گے' البتہ یہاں پر یہ بات ضرور یاد رہے کہ صحابہؓ سب کے سب ہی عذابِ جہنم سے بری ہیں' خود قرآن کریم میں صحابہ کرام کے بارے میں یہ صاف بیان ہے کہ وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی' یعنی " ان میں سے ہر ایک کے لئے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے" اور ایک

حدیث میں ارشاد ہے کہ " جہنم کی آگ اس شخص کو نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا ہے" (بحوالہ معارف القرآن جلد ۸ ص ۷۴۲ پ ۳۰)

حدیث: حضرت عمران ابن حصین کا بیان ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا کہ اکثر لوگوں کو فقراء میں سے پایا' اس کے بعد بحکم خدا میں نے جہنم میں جھانک کر دیکھا کہ وہاں اکثر عورتیں ہیں "یعنی عورتوں کی تعداد جہنم میں زیادہ دیکھی۔" (صحیح تجرید بخاری جلد ۲ ص ۲۲۹ ح ۱۳۲۲)

ایک بزرگ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ دوزخ کی آگ سے زیادہ گرم کون سا عمل ہے؟ جواب میں فرمایا کہ حرص اور دنیا کی محبت دوزخ کی آگ کی تپش سے بھی زیادہ گرم ہے" (بحوالہ احیاء العلوم جلد ۳ قسط ۳ ص ۳۸۸)

حدیث: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی جہنم میں سب سے زیادہ عورتیں ہوں گی بالخصوص وہ عورتیں سب سے زیادہ ہوں گی' جو بظاہر تو کپڑے پہنے ہوئے ہیں لیکن حقیقت میں ننگی ہیں (نہایت ہی باریک کپڑے پہننے والی عورتیں جن کے جسم کے سارے نشیب و فراز اور ہیئت باوجود کپڑے ہونے کے بھی نمایاں ہو جاتے ہیں اور بدن کی پوری حالت باہر سے جھلکتی ہے جو کہ نفس پرست اور عیاش عورتوں ہی کی شان ہے کسی مسلمان عورت کو ایسے لباس زیب تن کرنا زیب نہیں دیتا اور نہ شرافت اجازت دیتی ہے) اور لوگوں کے دلوں میں خواہش پیدا کرنے والی عورتیں (یعنی نہایت تکلف اور بناؤ سنگھار کرنے والی اور فطری انداز سے میٹھی میٹھی باتیں کرنے والی عورتیں' جو باتیں آج کل اسکول کالج کی لڑکیوں کے اندر یا زیادہ پائی جاتی ہیں) اور وہ عورتیں جو ناز سے شانوں کو گھما کر لچکدار چال سے چلیں گی (جو چال بالکل ایک رنڈی اور فاحشہ عورت کی ہے اور سینہ کی ہیئت ظاہر کر کے طوائف کی طرح چلے گی اور پنڈلی ننگی' سر ننگا اور بالوں کی چوٹیاں لہرا لہرا کر رقاصہ عورت کی طرح بے حیائی کے ساتھ سڑکوں میں بازاروں میں گھومتی پھریں گی اور چلتے ہوئے اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھیں گی کہ ہم پر نہ جانے کتنے لوگ فریفتہ اور ہماری حرکت و چال اور پوشاک پر نہ جانے کتنے شیفتہ ہیں اور نہ معلوم کیا کیا اس کے دل سے ناپاک نیتیں گزرتی ہوں گی' جبکہ خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں اس کی قیمت غلاظت کے کیڑے سے بھی زیادہ گری ہوئی اور بدتر ہے) اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے دنیا کے لوگوں یاد رکھو! "ایسی عورتیں خدا کی جنت میں ہرگز داخل نہ ہوں گی اور نہ جنت کی خوشبو پائیں گی جبکہ جنت کی

خوشبو بے حساب فاصلہ سے آئے گی۔" (بحوالہ ترجمہ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۱۴ حدیث ۱۹۷۲ کتاب اللباس والزینتہ)

واقعہ: ایک دفعہ حضرت ابو ربیعؒ نے حضرت داؤد طائیؒ سے وصیت و نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا "کہ دنیا سے روزہ رکھو' اور آخرت سے افطار کرو اور دنیا میں رُوؤ اور آخرت میں ہنسو"

حدیث: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز دوزخ کا ہر فرشتہ ایک ایک طویل زنجیر سے ایک ایک گروہ کے آدمیوں کو پکڑ کر مضبوطی سے جکڑ لے گا۔ زنجیر کے دوسرے سرے کو دوزخ کا ہر فرشتہ اپنی گردن میں لپیٹ کر دوزخی لوگوں کی طرف پیٹھ کر لے گا' پھر دوزخ کی طرف منہ کر کے ان کو گھسیٹتا لے جائے گا۔ دوزخی اپنی شامت کے سبب اس کے پیچھے منہ کے بل گھسیٹتے چلے جائیں گی' ہر گروہ کے پیچھے ستر ہزار فرشتے ہوں گے' جن کے ہاتھ میں لوہے کی قمچیاں ہوں گی' ان قمچیوں سے دوزخیوں کو مارتے ہوئے دوزخ کے دروازے تک لے جائیں گے وہاں پہنچ کر انہیں کھڑا کر کے فرشتے کہیں گے اے ظالمو! یہ وہی آگ ہے جسے دنیا میں تم جھٹلاتے تھے' اور جس آگ کا تم مذاق اڑایا کرتے تھے اب اس کے اندر جا کر آگ کی حقیقت کا جائزہ لو' اور اپنے کیے کی سزا پاؤ' خواہ اس شدت و مشقت میں صبر کرو یا نہ کرو' بہرحال اپنے کیے کی سزا ضرور بھگتنی ہوگی۔
(بحوالہ غنیتہ الطالبین ص۔ ۳۱۲)

حدیث: ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل دوزخ پر روزانہ اَبر چھائے گا' جس میں آنکھوں کو تاریک کردینے والی بجلیاں ہوں گی اس میں کڑک ایسی ہوگی کہ اس سے پیٹھ ٹوٹ جائے گی اور اس قدر تاریکی چھا جائے گی کہ دوزخ کے نگہبان سامنے ہونے کے باوجود دکھائی نہیں دے گے' اس حال میں ان دوزخیوں سے بڑی شدتِ غضب کے ساتھ پوچھا جائے گا' کیا تم چاہتے ہو یہ اَبر تم پر برسایا جائے؟ وہ بڑی امید کے ساتھ کہیں گے' ہاں کیوں نہیں ہمیں ٹھنڈا پانی پیئے ہوئے ہزاروں برس گزر گئے ہیں اس طرح دوزخی کافی دیر تک چلاتے رہیں گے' اس کے بعد اَبر ان پر برسے گا' مگر پانی کی جگہ ان پر پتھر برسایا جائے گا' جو ان کے سروں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے گا' تھوڑی دیر بعد پتھروں کے بجائے گرم پانی کھولتا ہوا اور آگ کے بڑے بڑے کوئلے اور لوہے اور کانٹے برستے رہیں گے' اس کے بعد سانپ' بچھو کیڑے مکوڑے اور دیگر زہریلے جانور چھوڑے

جائیں گے' اور فرشتے ان سے کہیں گے کہ دنیا میں تم لوگوں نے بڑی خوشی سے جہنمی اعمال کئے اور احکام الٰہی کے مذاق اڑائے اب جہنم کا مزہ چکھ لو' اور عذاب الٰہی کا اندازہ لگاؤ' اسی طرح سب اہل دوزخ کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق عذاب دیا جائے گا۔

(بحوالہ ترجمہ ابن ماجہ جلد۱' غنیتہ الطالبین ص ۳۱۸)

حدیث: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹ بولنے والے اور جھوٹی گواہی دینے والے کو قیامت کے روز زبان کے بل لٹکایا جائے گا' ہر شخص کو ستر ہزار فرشتے کوڑوں سے ماریں گے' یہاں تک کے ان کے بدن پگھل جائیں گے صرف روح باقی رہ جائے گی' اسی طرح چوری کی سزا یہ ہوگی کہ چوری کرنے والوں کا ایک ایک جوڑ کاٹ دیا جائے گا' اور ہر چور کے پاس ستر ہزار فرشتے آئیں گے' ان کے ہاتھوں میں بڑے بڑے چھرے ہوں گے جن سے انہیں عذاب دیں گے۔ (بحوالہ غنیتہ الطالبین ص ۳۱۹)

حکایت: بیان کیا جاتا ہے کہ کسی پیغمبر کا گزر ایک چھوٹے پتھر کے پاس سے ہوا پتھر میں بہت سا پانی نکل رہا تھا پیغمبر کو پتھر کی یہ حالت دیکھ کر تعجب ہوا اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے پتھر کو بولنے کی طاقت عطا فرمائی' پیغمبر نے اس سے پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا جس وقت سے میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ کلام سنا ہے کہ "جس آگ کا ایندھن پتھر اور آدمی ہیں" (سورۃ تحریم آیت ۶ پ ۲۸) اس وقت سے میں خوف اور فکر کے مارے رُو رہا ہوں۔

پیغمبر نے اس پتھر کے حق میں دعا فرمائی کہ اے اللہ! اس پتھر کو آگ سے نجات دے' تب اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی فرمایا کہ میں نے اسے نجات دی' ایک دن پھر اس پیغمبر کا گزر اس پتھر پر سے ہوا' تو دیکھا کیا ہے کہ پتھر میں سے پہلے سے زیادہ پانی جاری ہے' آپ کو تعجب ہوا' اللہ تعالیٰ نے دوبارہ پتھر کو بولنے کی طاقت عطا فرمائی' تب پتھر نے عرض کیا کہ پہلے میں خوف اور غم سے ایسا تھا' مگر اب خوشی اور شکر کے باعث رُو رہا ہوں

(غنیتہ الطالبین ص ۶۸۲)

وصیت: حضرت فضیل بن عیاضؒ (جو مشائخ کے مقتداء' راہِ طریقت کے ہادی' ولایت و ہدایت کے مہرِ منوّر اور کرامت و ریاضت کے اعتبار سے اپنے دور کے شیخ کامل تھے) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ وہ دنیا میں اپنے دوست کو غم و الم اور دشمن کو عیش و عشرت عطا کرتا ہے' پھر فرمایا کہ جس طرح جنت میں رونا عجیب سی بات ہے اسی طرح دنیا میں ہنسنا بھی تعجب انگیز ہے' کیونکہ نہ تو جنت رونے کی جگہ ہے اور نہ دنیا ہنسنے کی جگہ۔

(تذکرۃ الأولیا ص ۵۸)

نصیحت: ایک شخص نے حضرت امام شافعیؒ سے کچھ خاص نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا کہ دنیا میں دوسروں کے برابر دولت جمع کرنے کی سعی مت کرو، بلکہ عبادت میں برابر کی کوشش کرتے رہو کیونکہ دولتِ دنیا تو یہیں رہ جائے گی اور عبادت قبر و حشر کی ساتھی ہے۔
(تذکرۃ الاولیاء ص ۱۳۲)

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں دوزخی کی لمبائی ایک ماہ کی راہ ہوگی، اور چوڑائی پانچ روز کا راستہ ہے، اور موٹائی تین روز کی مسافت کے برابر ہوگی، اور یہ سب وہاں کے حساب سے ہوگا اور ہر دوزخی کے منہ میں بتیس دانت ہوں گے اور داڑھ کوہِ اُحد کے بقدر ہوگی، بعض دانت سر میں سے باہر نکلے ہوں گے، بعض داڑھی کے نیچے تک ہوں گے، دوزخی کی ناک اونچے ٹیلے کے برابر ہوگی، بال صنوبر (چلغوزے) کے درخت کے برابر موٹے اور لمبے ہوں گے ہر دوزخی کا اوپر کا ہونٹ اوپر کی طرف چڑھا ہوا ہوگا، اور نچلا ہونٹ نوّے گز نیچے تک دوزخ کی گرمی سے لٹک رہا ہوگا ہاتھوں کی لمبائی دس روز کی راہ کے برابر ہوگی، موٹائی ایک دن کی مسافت کے برابر ہوگی، اور دوزخی کی ران پہاڑ کے برابر موٹی ہوگی اور یہ سب وہاں کے حساب سے ہوگا چمڑا چالیس گز موٹا ہوگا یہ گز بھی وہاں کے حساب سے ہوگا۔ (بحوالہ ترجمہ ابن ماجہ و تفسیر مظہری جلد ۱۴ ص ۷۷)

حدیث: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "دوزخی کا دانت اتنا بڑا ہوگا جتنا اُحد کا پہاڑ، پھر اس کا جسم اس کے دانت سے اتنا بڑا ہوگا جتنا تمہارا جسم تمہارے دانت سے بڑا ہوتا ہے"
(بحوالہ ترجمہ ابن ماجہ جلد ۱، ص ۶۸۶، ح ۴۳۱۹)

حدیث: ایک مرفوع حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت نہیں کرتے انہیں دوزخ میں شرمگاہوں کے بل لٹکایا جائے گا اور دنیا کے قیام کے عرصہ تک لٹکے رہیں گے، ان کے جسم گل سڑ کر بہہ جائیں گے اور ہڈی بھی گل کر بہہ جائے گی صرف روح رہے گی، اسے پھر نیا چمڑا اور ہڈیاں دی جائیں گی اور پہلے کی طرح عذاب شروع ہوجائے گا، جتنی مدّت وہ دنیا میں رہے اتنی مدّت تک ستّر ہزار فرشتے انہیں لوہے کی قمچی سے مارتے چلے جائیں گے جس سے ان کا جسم و چمڑا اور ہڈیاں

سب پگھل کر بہہ جائیں گی صرف روح باقی رہے گی' زانی اور زانیہ کا دوزخ میں یہی حال رہے گا (اللہ ہر مسلمان مرد و عورت کو اس شر سے محفوظ رکھے)

(بحوالہ ترجمہ ابن ماجہ و ابوداؤد)

ناظرینِ کتاب! یہاں پر ایک اہم بات بھی ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ خدا کی جنت میں وہی لوگ داخل ہوں گے جو ایمان کے ساتھ اچھے اعمال بھی کرتے ہیں خوشحالی میں بھی' بدحالی میں بھی' فراوانی میں بھی' محتاجی میں بھی' تنہائی میں بھی اور اجتماعی زندگی میں بھی' اس میں اللہ کی عبادت صرف نماز تک محدود نہیں ہے' بلکہ ہر وہ کام جو اللہ کی خوشنودی اور انسانیت کی بھلائی کے لئے کیا جائے وہ بھی عبادت ہی کا جُز ہے' زندگی کے تمام معاملات اسلام کی نظر میں تقدس اور ثواب کے حامل ہیں بشرطیکہ ان کو امانت داری' انصاف' نیک نیتی' اور خلوصِ دل سے کیا جائے اسلام' نے "دینی" اور "غیردینی" معاملات کی حد بندی کا خاتمہ کردیا۔ قرآن کا کہنا ہے کہ اگر تم پاک و حلال غذا کھا کر اللہ کا شکر ادا کرو تو یہ بھی ایک عبادت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی زوجہ کے منہ میں لقمہ رکھنا بھی عبادت کا کام ہے جس کا لازمی طور پر اللہ بدلہ دے گا۔

حدیث: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن پہلے اس شخص کو دوزخ میں لایا جائے گا جس کی زندگی دنیا میں سب سے زیادہ عیش و عشرت میں گزری ہوگی' فرمان ہوگا اس کو جہنم میں غوطہ دو (اس چشمہ میں جس میں سانپ بچھو اور زہریلے جانور کا زہر بہہ کر جمع ہوگا جس میں ایک ہی مرتبہ غوطہ لگانے سے کھال ہڈیوں سے الگ ہوجائے گی جلد اور گوشت ٹخنوں پر آگرے گا) اس کے بعد اس کو وہاں سے نکالا جائے گا اور ارشاد ہوگا اے ظالم! تو نے کبھی راحت و عیش دیکھا ہے؟ وہ کہے گا میں نے تو راحت و عیش کا کبھی نام بھی نہیں سنا پھر ایک مؤمن کو جو دنیا کی سخت تکلیف و مصیبت میں رہا ہوگا اس کو لاکر جنت کے حوض میں ایک غوطہ لگایا جائے گا اور دریافت کیا جائے گا کہ اے فلاں! تو نے کبھی تکلیف و مصیبت دیکھی ہے؟ وہ کہے گا اے میرے مالک! میں نے کبھی تکلیف کا نام بھی نہیں سنا اور نہ تکلیف دیکھی ہے۔ (ترجمہ ابن ماجہ جلد ا ص ۶۸۷ و تفسیر مظہری جلد ۱۴ ص ۲۷۳)

محترم! ان عبرت انگیز ہدایات کی روشنی میں ہر انسان اپنے حالات کا جائزہ لے کہ وہ خود دنیا میں جہنمی بن کر زندگی گزارنا چاہتا ہے یا جنتی اور اس عارضی زندگی سے گزر کر اس دائمی زندگی میں اسے جہنم چاہیے یا جنت؟ دنیا میں انسان کو خالق نے صرف پیدا کرکے ہی

نہیں چھوڑا' بلکہ ساتھ اسے یہ بھی بتادیا کہ راہِ راست کون سی ہے' اور غلط راہیں کون سی' نیکی کیا ہے اور بدی کیا' حلال کیا ہے اور حرام کیا' کون سی روش اختیار کرکے فرمانبردار بندہ بنے گا' اور کون سا رویہ اختیار کرکے وہ نافرمان بندہ بن جائے گا؟ ربُّ العالمین نے اپنے کلام اور احکام میں بکثرت مقامات پر وضاحت کے ساتھ بیان کردیا ہے کہ دنیا میں جہنمی اعمال کیا ہیں' اور جنّتی اعمال کیا ہیں؟

اب جس کا جی چاہے خدا سے ڈر کر بھلائی کے راستے پر آگے بڑھے اور فرشتوں کا انداز اور بزرگوں کا سلیقہ اختیار کرکے جنتی بنے' اور جس کا جی چاہے دین سے پیچھے ہٹ جائے اور شیطان کی اطاعت کو اختیار کرکے جہنم کا مستحق بنے' یقیناً جو شخص حقیقی معنوں میں جنت کا طالب ہو اس کی نگاہ میں دنیا کی تمام چیزیں حقیر بن جاتی ہیں' اور قیمت صرف خدا کی عبادت اور رضائے خداوندی کی رہتی ہے' یہ خدا کا قانون ہے کہ دنیا میں جو شخص خود ہی ہدایت اور آخرت کی سعادت نہیں چاہتا بلکہ ضلالت اور معصیت کو ہی اپنے لئے پسند کرتا ہے' اور حق پرستی کے بجائے شخصیت پرستی کی کوٹھری میں بند رہنا چاہتا ہے' ایسے شخص کو اللہ پاک بھی گمراہی کے راستوں پر دھکیل دیتا ہے اور معصیت و غفلت کا راستہ اس کے لئے آسان کردیتا ہے' کیونکہ اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ جو خود حق اور نیکی سے نفرت رکھتا ہو' وہ اسے جبراً کھینچ کر حق اور نیکی کی راہ پر لائے جو خود ہی نماز پڑھنے کو ضروری نہیں سمجھتا' اسے کان پکڑ کر زبردستی مسجد میں لائے۔ غرض دنیا میں انسان کا کام صرف یہ ہے کہ نیکی کو نیک سمجھ کر قبول کرے اور بدی کو بد سمجھ کر چھوڑ دے' اور کسی پر بھروسہ نہ کرے اپنی بھلائی اور نیکی کے لئے خود سوچے اور محنت کرے۔ کل (قیامت) پر نہ ٹالے' وہاں کی حالت تو یہ ہوگی کہ بیٹا اگر پکڑا گیا ہو' تو باپ آگے بڑھ کر یہ نہیں کہے گا کہ اس کے گناہ و جرم میں مجھے پکڑ لیا جائے' اور اگر باپ کی شامت آرہی ہو تو بیٹے میں یہ کہنے کی ہمت نہیں ہوگی کہ اس کے بدلے مجھے جہنم میں بھیج دیا جائے۔ اس لئے جو شخص آج کا کام کل پر ٹالتا ہے یا دوسروں پر بھروسہ رکھتا ہے وہ نہایت ہی نادان اور جاہل ہے اس کو کبھی راحت نہیں ہوسکتی' کیونکہ کل کے لئے دوسرا کام ہے' اس میں آج اور کل دونوں کا کام نہیں ہوسکتا۔

حدیث:۔ حضرت زید بن رفیعؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ دوزخی کی حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اہل دوزخ جب دوزخ میں داخل ہوجائیں گے' تو مدّت تک عذاب کی شدّت سے آنسوؤں سے روتے رہیں گے' پھر مدت تک خون کے آنسوؤں سے روئیں گے' اس وقت دوزخ کے فرشتے ان سے کہیں گے کہ اے

بد نصیبو! تم نے دنیا میں اپنے گناہوں پر نادم ہو کر رونا چھوڑ دیا اور دنیا کی دولت و لذت اور روشن انجام کے پیچھے مست ہو کر ہنسنے کی زیادتی کی' آج تمہارا فریاد رس کون ہے؟ دوزخی اس پر چیخیں گے اور پکار پکار کر کہیں گے کہ اے ہمارے باپ' اے ہمارے بیٹے' اے ہماری ماں و اہلیہ' ہم قبروں سے پیاسے نکلے اور جب تک وہاں رہے پیاسے رہے' اور اب بھی بے انتہا پیاسے ہیں کچھ پانی ہماری طرف بھی بہا دو اور جو نعمت اللہ نے تم کو عنایت فرمائی ہے اس میں سے کچھ ہم کو بھی دے دو' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخی اس طرح چالیس برس تک چلاتے رہیں گے اور کوئی جواب دینے والا نہ ہو گا' اور نہ ہی کوئی مددگار دستیاب ہو گا' کافی عرصہ بعد جو جواب ملے گا وہ یہ کہ تمہیں یہیں رہنا ہے بکواس بند کرو' (دنیا میں آنکھیں بند کر کے کیوں رہے' اور دولت کے دیوانے بن کر کیوں جئے؟ دینی ہدایات پر غور و عمل کرنے کے بجائے مذاق کیوں اڑایا) آخر وہ ہر بھلائی اور مدد سے نا امید ہو جائیں گے (خدا ہر شخص کو دنیا ہی میں اپنے گناہوں پر نادم ہو کر توبہ کی توفیق عنایت فرمائے اور عذاب حشر کے خوف سے کثرت سے رونے کی اور دین کی باتوں کی روشنی سے اپنی زندگی کے ہر شعبہ کو روشن کرنے کی خاص توفیق دے۔

(بحوالہ تفسیر ابن کثیر و تفسیر مظہری جلد ۵ ص ۳۷۴)

حدیث: ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں۔ اور (یہ دروازے دنیا کی ان گمراہیوں اور معصیتوں کے لحاظ سے ہیں جن پر چل کر آدمی دنیا ہی میں اپنے لئے جہنم کی راہ کھول لیتا ہے اور جہنم میں اپنی جگہ مول لیتا ہے' مثلاً (۱) کوئی دہریت کے راستے سے دوزخ کی طرف جاتا ہے۔ (۲) کوئی شک کے راستے سے (۳) کوئی نفاق کے راستے سے (۴) کوئی نفس پرستی اور ضد پرستی اور فسق و فجور کے راستے سے (۵) کوئی ظلم و ستم اور خلق آزادی کے راستے سے (۶) کوئی تبلیغ ضلالت و بدعت اور اقامت کفر کے راستے سے (۷) اور کوئی اشاعتِ فحشاء و منکر کے راستے سے' یہ سات طرح کے راستے دخول جہنم کے ہیں اور) ہر دروازے میں (۷۰) ستّر جنگل ہیں' ہر جنگل کی لمبائی ستّر (۷۰) سال کا راستہ ہے' ہر جنگل میں ستّر ہزار شاخیں ہیں' ہر شاخ میں ستّر ہزار گڑھے ہیں' ہر گڑھے میں ستّر ہزار شگاف (دراڑ و سوراخ) ہیں' ہر شگاف کی لمبائی ستّر ہزار برس کا راستہ ہے' اور ہر دراڑ میں ستّر ہزار خون خوار اژدھے ہیں ہر اژدھے کے منہ میں ستّر ہزار بچھو ہیں' ہر بچھو کی پیٹھ میں ستّر ہزار مُہرے ہیں' ہر مُہرے میں دردناک زہر بھرا ہوا ہے' ایک ایک زہر پہاڑ کے برابر ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر اور منافق کو اس زہر کا مزا چکھنا ہو گا۔ (غنیتہ الطالبین۔ ص ۳۰۹)

محترم! آج نہ ہمارے پاس شریعت اسلام ہے، نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور سیرت، آج اسلام کی عبادات اور آنحضرتؐ کی تعلیمات ہمارے لئے ایک رسم بن گئے ہیں، بے عمل علم ہماری عادت بن گئی ہیں، روحانی دنیا اُجڑ چکی ہے، اور ظاہری دنیا رنگ لا رہی ہے، رسم و رواج اور بدعات کی بھوت ہمارے دماغ میں سوار ہیں، آج کل کے مسلمانوں کو صرف پیسہ چاہیے، نہ حلال کمائی اور نہ نیک عمل۔

حدیث: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ظالموں، جابروں اور مغروروں کو آگ کے صندوقوں میں ڈال کر قفل لگا دیا جائے گا، یہ صندوق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں پھینک دیئے جائیں گے، اور ان لوگوں میں سے ہر ایک کو ہر ساعت میں ننانوے قسم کے نئے نئے عذاب دیئے جائیں گے ان کے منہ کی نئی جلدیں روزانہ ہزار مرتبہ تبدیل ہوں گی"

(بحوالہ غنیتہ الطالبین ص ۳۱۹)

حدیث: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کی ایک چنگاری اڑ کر اگر مغرب میں جا گرے تو جو لوگ مشرق میں ہیں۔ ان کے دماغ بھی گرمی سے ٹپک جائیں اور ان کا بھیجا پھوٹ کر بدن پر بہنے لگے، (ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے بُرے اعمال کی معافی چاہتے ہیں)

(بحوالہ غنیتہ الطالبین ص ۳۱۹)

حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز دوزخیوں پر رونا نازل کیا جائے گا تو وہ اس قدر زار و قطار ہو کر روئیں گے کہ آنکھوں سے آنسو ختم ہو جائیں گے پھر آنسو کی جگہ خون سے روئیں گے اور ان کے چہروں پر رونے سے خون کی نالیاں بن جائیں گی اور اتنا خون نکلے گا کہ اگر اس خون میں کشتی چھوڑ دی جائے تو کشتی بھی فوراً بہہ جائے گی۔ (پس ہلاکت ہے ان آنکھوں کے لئے جنہوں نے دنیا میں خوفِ خدا اور عذابِ دوزخ سے کبھی آنسو نہیں بہائے بلکہ اپنی من مانی میں خوش رہے۔

(بحوالہ ترجمہ ابن ماجہ جلد ا ص ۶۸۶ ح ۴۳۲۹ و غنیتہ الطالبین ص ۳۲۰)

واقعہ: حضرت فتح موصلیؒ بارہا اتنی کثرت سے گریہ وزاری کرتے تھے کہ آپ کی آنکھوں سے اشکوں کے بجائے لہو جاری ہو جاتے ایک دفعہ لوگوں نے بڑی حیرت سے پوچھا کہ حضرت! آپ اس قدر کیوں روتے رہتے ہیں؟ تو فرمایا کہ صرف معصیت کے خوف سے

(جبکہ فتح موصلی کا شمار مشائخ کرام میں ہے) بعد از وفات کسی نے حضرت فتح موصلیؒ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا کہ اس نے میری مغفرت کر کے فرمایا چونکہ تو خوفِ معصیت سے گریہ کناں رہتا تھا اس لئے ہم نے دنیا میں فرشتوں کو حکم دے دیا تھا کہ تیری کوئی معصیت و گناہ درج نہ کریں' (تذکرۃ الاولیا ۱۲۶) حضرت فتح موصلیؒ کی نصیحت ہے کہ "جو بندہ نفس کی مخالفت کرتا ہے وہی خدا کا خلیل ہے' اور خدا کا طالب دنیا کا طالب کبھی نہیں ہو سکتا"

واقعہ : حضرت سری سقطیؒ بہت بڑے عالم و کامل اور اہلِ تقویٰ میں سے تھے' آپ کم از کم ایک ہزار نوافل روزانہ پڑھا کرتے تھے' آپ فرماتے ہیں کہ چالیس سال سے میرے نفس کو شہد کی خواہش ہے لیکن آج تک میں نے اس کی خواہش پوری نہیں کی' اور فرمایا کہ میں ہر یوم صرف اس لئے آئینہ دیکھتا ہوں کی شاید معصیت کی وجہ سے میرا چہرہ سیاہ نہ ہو گیا ہو' حضرت سری سقطیؒ کی ہدایت ہے کہ حضرت نے فرمایا جس قلب میں دنیا کی محبت آجائے اس قلب میں یہ پانچ چیزیں داخل نہیں ہوتیں (۱) خوفِ خدا (۲) رَجا (۳) حَیاء (۴) فکرِ عقبیٰ (۵) اور محبتِ خدا' اور فرمایا کہ گناہ سے احتراز کرنا صرف تین وجوہ سے ہوتا ہے' (۱) خواہشِ بہشت (۲) خوفِ جہنم (۳) اور خدا کی شرم سے' ایک شخص نے حضرت سری سقطیؒ سے عالمِ نزع میں کچھ نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا کہ "مخلوق میں رہتے ہوئے خالق سے غافل نہ ہونا" یہ کہہ کر آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

واقعہ : حضرت سفیان ثوریؒ اپنے ایک ہمسایہ کے جنازے میں شریک ہوئے تو اس وقت تمام دنیا دار لوگ مرحوم کی تعریفیں کر رہے تھے' لیکن آپ نے فرمایا کہ وہ تو منافق تھا' اگر مجھے پہلے سے علم ہوتا تو میں جنازے میں کبھی شریک نہ ہوتا لوگوں نے پوچھا کہ اس کی منافقت کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا منافقت کی دلیل یہ ہے کہ اہلِ دنیا اس کی تعریفیں کر رہے ہیں اہلِ دین نہیں' اس سے معلوم ہوا کہ اس کا اہلِ دنیا سے بہت گہرا تعلق تھا نہ کہ دین داروں سے' یہی چیز اس کی منافقت پر دلالت کرتی ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۱۸)

عزیزانِ اسلام! اس دور حاضر میں تو مسلمانوں کے پاس دولتِ دنیا کے سامنے نہ جنت کی کوئی قدر ہے نہ عذابِ الٰہی کا کوئی ڈر ہے' آج کل کے مسلمان آنے والی زندگی کے اعمال سے بالکل بے خبر ہیں دنیا کی عارضی دولت و شہرت اور وقتی لذتوں اور فائدوں کے پیچھے ایسے مست ہو رہے ہیں کہ آخر اس بات کی بھی کوئی پروا نہیں کرتے کہ یہ جو کچھ اس فانی

دنیا میں کر رہے ہیں یہ صحیح بھی ہے یا نہیں؟ بھلے بُرے کی تمیز پاک و ناپاک کی شناخت جائز و ناجائز کا امتیاز یعنی مسلمانوں نے اخلاقی و روحانی مقاصد کو فراموش کر کے صرف مادی فوائد اور لذتوں کو مقصود بالذات سمجھ لیا ہے' آج مسلمانوں نے اپنی دولت و طاقت کے نشے میں مدہوش ہو کر اپنے آپ کو خدا کے بندگی کے مقام سے بالاتر سمجھ لیا ہے' اور اللہ کے حضور میں سر جھکانے کے بجائے دل میں اکڑ موجود ہے اور دوزخ کی تنبیہہ و سختی اور دہشت کو مذاق سمجھ لیا ہے اور کھیل کے طور پر عذابِ دوزخ کا مطالبہ کیا جارہا ہے جبکہ یہ کوئی ہوائی بات نہیں ہے جس کا اس طرح مذاق اڑایا جائے آج کل کے مسلمانوں کو واقعی اندازہ نہیں ہے کہ خدا کا عذاب کیا چیز ہے اور اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے وہ دردناک عذاب اور ہولناک سزا کس قدر قریب آچکا ہے۔ یہ بات بخوبی یاد رہے کہ جس طرح چاند' اور رات اور دن اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عظیم نشانات ہیں اسی طرح دوزخ بھی عظائمِ قدرت میں سے ایک چیز ہے' اگر چاند کا وجود غیر ممکن نہ تھا' اگر رات اور دن کا اس باقاعدگی کے ساتھ آنا غیر ممکن نہ تھا تو دوزخ کا وجود آخر کیوں تمہارے خیال میں غیر ممکن ہو گیا؟ ان چیزوں کو چونکہ تم رات دن دیکھ رہے ہو اس لئے تمہیں ان پر کوئی حیرت نہیں ہوتی' ورنہ اپنی ذات میں یہ بھی اللہ کی قدرت کے نہایت حیرت انگیز مُعجزے ہیں جو اگر تمہارے مُشاہدے میں نہ آئے ہوتے اور تمہیں کوئی خبر دیتا کہ چاند جیسی ایک چیز بھی دنیا میں موجود ہے یا سورج ایک چیز ہے جس کے چھپنے سے دنیا میں اندھیرا ہو جاتا ہے اور جس کے نکل آنے سے دنیا چمک اٹھتی ہے تو تم جیسے لوگ اس بات کو سن کر بھی اسی طرح ٹھٹھے مارتے جس طرح دوزخ کا ذکر سن کر ٹھٹھے مار رہے ہو۔ لہٰذا اب بھی وقت ہے ایک عقلمند اور دانشمند انسان کی دانشمندی اور سمجھداری کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس دوزخ اور عذابِ الٰہی کا مستحق بنانے اور اس کے عذاب کا مزہ چکھنے سے پہلے ہوش میں آجائے اور اپنے آپ کو اس سے بچانے کی فکر کرے عقبیٰ میں کامیابی و خوشحالی صرف اس شخص کو حاصل ہوگی جس نے اپنے عمل سے ابدی انجام تک بہتری کا استحقاق پیدا کیا ہو' جو شخص دنیا سے عملی استحقاق کے بغیر وہاں پہنچے وہ گویا برف کا ایسا دکاندار تھا' جس کا برف فروخت ہونے سے پہلے پگھل گیا ہو۔

حکایت:۔ حضرت ابن ابی شمیلہؒ علم و عمل میں جن کی بڑی شہرت تھی' عبدالملک ابن مروانؒ کے پاس گئے' عبدالملکؒ نے ان سے کچھ کہنے کی درخواست کی' فرمایا' کیا کہوں' آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کہی گئی ہر بات قابلِ مؤاخذہ ہے' اور کہنے والے کے لئے مُضر ہے' عبدالملک یہ سن کر رونے لگا اور کہنے لگا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے'

لوگ ہمیشہ ہی سے ایک دوسرے کو وعظ و نصیحت کرتے رہتے ہیں (اس لئے آپ بھی مجھے کچھ نصیحت فرمائیں) فرمایا "امیرالمؤمنین یہ بات یاد رکھیں کہ قیامت کی تلخی سے وہی لوگ چھٹکارا پائیں گے جنہوں نے اپنے نفس کو ناراض کرکے اللہ کو راضی کیا ہوگا یہ سن کر حضرت عبدالملک بہت روئے اور کہا واقعی بات یہی ہے میں آپ کی اس قیمتی نصیحت کو ہمیشہ اپنے لئے مشعلِ راہ بنائے رکھوں گا۔" (بحوالہ کتاب احیاء جلد ۲ ص ۸۳۰)

حضرت معروف کرخیؒ (جو طریقت و حقیقت کے پیشوا تھے) نے فرمایا کہ "اعمالِ صالحہ کے بغیر جنت کی طلب اور اتباعِ سنت کے بغیر شفاعت کی امید اور نافرمانی کے بعد رحمت کی تمنّا سراسر حماقت ہے"

حضرت حاتم اصمؒ جو زندگی بھر کبھی یادِ الٰہی سے غافل نہ رہے اور پوری زندگی خدا کی رضا اور صدق و اخلاص میں گزار دی۔ کسی نے آپ سے کچھ خاص اور جامع نصیحت کرنے کی درخوست کی' تو فرمایا کہ "اگر دوست کی خواہش ہے تو خدا کافی ہے' اگر ساتھیوں کی تمنّا ہے تو نکیرین (یعنی سوال و جواب کرنے والے فرشتے) بہت ہیں' اور اگر عبرت حاصل کرنا چاہو تو دنیا کافی ہے' اور اگر مُونس کی تلاش ہے تو قرآن بہت کافی ہے اگر مشغلہ چاہتے ہو تو عبادت بہت بڑا مشغلہ ہے اور اگر میرے اقوال ناگوار ہوں تو جہنّم کافی ہے" (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۵۱)

ایک مرد ایک عورت اور تیسرا شیطان

ناظرینِ کتاب! اب ملاحظہ فرمائیں' شریعت مسلم عورتوں کو ضروری حاجات کے لئے گھروں سے نکلنے کی اجازت دیتی ہے یا نہیں' اس کے متعلق قرآن و حدیث کی تعلیم کیا ہے' اور یہ کہ باہر نکلنے کا جواز کس حالت اور کس شکل میں ہے؟

اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اسلام میں عورتوں کے لئے گھر کی چار دیواری کا حکم ہے یعنی عورت کی خوبی اور شان یہی ہے کہ گھر کے اندر مستور ہو کر رہے اور یہی اسکی بقاءِ شرافت و حفاظتِ عفّت و عصمت کے لیے زیادہ مناسب ہے ہاں اگر سخت ضرورت اور شدید حاجت درپیش ہو کہ باہر نکلنے کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں اور گھر سے باہر نکل کر عورتوں کو کام کرنا نہایت ہی ناگزیر ہو جائے تو ایسے مواقع پر عورتوں کو باہر نکلنے کی اجازت تو ہے مگر یہ اجازت کچھ شرائط و قیود کے دائرے میں ہے' جس کا بیان انشاء اللہ اس کے بعد ہی آرہا ہے۔

واضح ہو کہ قرآن و حدیث نے بالغ عورتوں کو اپنے ذاتی معاملات میں کافی آزادی بخشی ہے' مگر اس کی آزادی مرد کی حد تک کسی بھی حالت میں جائز نہیں' یعنی عورت جہاں چاہے مرد کی طرح گھومتی پھرے اور مردانہ اجتماعات میں گھل مل جائے یہ آزادی عورتوں کو نہیں عطا کی گئی ہے' مرد اپنے اختیارات سے جہاں چاہے جا سکتا ہے' لیکن عورت خواہ کنواری ہو یا شادی شدہ ہو یا بیوہ ہو ہر حال میں ضرورت ہے کہ سفر میں اس کے ساتھ ایک مَحرم ہو' اس سلسلے میں شارعِ اسلام رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کس قدر بامعنی ہیں'

حدیث: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الاٰخر فلا یخلون بامرۃ لیس معھا ذو محرم منھا فان ثالثھما الشیطان** ' یعنی " جو شخص اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہو ' (اپنی کامیابی اور خوشحالی چاہتا ہو) وہ کبھی کسی غیر عورت سے تنہائی میں نہ ملے جب تک کہ اس کے ساتھ اس عورت کا کوئی مَحرم نہ ہو کیونکہ تیسرا اس وقت شیطان ہوتا ہے"

(احمد و ابو داؤد)

غیر مرد و عورت اگر تنہائی میں ملیں تو شیطان کو فوراً انہیں ورغلانے کا موقع مل جاتا ہے۔ لیکن اگر ملاقات کے وقت کوئی مَحرم رشتہ دار بھی ساتھ موجود ہوں تو شیطان کو ان کی نفسیات میں داخل ہونے کا موقع نہیں ملے گا۔ ایک صورت میں ملاقات کسی حد پر نہیں رکتی' اور دوسری صورت میں ملاقات ایک حد پر رہتی ہے' وہ اس سے آگے جانے نہیں پاتی۔

روایت ہے کہ ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ابلیس سے دریافت کیا کہ اے شیطان؟ انسان کے کس عمل کی بناء پر تو اُسے زِیر کر لیتا ہے؟ اس پر شیطان نے عرض کیا میں آپ کو تین باتوں سے خبردار کرنا چاہتا ہوں جو کوئی بھی اس کو یاد رکھے گا وہ ضرور کامیاب رہے گا۔

(۱) ایک یہ کہ کسی اجنبی عورت کے ساتھ خِلوت میں نہ رہے' جب کوئی شخص کسی اجنبیہ کے ساتھ تنہا ہوتا ہے' تو میں انہیں فتنے میں مبتلا کرنے کے لئے خود پہنچتا ہوں' اپنے کسی چیلے کو نہیں بھیجتا اور اس میں اکثر میں کامیاب ہی ہو کر رہتا ہوں۔

(۲) دوسرے یہ کہ انسان تکبر کو نہ اپنائے' کیونکہ انسان کے دل میں تکبر (گھمنڈ) ڈالنے میں خاص میرا ہی ہاتھ رہتا ہے اسی لئے اکثر لوگ تکبر کی بُرائی میں مبتلا ہیں اور تکبر داعی

عذاب ہے۔

(۳) تیسری بات یہ کہ جب انسان وعدہ کرے تو اسے پورا کرے کیونکہ وعدہ خلافی میں میں بھی خاص میرا ہی ہاتھ رہتا ہے اور ایسے مواقع پر میں ہی جلدی نیّت بدل دیتا ہوں اس کے بعد شیطان یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ افسوس موسیٰؑ کو وہ باتیں معلوم ہو گئیں جن میں آدمی اکثر مبتلا ہو جاتا ہے۔ (بحوالہ احیاء العلوم جلد ۳ قسط ۲ ص ۲۵۶)

حضرت یوسف بن حسینؒ نے حضرت جنید بغدادیؒ کو یہ تحریر کیا کہ اللہ ربُّ العزّت نے ہر امت میں کچھ امین مقرر کئے ہیں اور امتِ محمدی کے امین بزرگانِ دین اور اولیاءِ کرام ہیں، لیکن عورتوں اور نابالغ لڑکوں کی صحبت ان کے لئے تباہ کن ہے لہٰذا جو قلبی لگاؤ سے خدا کو یاد کرتا ہے، اس کے لئے لازمی اور ضروری ہے کہ ان دونوں کی صحبت سے اپنے آپ کو بچا کے رکھے، اگر نہیں کر سکو گے تو خدا کے نزدیک کوئی مقام نہیں پاؤ گے۔

ہدایت: حضرت امام حسن بصریؒ نے حضرت سعید بن جبیرؒ کو تین اہم نصیحتیں کیں۔ اول صحبتِ شیطان سے اجتناب کرو، دوم کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ رہو خواہ وہ رابعہ بصری ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ اس میں خاص شیطان کا ہاتھ رہتا ہے، سوم گانا، راگ رنگ وغیرہ میں کبھی شرکت نہ کرو اور نہ گانا سنو، کیونکہ یہ چیزیں بُرائی اور جہنم کی طرف لے جانے کا پیش خیمہ ہیں، (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۱)

حدیث:۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا **لا تلجوا علی المغیبات فانّ الشیطان یجری من احدکم مجری الدم** یعنی "جن عورتوں کے شوہر باہر گئے ہوئے ہوں ان کے پاس نہ جاؤ کیونکہ شیطان تم میں سے ہر ایک شخص کے اندر خون کی طرح گردش کر رہا ہے" (ترمذی)

حکایت: میرٹھ مَطبع مجتبائی میں ایک مقام پر مولانا یعقوبؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ایک ہی مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نیچے کی منزل میں تھے اور مولانا محمد یعقوبؒ اوپر کی منزل میں تھے، ایک دفعہ ایک رنڈی اپنی لڑکی کو جو سیانی تھی اپنے ہمراہ لائی اور مولانا محمد قاسمؒ سے (چونکہ مولانا محمد قاسم بہت مشہور تھے اور مولانا محمد یعقوبؒ اس قدر مشہور نہ تھے کسی نے ان ہی کا پتہ دے دیا) عرض کیا کہ یہ میری چھوکری ہے اور مدّت سے بیمار چلی آرہی ہے، میری اوقات بسر اسی پر ہے، آپ اسے تعویذ یا دعا کر دیجئے، مولانا (محمد قاسمؒ نے یوں چاہا کہ نہ تو میری وضع میں فرق آئے نہ اس کی دل شکنی ہو) اس سے فرمایا کہ

اوپر ایک بزرگ ہیں تم ان کے پاس لے جاؤ' یہ عورت اوپر پہنچی' مولانا محمد یعقوبؒ نے اس سے پوچھا کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میری یہ لڑکی ہے اور اس کو یہ بیماری ہے' اور میری اسی پر کمائی ہے آپ ذرا اس لڑکی کو دیکھنے کی زحمت فرمائیں کہ اس کو کیا شکایت ہے اور اس کی تدبیر کیا ہو سکتی ہے؟ مولانا محمد یعقوبؒ نے اس کے حق میں کوئی تدبیر کی' اور اسے رخصت کر کے نیچے تشریف لائے' اور مولانا محمد قاسمؒ سے پوچھا کہ اسے کس نے بھیجا ہے؟ یہ سن کر مولانا نانوتویؒ خاموش رہے اس کے بعد حضرت یعقوبؒ خود ہی فرمانے لگے بڑے مُتقی نکلے' اپنے تقویٰ کی تو اس قدر حفاظت' اور میرے پاس تنہائی میں بازاری عورت کو بھیج دیا' اپنے نفس پر کس کو اعتماد ہے؟ شیطان تو خِلوت میں زیادہ حملہ کرتا ہے' خیر اللہ نے اس کے شر سے مجھے بچالیا آئندہ ایسا نہ کرنا۔

(ارواح ثلثہ ص ۳۲۲)

حدیث:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **کل امتی معافی الا المجاھرین** یعنی " میری امت کے تمام لوگ معاف کر دیے جائیں گے' مگر ان لوگوں کو معاف نہیں کیا جائے گا جنہوں نے علی الاعلان گناہوں کا ارتکاب کیا"
(مسلم واحیاء العلوم جلد ۲ قسط ۴ ص ۴۹۰)

محترم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو مَحرم کے بغیر تنہا یا غیر مَحرم کے ساتھ سفر کرنے سے صرف منع ہی نہیں فرمایا بلکہ بہت سختی و درشتی کے ساتھ روکا بھی ہے۔

حدیث:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لا یحل لا مرأۃ تؤمن باللّٰہ والیوم الاٰخران تسافر سفرًا یکون ثلاثۃ ایام فصا عداً الا و معھا ابوھا او اخوھا او زوجھا او ابنھا او ذو محرم منھا**' یعنی " کسی عورت کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو یہ حلال نہیں ہے کہ وہ تین دن یا اس سے زیادہ کا سفر کرے بغیر اس کے کہ اس کے ساتھ اس کا باپ یا بھائی یا شوہر یا بیٹا یا کوئی مَحرم مرد ہو (غیر مرد کے ساتھ عورت کا سفر کرنا اسلام میں حرام ہے)" (ترمذی)

حدیث: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں فرمایا **لا یخلون رجل بامرأۃ الا ومعھا ذو محرم ولا تسافر المرأۃ الا مع ذی محرم** یعنی " کوئی مرد کسی عورت سے خِلوت (تنہائی) میں نہ ملے جب تک کہ اس کے

ساتھ اس کا کوئی مَحرم نہ ہو اور (اسی طرح) کوئی عورت سفر نہ کرے جب تک کہ اس کا کوئی مَحرم اس کے ساتھ نہ ہو" یہ سن کر سامعین حضرات میں سے ایک صحابہ نے عرض کیا کہ میری اہلیہ حج کو جارہی ہے' اور میرا نام فلاں جنگ پر جانے والوں میں لکھا جاچکا ہے اب میرے متعلق کیا حکم ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **فانطلق فحج مع امراُتک** یعنی "اچھا تو تم اپنی اہلیہ کے ساتھ حج کو چلے جاؤ" (حدیث بخاری و مسلم و احیاء)

یہ بات یاد رہے کہ جس سفر کو عرفِ عام میں سفر کہا جاتا ہے محرم کے بغیر کسی عورت کو نہ کرنا چاہیے عورت کو تنہا نقل و حرکت کرنے کی ایسی آزادی نہ دی جائے جو موجبِ فتنہ و فساد ہو اور بے عزتی کا سوال ہو اور پہلی بات تو یہ ہے کہ عورت کے لئے مناسب یہی ہے کہ گھر سے باہر نہ نکلے' اسی میں اس کی شرافت اور عزت ہے' ہاں اگر ضرورتِ شدید اور اہم کام سامنے آجائے اور نکلنا ہی ضروری ہو جائے تو عورتوں کو چاہیے کہ محرم مرد کے ساتھ نکلیں اور مردوں کی طرف نہ دیکھیں بلکہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں یہ اسلام کی تعلیم ہے جس میں خیر ہی خیر ہے اور فتنے کا کوئی خوف نہیں اور جب عورت ضرورتِ شدید کے وقت گھر سے باہر نکلے عورت پر شریعت کا حکم یہ بھی ہے کہ معمولی اور سادہ لباس زیبِ تن کرکے پردے کے تمام تقاضوں کی تکمیل کے بعد جائے اور بھری پڑی سڑکوں اور بازاروں کے بجائے ایسے راستے کا انتخاب کرے جہاں سے لوگوں کی آمدورفت کم سے کم ہو' یہ خدا کا حکم اور ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے۔ قرآن و حدیث کی تعلیم یہ نہیں ہے کہ مسلمان عورتیں بن ٹھن کر باہر نکلیں' چہرے اور جسم کے حسن کو زیب و زینت اور چست لباسوں اور عریاں طریقوں سے باہر نمایاں کریں اور گھر سے باہر نازوادا اور شان و شوکت سے چلیں اور سر کی چوٹیاں کھول کر اور سینہ کی ہیئت ظاہر کرکے باہر چلیں' جو طرزِ عمل زمانہ جاہلیت میں جاہل عورتوں میں تھا۔ آج کل کے مسلم معاشرے اور پڑھی لکھی سوسائٹی میں یہی جہالت ہے بلکہ اور دن بدن یہ معصیت اور جہالت ترقی پذیر ہے اور بڑی خوشی سے مسلم عورتیں اس طریقہ جہالت پر عمل کررہی ہیں۔ جب کہ یہ کوئی گھریلو خاتون اور باعصمت عورت کو زیب نہیں دیتا اور نہ ہی یہ کسی شریف خاندان کی عورتوں کی شان ہے'

محترم! یہ جہالت کے طور طریقے ہیں جو اسلام میں نہیں چل سکتے' قرآن و حدیث اس جہالت اور ماڈرن طریقہ سے گھر سے نکلنے کی عورت کو بالکل اجازت نہیں دیتا اب یہ بات ہر صاحبِ بصیرت اور منصف مزاج انسان بخوبی اپنی بینائی سے دیکھ سکتا ہے اور انصاف سے فیصلہ کرسکتا ہے کہ جو رواج و ثقافت ہمارے یہاں مسلم عورتوں میں رائج کی جارہی ہے

اور مردانہ کام کرنے میں عورتیں عزّت محسوس کرتی ہیں ار مردانہ لباس مسلم عورتیں فخر کے ساتھ پہنتی ہیں اور مردانہ چال چلن میں مسلمان عورتیں مردوں کے ساتھ پیش پیش ہیں یہ سب قرآن کی رو سے اسلام کی ثقافت ہے یا جہالت کی ثقافت؟

البتہ اگر کوئی اور قرآن ہمارے کار فرماؤں کے پاس آگیا ہے جس سے اسلام کی یہ نئی روح نکال کر مسلمانوں میں پھیلائی جارہی ہے تو بات دوسری ہے ورنہ خدا کے قرآن میں تو کہیں اس طرف اشارہ ہے ہی نہیں' آج کے دور میں ہمارے سماج اور معاشرے میں یہ بیماری عام ہو چکی ہے کہ گناہ اگر دنیا کے مالداروں اور قوم کے لیڈروں سے ہو جائے تو سماج کی نگاہ میں وہ گناہ نہیں اور اگر یہی گناہ وقت کے ستائے ہوئے غریبوں اور کمزوروں سے ہو جائے تو وہ گناہ اور قابلِ گرفت وسزا ہے۔ آج کے دور میں جب سرمایہ داروں کی عورتیں نیم عریاں لباس پہن کر سڑکوں کو وقتی خوشبو اور چوراہوں کو نمائشی عطر کے لباس میں دائمی بدبو دیتی ہیں تو ان کو ماڈرن کہا جاتا ہے اور فیشن کا نام دیا جاتا ہے لیکن جب کوئی وقت کی ستائی ہوئی غریب لڑکی مفلسی اوڑھ کر مجبوراً سڑک پر آجاتی ہے تو اس کو بدکردار' بدچلن اور بے حیاء کہا جاتا ہے' کتنے ناپاک اور بدبودار ہیں یہ سماجی ٹھیکداروں کے اندھے فیصلے

واضح ہو کہ اللہ پاک نے دنیا میں انسان کے لئے سعادت اور شقاوت کے دونوں راستے کھول کر رکھ دیئے ہیں ان کو دیکھنے اور ان پر چلنے کے وسائل بھی قرآن پاک اور احادیث میں فراہم کردیئے ہیں۔ اب یہ انسان کی اپنی کوشش اور محنت پر موقوف ہے کہ وہ سعادت کی راہ چل کر اچھے انجام کو پہنچتا ہے یا شقاوت کی راہ اختیار کر کے بُرے انجام سے دوچار ہوتا ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ زمین کو بارش کا فائدہ اس کی استعداد کے بقدر ملتا ہے۔ یہی معاملہ انسان کا بھی ہے خدا کی ہدایت اس دنیا میں تمام انسانوں کے لئے عام ہے مگر جو شخص جتنی استعداد کا ثبوت دے گا اتنا ہی فائدہ اس کو حاصل ہوگا۔

خدا ہر شخص کو عقلِ سلیم سے نوازے' اور نیکی و سعادت کی راہ پر زیادہ سے زیادہ محنت کرنے کی اور شقاوت اور معصیت سے اجتناب کی خاص توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆قُل اِن کُنتُم تُحِبّونَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُونِی یُحبِبکُمُ اللّٰہُ☆

اسلام خواتین کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دیتا ہے یا نہیں

☆قُل اِنَّ صَلَاتِی وَنُسُکِی وَمَحیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ☆

ناظرینِ کتاب ! عورتوں کے لئے اسلام کا حکم یہ ہے کہ عورتیں گھروں میں رہیں' بلا ضرورتِ شرعیہ باہر نہ نکلیں یعنی اصل مطلوب عنداللہ عورتوں کے لئے یہی ہے کہ وہ گھروں سے باہر نہ نکلیں' قدرت نے ان کی تخلیق گھریلو کاموں کے لئے کی ہے' ان میں مشغول رہیں اور اصل پردہ جو شرعاً مطلوب ہے وہ حجاب بِالبُیوت ہے ہاں اگر ضرورتِ شدید پر عورت کو گھر سے نکلنا ہی پڑے تو زینت کے اظہار کے ساتھ نہ نکلے یہ سراسر حرام ہے' اسلام میں وہ خروج ناجائز ہے جس میں زینت کا اظہار ہو' بلکہ بُرقع یا یا جِلباب جس میں پورا بدن ڈھک جائے وہ پہن کر نکلے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فِی الْکَلَامِ الْمَجِیْدِ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا○

(سورۃ احزاب پ ۲۲)

ترجمہ و تشریح : اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے کلامِ پاک میں ارشاد فرمارہے ہیں کہ اے نبیؐ! (آپ) اپنی ازواج اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ (جب وہ شدید ضرورت پر گھر سے باہر نکلیں تو) اپنے اوپر تھوڑی سی چادریں سر سے نیچے کرلیا کریں (یعنی سر سے کچھ نیچے چہرے پر لٹکالیا کریں جس کو اردو میں اور عرفِ عام میں بھی گھونگھٹ یا نِقاب ڈالنا کہتے ہیں جس سے اصل مقصود عورت کے جسم کے اصل مرکز" چہرے" کو چھپانا ہے اب چاہے وہ گھونگھٹ سے ہو یا نقاب سے یا کسی اور ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا جو فرمان ہے کہ" عورتیں چادر کا ایک حصہ اپنے (سر کے) اوپر سے لٹکالیا کریں" اس ارشاد کا مطلب کوئی بھی معقول آدمی اس کے سوا کچھ بھی نہیں لے سکتا کہ اس سے مقصود گھونگھٹ یا نقاب ڈالنا ہے' تاکہ جسم و لباس کی زینت چُھپنے کے ساتھ ساتھ چہرہ بھی چھپ جائے قرآن آزاد عورتوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ کبھی کبھی اگر عورت کو گھر سے نکلنے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ لمبی چادر سے تمام بدن چھپا کر نکلے اور اس چادر کا کچھ حصہ سر پر سے چہرے کے سامنے لٹکالیا کرے تاکہ چہرہ اجنبی مردوں کے سامنے نہ آئے۔ مروّجہ بُرقع بھی اسی حکم میں ہے عورتوں کی عصمت و عفت کی حفاظت کے لئے یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے) اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی' پھر ان کو ستایا نہ جائے گا (اس طرح مَستور ہو کر جب مسلمان عورتیں گھر سے باہر ضرورتِ شدید پر نکلیں تو اس سے پردہ شرعی کے حکم کی تعمیل کے ساتھ ساتھ اس سادہ اور حیادار لباس میں دیکھ کر ہر دیکھنے والا جان لے گا کہ یہ شریف اور باعصمت عورتیں ہیں آوارہ' بدکردار' بے حیا' اور

کھلاڑی عورتیں نہیں ہیں کہ نہ کوئی بدکردار اور بے غیرت انسان ان سے اپنے دل کی تمنّا پوری کرنے کی امید کرسکے اور نہ ان سے تعرّض و بدمعاشی اور بدتمیزی کرسکے۔

قارئینِ کتاب! اس سے قبل آپ کو سورۃ نور پارہ ۱۸ آیت ۳۱ میں یہ ہدایت ملی ہوگی کہ مسلمان "عورتیں اپنی آرائش و زیبائش کو فلاں قسم کے مردوں اور عورتوں کے سوا کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں" اور "زمین پر پاؤں مارتی ہوئی بھی نہ چلیں کہ لوگوں کو اس زینت کا علم ہو جو انہوں نے چھپا رکھی ہے" اس حکم کے ساتھ اگر آپ سورۃ احزاب کی اس آیت ۵۹ کو ملا کر پڑھیں تو آپ کو یہ بات صاف معلوم ہوجائے گی کہ یہاں چادر اوڑھنے کا جو حکم ارشاد ہوا ہے اس کا منشا بھی اجنبیوں سے زینت چھپانا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ منشا اسی صورت میں کامیاب ہوسکتا ہے جبکہ چادر بجائے خود سادہ ہو' ورنہ ایک مُزیّن اور جاذبِ نظر کپڑا لپیٹ لینے سے یا مُزیّن بُرقع اوڑھ لینے سے یہ منشا بجائے عمل میں آنے کے اور اُلٹا فوت ہوجائے گا' یہ بات یاد رہے کہ قرآن کی یہ جامع ہدایت بالخصوص ان عورتوں کو دی جارہی ہے جو مردوں کی چھیڑ چھاڑ اور ان کی نظربازی و بداخلاقی اور ان کے شہوانی اِلتفات سے لذّت اندوز ہونے کے بجائے اس کو اپنے لئے تکلیف دہ اور اذیّت ناک محسوس کرتی ہیں' جو معاشرے میں اپنے آپ کو آبرو فاختہ شمعِ انجمن قسم کی عورتوں میں شمار کرانا نہیں چاہتیں' بلکہ عفتِ مآب چراغِ خانہ ہونے کی حیثیت سے معروف ہونا چاہتی ہیں' ایسی نیک سیرت' بلند کردار مُہذّب اور نیک خواتین سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم فی الواقع اس حیثیت سے معروف ہونا چاہتی ہو' اور مردوں کی ہوسناک اور ناپاک توجہات درحقیقت تمہارے لئے موجبِ لذّت نہیں بلکہ موجبِ اذیّت ہیں' تو پھر اس کے لئے مناسب طریقہ یہ نہیں ہے جو کہ تم عورتیں آج کل بڑی خوشی سے کرتی ہو کہ خوب بناؤ سنگھار کرکے پہلی رات کی دلہن بن کر گھروں سے نکلو اور دیکھنے والوں کی حریص نگاہوں کے سامنے اپنا حُسن اچھی طرح نکھار نکھار کر پیش کرو۔ بلکہ اس غرض کے لئے تو مناسب طریقہ یہی ہوسکتا ہے کہ تم ایک سادہ چادر یا بُرقع میں اپنی ساری آرائش و زیبائش کو چھپا کر نکلو' اپنے چہرے پر گھونگھٹ ڈالو' اور اس طرح چلو کہ زیور کی جھنکار بھی لوگوں کو تمہاری طرف متوجہ نہ کرے' اس کے برعکس جو عورت باہر نکلنے سے پہلے بن ٹھن کر تیار ہوتی ہے اور اس وقت تک گھر سے قدم نہیں نکالتی جب تک کہ سات سنگھار نہ کرلے' اب اس کی نیت آخر اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ دنیا بھر کے مردوں کے لئے اپنے آپ کو جنتِ نگاہ بنانا چاہتی ہے اور انہیں خود دعوتِ التفات اور بدمعاشی و بدتمیزی کی دعوت دیتی ہے' اس کے بعد اگر وہ یہ کہتی ہے کہ دیکھنے والوں کی بھوکی نگاہیں اسے تکلیف دیتی

ہیں اور اس کا دعویٰ یہ ہو کہ وہ مقبول عام خاتون کی حیثیت سے معروف ہونا نہیں چاہتی ہے بلکہ شریف اور پاک دامن اور سلیقہ شعار بیوی کی حیثیت سے رہنا چاہتی ہے تو یہ ایک فریب اور دھوکہ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے' انسان کا قول اس کی نیّت متعین نہیں کرتا بلکہ اس کی اصل نیّت وہ ہوتی ہے جو اس کے عمل کی شکل اختیار کرتی ہے' لہٰذا جو عورت زیب و زینت سے آراستہ ہو کر اور جاذبِ نظر بن کر غیر مردوں کے سامنے جاتی ہے اس کا یہ عمل خود ظاہر کر دیتا ہے کہ اس کے پیچھے کیا محرّکات کام کر رہے ہیں' اسی لئے فتنے کے طالب لوگ اس سے وہی توقعات وابستہ کرتے ہیں' جو ایسی بد چلن اور بے غیرت عورت سے وابستہ کی جاسکتی ہیں اور یہ دعوتِ التفات خود عورت دیتی ہے نہ کہ مرد۔

محترم! اسی لئے قرآن عورتوں سے کہتا ہے کہ تم بیک وقت چراغِ خانہ اور شمعِ انجمن نہیں بن سکتی ہو' چراغِ خانہ بننا ہے تو ان سب طور طریقوں کو چھوڑ دو جو شمعِ انجمن بننے کے لئے مُوزوں ہیں' اور وہ طرزِ زندگی اختیار کرو جو چراغِ خانہ بننے میں مددگار ہو سکتا ہے۔
اب یہ فیصلہ کرنا تمہارا اپنا کام ہے کہ تمہیں کیا بننا ہے' کیا شمعِ انجمن یا چراغِ خانہ' دوسرے الفاظ میں بدکردار عورت کی حیثیت سے زندگی گزرانا چاہتی ہو یا بلند کردار اور پاک دامن عورت کی حیثیت سے؟ اس چہرے کے اور سر کے ڈھانکنے میں اگر کوئی کمی یا بے احتیاطی بلا قصد ہو جائے اور جو کچھ نادانی سے پہلے ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ (ضرور اسے) بخشنے والا ہے اور وہ بڑا مہربان ہے ضرور اس کو معاف کر دے گا' بشرطیکہ اب صاف صاف قرآن کی ہدایت مل جانے کے بعد تم اپنے غلط طرزِ عمل کی اصلاح کرو' اور جاہلیت کی سی حالت سے توبہ کرو اور آئندہ جان بوجھ کر قرآن کی خلاف ورزی نہ کرو'
(بحوالہ تفسیر معارف القرآن جلد ۷ ص ۲۳ و تفسیر مظہری جلد ۱۰ ص ۲۵۲)

محترم! یہاں تک آپ نے قرآن کی روشنی میں خواتین کو گھروں سے نکلنے کی جواز وعدم جواز اور کیفیت کے متعلق ملاحظہ فرمایا ہے اب آگے چل کر اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تعلیم ہیں اور فقہائے امت کے کیا مسائل ہیں' اور مفسرینِ کرام کے کیا خیال ہیں یہ مطالعہ فرمائیں۔

حدیث: حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ پردے کی آیت نازل ہونے کے بعد ایک دن حضرت سودہؓ کسی ضرورتِ شدید سے باہر نکلیں' چونکہ آپ دراز قد انسانوں میں سے تھیں' کسی شخص سے چھپ نہ سکتی تھیں اور باوجود چہرہ پوشیدہ ہونے کے مخفی نہیں ہو سکتی تھیں'

چنانچہ ایک دن حضرت عمرؓ نے ظاہری قد و جسامت دیکھتے ہی پہچان لیا' آواز دے کر کہا اے سودہ! تم کس طرح نکل رہی ہو ذرا خیال کر کے نکلا کرو' خدا کی قسم ہم سے تم چھپ نہیں سکتیں۔ یہ سن کر حضرت سودہؓ فوراً واپس لوٹ گئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچیں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شام کا کھانا تناول فرما رہے تھے۔ ہڈی ہاتھ میں تھی سودہؓ اندر آگئیں اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے کسی کام سے باہر نکلی تھی' عمرؓ نے مجھے ایسا ایسا کہا' حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہڈی موجود تھی' آپؐ نے اس کو ہاتھ سے رکھا بھی نہ تھا کہ وحی الٰہی آنے لگی وحی کے ختم ہونے کے بعد آپؐ نے فرمایا **قد اذن اللّٰہ لکن ان تخرجن لحاجتکن** یعنی "(اے عورتو!) اللہ نے تم کو اپنی ضروریات کے لئے باہر جانے کی اجازت (پردے کے ساتھ) دی ہے تم باہر اپنے کام سے چادر اوڑھ کر یا بُرقع زیب تن کر کے نکل سکتی ہو۔"
(بخاری جلد ۲ ص ۳۱۹ حدیث ۷۰۶ او تفسیر مظہری جلد ۱۰ ص ۲۵۲ پ ۲۲)

حدیث: ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواضعِ ضرورت پر ازواجِ مطہرات کو خطاب کر کے فرمایا **قد اذن لکن ان تخرجن لحاجتکن** یعنی "تمہارے لئے اس کی اجازت ہے کہ تم اپنی ضرورت کے لئے باہر نکلو (لیکن شرطِ بُرقع وغیرہ کے پردہ کے ساتھ)" (مسلم و تفسیر معارف القرآن جلد ۷' ص ۳۳۳)

حدیث: ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یہ آئے ہیں کہ **لیس للنساء نصیب فی الخروج الا مضطرۃ** یعنی "ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ خواتین کا گھر سے باہر نکلنے کا کوئی حصہ نہیں بجز اس کے کہ باہر نکلنے کے لئے کوئی سخت ضرورت پیش آجائے' یا کوئی سخت مجبوری سامنے آجائے" (بحوالہ رواہ طبرانی کذا فی ا لکنز جلد ۸ ص ۲۶۳)

مسئلہ: حضرت امام ابو حنیفہؒ نے "عورتوں کو جماعت و جمعہ و عیدین اور دینی وعظ کی مجالس میں شامل ہونے کو مکروہ فرمایا ہے' اور یہ فتنہ کے خوف سے ہے"
(بحوالہ درمختار جلد ۱ ص ۵۲۹ باب الامامۃ احیاء جلد ۲ قسط ۱ ص ۱۱۸)

مسئلہ: شریعتِ اسلام میں عورتیں حج و عمرہ اور ضروریاتِ طبعیہ' والدین اور اپنے محارم کی زیارت اور عیادت وغیرہ کے لئے گھر سے پردہ کے ساتھ نکل سکتی ہیں' کیونکہ ازواجِ مطہراتؓ اپنے والدین وغیرہ سے ملاقات کے لئے اپنے گھروں سے نکلتی تھیں' اور عزیزو

اقارب کی بیمار پُرسی اور عیادت وغیرہ میں شرکت کرتی تھیں۔
(بحوالہ تفسیر معارف القرآن جلد۷ ص ۱۳۴سورۂ احزاب)

مسئلہ: اگر کسی عورت کے نفقہ اور ضروریاتِ زندگی کا کوئی سامان نہ ہو اور کوئی ذریعہ بھی نہ ہو تو عورت پردہ کے ساتھ محنت و مزدوری کے لئے نکل سکتی ہے' البتہ مواقعِ ضرورت میں گھر سے نکلنے کے لئے شرط یہ ہے کہ اظہارِ زینت کے ساتھ نہ نکلے بلکہ بُرقع یا بڑی چادر کے ساتھ نکلے۔ (بحوالہ تفسیر معارف القرآن جلد۷ ص ۱۳۵)

مسئلہ: عورتوں کو جب کسی ضرورت کی بناء پر گھر سے باہر نکلنا پڑے تو لمبی چادر سے تمام بدن چُھپا کر نکلیں' اور اس چادر کو سر کے اوپر سے لٹکا کر چہرہ بھی چھپا کر چلیں مُروّجہ بُرقع بھی اس کے قائم مقام ہے۔ (بحوالہ تفسیر معارف القرآن جلد۷' ص ۲۳۵)

مسئلہ: ضرورت کے مواقع میں جب عورت کو گھر سے باہر جانا پڑے تو اس وقت کسی بُرقع یا لمبی چادر کو سر سے پیر تک اوڑھ کر نکلے' بدن کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو' اور گھر سے نکلتے وقت عورت کو خوشبو لگانا اور بجنے والا کوئی زیور پہننا اور راستہ کے بیچ میں چلنا وغیرہ سب ناجائز ہیں (جو کہ ایک بد چلن اور فاحشہ عورت کی شان ہے کسی شریف عورت کو ایسا زیب نہیں دیتا جس عورت کو خدا پر اور قیامت کے دن پر یقین ہو اس کو ان ناپاک حرکتوں سے بچنا چاہیے اگر کوئی مسلمان عورت ان غلیظ حرکتوں میں مبتلا ہے تو اب بھی وقت ہے کہ توبہ کر کے باز آجائے ورنہ وقت ہی بتلائے گا اور وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے) (بحوالہ تفسیر معارف القران جلد۷ ص ۲۱۷ سورۂ احزاب)

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو عورتوں کے بیچ میں چلنے اور عورتوں کو مردوں کے بیچ میں چلنے سے بڑی سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے" (ترجمہ ابوداؤد جلد۲ ص ۱۴۴ کتاب الادب)

حدیث: حضرت ابو سعید انصاریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس وقت کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ راستے میں مرد و عورت سب خلط ملط ہو گئے ہیں یعنی سب مل جُل کر چلنے لگے ہیں' تو اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں سے فرمایا عورتیں پیچھے رہو' تمہارے لئے سڑک کے بیچ میں چلنا جائز نہیں ہے بلکہ تم راستہ میں

ایک طرف ہو کر چلا کرو' حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمان عورتیں یہ ہدایت سنتے ہی کنارے ہو کر دیواروں کے ساتھ ساتھ مل کر چلنے لگیں یہاں تک کہ بسا اوقات دیوار سے مل کر چلنے کی وجہ سے ان کے کپڑے دیوار سے لٹک جاتے تھے"

(ترجمہ ابوداؤد جلد ۲ ص ۱۱۰۴ حدیث ۴۸۸۳ کتاب الادب)

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضروری کام کے لئے گھروں سے باہر نکلیں تو اپنے سروں کے اوپر سے اپنی چادروں کے دامن لٹکا کر یا برقع کے نقاب ڈال کر اپنا منہ چھپالیں اور صرف اپنی آنکھیں کھلی رکھیں تاکہ کوئی فاسق ان کو چھیڑنے کی جرأت نہ کرے۔ (بحوالہ تفسیر ابن جریر جلد ۲۲ و تفسیر جامع البیان جلد ۲۲ ص ۳۳۔ و تفسیر معارف القرآن جلد ۷ ص ۲۳۳)

حضرت علامہ نیشاپوریؒ کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں شریف عورتوں کا لباس ادنیٰ طبقہ کی عورتوں سے مختلف نہ تھا' صرف قمیص اور دوپٹے کے ساتھ عورتیں گھر سے نکلتی تھیں' نہ چادر نہ برقع' اس جہالت کو دور کرنے کے لئے مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ (جب ضروری حاجات کے وقت گھر سے باہر نکلیں تو) چادر اوڑھیں یا نقاب ڈالیں اور اپنے سر اور چہروں کو چھپائیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ شریف اور باحیاء عورتیں ہیں بے غیرت و بد چلن نہیں ہیں (اور مشتبہ سیرت و کردار کے لوگ اسے دیکھ کر کسی طمع میں مبتلا نہ ہوں)

(بحوالہ تفسیر غرائب القرآن جلد ۲۲ ص ۳۶ تفسیر احکام القرآن جلد ۳ ص ۴۵۸)

حضرت امام رازیؒ کہتے ہیں اس پردہ سے مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ بدکار اور بے غیرت عورت نہیں ہے' کیونکہ جو عورت اپنا چہرہ چھپائے گی حالانکہ چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے تو اس سے کوئی شخص یہ توقع نہیں کر سکتا کہ وہ اپنا ستر غیر کے سامنے کھولنے پر راضی ہوگی' اس طرح ہر شخص جان لے گا کہ یہ باپردہ عورتیں ہیں' ان سے زنا کی امید نہیں کی جا سکتی' اور نہ کسی قسم کی بدتمیزی و بدتہذیبی کی توقع کی جا سکتی ہے

(تفسیر کبیر جلد ۶ ص ۵۹۱)

یہاں پر ناظرین کتاب کو یہ بات ضرور یاد رہے کہ جس کا ذکر پہلے بھی کیا گیا ہے کہ عورتوں کا چہرہ اور ہتھیلیاں اگرچہ فی نفسہ ستر میں داخل نہیں ہے' مگر بوجہ خوفِ فتنہ کے ان کا چھپانا بھی واجب ہے' صرف شدتِ مجبوری کی صورت میں مستثنیٰ ہیں جس کا مفصل ذکر پیچھے کیا گیا ہے اگر ضرورت ہو تو رجوع فرمائیں یہاں دوبارہ ذکر کرنا فضول ہے۔

حضرت امام محمد بن سیرینؒ نے حضرت عبیدۃ السلمانیؒ سے دریافت کیا کہ حق سبحانہ و

تعالیٰ نے خواتین کو جو یہ حکم دیا ہے کہ اگر شدید ضرورت پر عورت کو گھر سے نکلنے کی ضرورت پڑے تو اپنی چادر یا برقع اپنے سر پر ڈال کر چہرے کو چھپا کر پھر نکلیں اس کی کیا صورت ہے ؟" انہوں نے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے اپنی چادر اٹھائی' اور خود اوڑھ کر بتایا' اور اس طرح بتایا کہ پورا سر پیشانی اور پورا منہ ڈھانک کر صرف بائیں آنکھ کھلی رکھی' اور فرمایا حق تعالیٰ کے فرمان کا یہی مطلب ہے" (بحوالہ تفسیر ابن جریر و احکام القرآن جلد ۳ ص ۴۵۸ تفسیر معارف القرآن جلد ۷ ص ۲۳۳)

قارئینِ کتاب! ان مذکورہ احکام و ہدایات کی تعمیل سے مسلمان عورتوں کے لئے پردہ شرعی بھی ہو جائے گا اور بہت سہولت کے ساتھ اُوباش اور شریر لوگوں کی شرارت سے بھی حفاظت ہو جائے گی' جو حفاظت باحیاء اور بامُروّت اور شریف عورتوں ہی کی شرافت و عفت اور صفائی کے لئے ہے' عزّت ایک شریف اور غیرتمند عورت کے لئے بہت بڑی دولت ہے بلکہ عزّت کی قیمت صحیح معنیٰ میں سلطنت سے کہیں زیادہ ہے' عزّت بہت بڑی محنت و مشقت سے حاصل ہوتی ہے اور بے عزّتی کے لئے نہ کسی وقت کی ضرورت ہے نہ کسی محنت کی' چاہے جب حاصل کرلو' جس عورت کے پاس اپنی عصمت و آبرو کی نہ کوئی اہمیت ہے نہ کوئی حفاظت' اس کی کوئی قدر شریف خاندان' پاکیزہ سماج اور نیک لوگوں میں نہیں' اور وہ نام کے تو مسلمان ہے مگر اسلام کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ اور ایک بدنما دھبہ ہے' اور قوم اس کو فاحشہ و طائفہ کی صف میں کھڑا کر دیتی ہے تاکہ دنیا اسے لعنت کرے' بے حیاء و بے غیرت عورت کی نہ اس دنیا میں کوئی قدر ہے نہ خدا کی عدالت میں' دونوں جگہ اس کے لئے لعنت ہی لعنت ہے' اللہ ہر مسلمان عورت کو فطری غیرت کی قدر اور اپنی عصمت کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حدیث: ایک خاتون حضرت اُمِّ خلاّ کا لڑکا کسی جنگ میں شہید ہو گیا تھا۔ وہ خاتون اپنے لڑکے کے متعلق معتبر خبر دریافت کرنے کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں مگر اس رنج و غم کے عالم میں بھی وہ مکمل پردہ کے ساتھ اور چہرہ پر نقاب ڈال کر آئیں اس رنج و غم میں پردہ کا اتنا اہتمام دیکھ کر بعض صحابہ نے بڑی حیرت سے دریافت فرمایا کہ اس وقت بھی تمہارے چہرہ پر نقاب پڑا ہوا ہے ؟ (یعنی بیٹے کی شہادت کی خبر سن کر تو ایک ماں کو اپنے تن و من کا ہوش نہیں رہتا' اور تم اطمینان کے ساتھ باپردہ آئی ہو) یہ سن کر وہ عورت جواب میں کہنے لگیں **ان ارزأ ابنی فلن ارزا حیائی** 'یعنی" میں نے بیٹا تو ضرور کھویا ہی مگر اپنی حیاء تو نہیں کھوئی" جو کہ عورت کے لئے قیمتی دولت ہے'

(ابوداؤد۔ کتاب الحیاء)

عزیزانِ اسلام! اللہ جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صاف صاف ہدایات اور زمانہ جاہلیت کی جہالت کو دیکھ لینے کے بعد ایک مؤمن کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں (۱) یا تو وہ اسلامی احکام کی پیروی کرے اگر وہ واقعی مسلمان رہنا چاہتا ہے' اور اپنی ذاتی زندگی اور اپنے گھروالوں کی زندگی کو ان اخلاقی فتنوں سے پاک کردے جن کے سَدِباب (قطعی ممانعت) کے لئے اللہ نے اپنے قرآن اوراس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت میں اس قدر تفصیلی احکام دیئے ہیں اور ساتھ اچھائی وبُرائی کی امتیاز و پہچان کے لئے عقل و ہوش کی دولت سے بھی اللہ تعالٰی نے انسانوں کو نوازا ہے' (۲) یا تو وہ اسلام سے قطعِ تعلق کرے اور ان شرمناک و تباہ کن نتائج کو قبول کرے' جو اس کو مغربی نظامِ معاشرت میں لامحالہ لے جانے والا ہے' اوراپنے نفس کی کمزوری کے باعث احکام الٰہیہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کرے' اور یہ صاف صاف کہے کہ ہم خدا کے قانون سے بغاوت کرنا چاہتے ہیں' ہم خدا کے باغی اور دین کے دشمن ہیں خواہ مخواہ کی تاویلوں سے گناہ کو ثواب اور معصیت کو عبادت اور بدعت کو سنت بنانے کی کوشش نہ کرے' اور یہ بات یاد رہے کہ عمل کا بگاڑ قلب کے بگاڑ کا نتیجہ ہے اور عمل کی اصلاح قلب کی اصلاح کا نتیجہ ہے۔ آج کل کے کچھ گندم نماجو فروش مسلمان قرآن وحدیث کے صریح احکام اور واضح ہدایات کی خلاف ورزی کرکے مغربی معاشرت کی چال ڈھال اور طرزِ عمل کو بڑی خوشی سے اپنا رہے ہیں' اور اسی پر اکتفا نہیں بلکہ اسی مغربی طرز و روش اور گندے آطوار کو اپنی صفائی کے لئے عینِ اسلام ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں' اور اعلانیہ دعویٰ کرتے پھرتے ہیں کہ اسلام میں سرے سے پردے کا حکم موجود ہی نہیں ہے' اور اگر اب ہے بھی تو اس پردہ پر کون عمل کرتا ہے' اور کون مانتا ہے' یعنی گناہ اور نافرمانی پر جہالت و منافقانہ ڈھٹائی کا اور اضافہ کرلیتے ہیں' یہ کیسی ذلیل منافقت ہے' اور اسلام سے کیسی گستاخی اور دشمنی ہے؟

درحقیقت یہ لوگ مسلمان ہی نہیں ہیں' کیونکہ غیرمسلم قوموں کے آطوار اور مغربی رفتار و گفتار کو اختیار کرکے اور اسلام سے اعلانیہ اِنحراف کرکے بھی اگر وہ مسلمان ہوں' تو پھر اسلام اور کفر کے الفاظ قطعاً بے معنیٰ ہوجاتے ہیں قرآن جس مغربی نظامِ معاشرت کے اصول اور مقاصد کی ایک ایک چیز کو حرام کہتا ہے اسے آج کل کے مسلمان علی الاعلان اختیار کرتے پھرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ اپنے نام بدل دیتے اور اعلانیہ اسلام سے نکل جاتے تو ہم کم از کم ان کی اخلاقی جُرأت و دلیری کا تو اعتراف کرتے' لیکن ان گندم نما جو فروش

مسلمانوں کا حال تو یہ ہے کہ خیالات و ناپاک حرکات رکھتے ہوئے بھی وہ مسلمان بنے پھرتے ہیں اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ قرآن ہی کا نام لے کر رکھتے ہیں تاکہ دنیا اس فریب میں مبتلا رہے اور ان کو مسلمانوں سے باہر نہ سمجھے' انسانیت کی اس سے زیادہ گری ہوئی اور بدترین قسم غالباً دنیا میں اور کوئی نہیں پائی جاتی۔ یہ لوگ ہدایت کو نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں اور نہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔

آج بے حیائی عام کیوں ہے؟

آج پوری دنیا میں بے حیائی عام ہے۔ اور بد معاشی و بد فعلی کا بازار گرم ہے اور بے ایمانی و بے چینی کے سب شکار ہیں اور یہ ایک عام شکایت ہو گئی ہے' اب سوال یہ ہے کہ یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ جب آج مسلمان کے گھر میں بجائے قرآن کے ٹیلی ویژن آئے گا' وی سی آر آئے گا۔ گھر تھیٹر بن جائے گا' ننگے رسالے' ننگی تصویریں' لپٹا جھپٹی کی فلمیں بنیں گی' عورت اور مرد انہیں دیکھیں گے' تو کیا شیطان سب پر سوار نہیں ہو گا عقل میں فتور پیدا نہیں ہو گا' دل سیاہ اور ذہن گندہ نہیں ہو گا' بے حیائی و بدکرداری عام نہیں ہو گی' بے پردگی کی بُرائی دل سے نہیں نکل جائے گی؟ پہلے ان چیزوں کو بند کرو' جو ان سب گندی حرکتوں اور غلیظ عادتوں کا سبب بن رہے ہیں گھر کے تمام دروازے کھلے رکھ کر چوروں کو دعوت دے کر اگر کوئی یہ سمجھے کہ چوری نہیں ہو گی تو کیا یہ نادانی و حماقت نہیں ہے' عورتوں کو گھروں میں رکھنے کے بجائے دفتروں' بازاروں' سڑکوں اور کارخانوں میں لا کر اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ بد چلنی' بے حیائی' بد نیتی' بد اخلاقی اور بے ایمانی نہیں پھیلے گی تو وہ سب سے بڑا احمق اور جاہل ہے' خدا کا عذاب کسی بھی وقت آسکتا ہے اور سب کو اپنا نوالہ بنا سکتا ہے اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ سب کو عقل و ہوش عطا کرے' اور گناہوں کو گناہ سمجھنے کی توفیق دے اور ان سے بچائے' آمین

واضح ہو کہ خدا کے وفادار اور دیندار بندوں کے مُشیر و صلاح کار فرشتے ہوتے ہیں' اور خدا کے باغی اور پاپی بندوں کے مُشیر شیطان' اپنی زندگی کے معاملات میں اور رفتار و گفتار میں کوئی آدمی جو انداز اختیار کرتا ہے' اسی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کون آدمی کس کو اپنا مُشیر بنائے ہوئے ہے۔

بقول علامہ اقبال

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے — مؤمن کی یہ پہچان کہ گم اس میں آفاق

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی — نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

عاقل کے لئے کافی ہے ایک حرفِ نصیحت — ناداں کے لئے کافی نہیں دفترِ عبرت

ناظرین کتاب! یہ بات بخوبی یاد رہے کہ "موت" یہ ہماری زندگی کا خاتمہ نہیں بلکہ اصل زندگی کا آغاز ہے موت سے پہلے آدمی کو بہت سے کام نظر آتے ہیں، مگر موت کے بعد آدمی کے سامنے صرف ایک ہی کام ہوگا کہ خدا کے غضب اور جہنم کی سزا سے کس طرح بچے؟ للہٰذا عقل مند وہ ہے جو مخلوق میں رہتے ہوئے خالق کو نہ بھولے، اور موت کے بعد کی زندگی کی تیاری میں لگے رہے۔ اور نادان و برباد وہ ہے جو اس زمین سے اسی زمین کی آرام و راحت اور ترقی کی فکر میں لگے رہے اور رات دن دنیا بنانے میں مصروف رہے۔

یہاں تک جلد اوّل اختتام ہوا

"سب بڑائی و بزرگی اور تعریفیں خدا تعالیٰ کے لئے ہیں، وہی لائقِ عبادت ہے، انسان سراپا اس کا محتاج ہے"

حصہ دوم

شادی کی حقیقت اور آج کی شادی خانۂ بربادی کیوں؟

ناظرینِ کتاب! اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مرد و عورت کے جوڑے بنائے اور مرد و عورت دونوں پر شہوت غالب کی ہے۔ دونوں کے لئے ایک دوسرے میں جنسی کشش رکھی ہے یہ جسمانی نظام، انسان کے یہ فطری تقاضے، آلات و افعال بزبانِ حال دنیا کے انسانوں کو باری تعالیٰ کی تخلیق کا منشا و مقصد سمجھنے کی دعوت دیتے ہیں خدا تعالیٰ نے صرف جسمانی نظام اور باہمی فطری تقاضے کو بنا کے نہیں چھوڑ دیا بلکہ سرکارِ دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی و عملی طور پر اس نظام کے استعمال کے طریقے اور شرعی ضابطے اور آدابِ زندگی بھی بتلا دیئے گئے ہیں، اس لحاظ سے نکاحی زندگی کے احکام و شرعی حدود و مسائل اور میاں بیوی کے باہمی تعلقات کو مضبوط بنانے اور اپنے بچوں کی زندگی کو خوشگوار بنانے اور ساتھ ہی جہالت و بدعت اور رسوم سے بچنے کا طریقہ اور شرعی حکم کا علم ہونا نہایت ہی ناگزیر ہے، تاکہ نکاحی زندگی بہیمیت کا رُخ اختیار کر کے نظامِ زندگی کو تہ و بالا نہ کر ڈالے، اور باہمی تعلقات و معاملات کا سارا نظام مصنوعی ہو کر نہ رہ جائے، اور باہمی نفرت و عداوت کے شعلے نہ بھڑکیں اور دائمی زندگی (آخرت) کے لئے خسارہ نہ مول لے یہ کتاب انہی تمام مسائل کو شریعت کی روشنی میں حل کرنے کے لئے ہے۔ اگر ہم معلومات کے ساتھ ساتھ عمل کو بھی ساتھ میں لئے چلیں تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ ہماری یہ معلومات ذخیرہ آخرت بھی بن جائیں گی۔

ہدایت: یہ بات یاد رہے کہ صرف تقریریں کہہ کہہ کے زبان بنانے سے، تقریریں سن سن کر کان پکانے سے اور تحریریں و کتابیں پڑھ پڑھ کر آنکھیں گنوانے سے بہتر یہ ہے کہ آدمی یہ سوچے کہ جو کچھ کہا جو کچھ سنا اور جو کچھ پڑھا اس پر عمل بھی کیا یا نہیں اور جو کچھ پڑھا تھا وہ یاد بھی ہے یا نہیں؟

اگر عمل کی طاقت اور یادداشت کی صلاحیت ہی نہیں ہے تو پھر ہم کس کام کے؟ یہ یاد رہے کہ جس طرح جسم کا لباس کپڑا ہے اسی طرح آدمی کا لباس علم ہے اور علم کا لباس عمل ہے۔

اقبال نے کیا خوب کہا

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن مُلّا کی اذان اور مجاہد کی اذان اور پرواز ہے دونوں کی اِسی ایک فضا میں کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

نکاح

شادی قدرت کی طرف سے ایک مقدس بَندھن ہے' شادی سے دین کی مدد ہوتی ہے اللہ کے دشمنوں اور غلط خواہشوں کے مکر و فریب سے بچنے کے لئے شادی ایک مضبوط حِصار و قلعہ ہے' شادی سے شیطان ذلیل اور رسوا ہوتا ہے۔ نکاح کے ذریعہ امت کے افراد میں اضافہ ہوتا ہے' اور امت کی کثرت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فخر حاصل ہوگا۔ شادی لڑکے اور لڑکی کے درمیان ایک خوشی کا اعلان ہے' غرض شادی قدرت کی طرف سے ایک عظیم نعمت اور عنایت کا سرچشمہ ہے۔

شادی لڑکے کی جانب سے یہ ہے کہ وہ آج سے فلاں کی صاحبزادی کو صرف اپنی منکوحہ ہی نہیں بلکہ اپنی شریکِ حیات' رازداں' رفیقِ راہ' غم خوار' شریکِ حال' دلِ آرا اپنا ہم پیالہ و ہم نوالہ بنا رہا ہے۔ اور زندگی کے دیگر معاملے میں بھی ہم چشم ہے۔ شادی لڑکی کی جانب سے ایک خاموش وعدہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کی وفادار' دل دار' غمگسار' دکھ درد کی شریک' خیراندیش اور امین بن کر رہے گی' اس مقدس بندھن' اس مبارک اعلان اور اس مضبوط وعدے کے سماج کے تمام افراد گواہ ہوتے ہیں۔

شادی کے سلسلے میں ہر ماں باپ کا یہ ایک اہم فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے صاحبزادے کے لئے خوش اخلاق' نیک کردار' اعلیٰ ظرف' سلیقہ مند' باصلاحیت' باحیاء' خیرخواہ' قول و فعل کی سچی' امورِ خانہ داری میں ماہر' دیندار' اور شریف النسب بیوی لائیں' تاکہ گھر چلے' گھر قبر یا حشر نہ بن جائے۔ اچھی اولاد ہو' آپس میں خوشحالی پیدا ہو' سکون و اطمینان سے زندگی بسر ہو' اگر کسی کو حقیقی ایمان نصیب ہو تو پھر اس کا حال یہ ہوتا ہے۔ بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہر راحت و نعمت پر شکر اور ہر مصیبت و علالت پر صبر پس ہر حالت میں اس کو نیکی حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ وصف بجز مؤمن کے اور کسی میں نہیں ہوتا۔ اللہ ہم سب کو حقیقی ایمان نصیب فرمائے۔

اسی طرح والدین اپنی پیاری لڑکی کے لئے خوش اخلاق' ایماندار' وفاشعار' ذمہ دار' برسرِروزگار' بلند کردار' مہذب' تعلیم یافتہ' شائستہ اور نہایت ہی نیک لڑکا (شوہر) مہیّا کریں۔ شادی کی کامیابی اور گھر میں خوش حالی اور اولاد کی ترقی و دینداری کے لئے میاں بیوی دونوں کا اچھا' سچّا' ایمان دین دار اور بلند کردار ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا مچھلی کی زندگی کے لئے پانی لازمی ہے' ورنہ آپس میں بندھن جوڑنے اور مضبوط ہونے کے بجائے

ٹوٹنے کا اندیشہ ہے آخر شادی خانہ بربادی میں تبدیل ہو جائے گی اور گھر جنت نہیں جہنم بن جائے گا' جس کا مشاہدہ آج ہم اچھی طرح کر رہے ہیں اور لوگوں سے سن بھی رہے ہیں۔

آج کل کے ماڈرن والدین ایک نظر میں

آج کل ہمارے یہاں اپنی کم فہمی' کم ظرفی' بے دینی' دنیا طلبی' خدا فراموشی' کمینہ پن اور ذہنی دیوالیا پن کی وجہ سے اچھے شوہر اور اچھی بیوی کا مطلب ہی غلط لیا جاتا ہے مثلاً اچھے شوہر کا مطلب آج کل جو ہم اپنی ذہنیت کی خرابی اور عقل کی کمی کی وجہ سے سمجھ رہے ہیں کہ لڑکا خوبصورت ہو' دولت و طاقت کا مالک ہو' کار یا بنگلے والا ہو' انجینئر ہو' ڈاکٹر ہو' فلمی ہیرو کی طرح لوفر ہو' اسمگلنگ سے چرس اور افیون کی خفیہ تجارت سے دھوکے اور ہیرا پھیری سے کمایا ہوا امیر جو رشوت لے لے کر حرام کمائی سے گھر بنگلہ بنانے والا سرمایہ دار ہو' غریبوں کا خون چوسنے اور جبر و ظلم کرنے والا قوم کا لیڈر ہو' صلوٰۃ و تلاوت اور خدا و رسول خدا کی اطاعت سے دور شیطان کا برادر ہو' داڑھی منڈا کر نامرد بننے والا' پتلون سوٹ' بوٹ' ٹائی اور اسٹائل لگانے والا یہود و نصاریٰ کا پیرو کار ہو' کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والا' کھانا کھانے والا' بایاں ہاتھ سے پانی پینے والا اور انگریزی فیشن پر چلنے والا مغرب پرست سردار ہو وغیرہ وغیرہ اسی طرح اچھی بیوی کا مطلب اپنے ذہنی دیوالیہ اور حماقت کی وجہ سے یہ سمجھ رہے ہیں کہ چمڑی سفید ہو' خوبصورت ہو' امیر گھرانے کی ہو' ناز نخرے والی ہر وقت میک اپ اور ٹیپ ٹاپ کرنے والی اور ہر ایک سے باتیں کرنے والی ہو' بے پردگی کے ساتھ بازاروں میں' سڑکوں پر اور پارکوں میں گھومنے والی ہو اور مارکیٹنگ کرنے والی ہو اور دوکانداروں سے بے حجاب سودا کرنے والی ہو' پڑھانے والی' دفتروں میں نوکری کرنے والی ہو' نہ صلوٰۃ و تلاوت سے کوئی مطلب ہو اور نہ ہی خدا کی عبادت اور خوفِ آخرت سے کوئی واسطہ ہو' جب کہ اچھی کا مطلب یہ ہرگز نہیں نہ شرعاً نہ اخلاقاً آج کل لڑکے کے والدین کی نظر میں لڑکی کے اخلاق و سیرت پر نہیں' نفس کی پاکیزگی اور دینداری پر نہیں' پردہ نشینی اور خاندان پر نہیں' عزت و شرافت پر نہیں' عبادت و آخرت پر نہیں بلکہ عارضی دولت شہرت پر' سونے چاندی پر' نوٹوں پر' ملازمت اور موٹی تنخواہ پر' ظاہری ٹیپ ٹاپ اور چمک دمک پر' دنیاوی تعلیم ڈپلوما' ڈگری' انگریزی پڑھنے لکھنے میں ماہر اور عہدے پر چلی گئی ہے۔

لوگوں کی بدنصیبی اور کم ظرفی کا عالم یہ ہے کہ وہ مستقبل کو نہیں حال کو دیکھ رہے ہیں گھر کو نہیں پیسے کو دیکھ رہے ہیں' آخرت و عزت کو نہیں دولت و شہرت کو دیکھ رہے

ہیں، صلوٰۃ و تلاوت کو نہیں صورت اور پنچایت کو دیکھ رہے ہیں اور لُطف کی بات یہ ہے کہ آج کے والدین اس طرح کے لڑکے کو اپنی پیاری بچی کے محفوظ مستقبل اور باہمی خوشحالی کا ضامن سمجھ رہے ہیں، جب کہ ایک جاہل سے جاہل کی عقل بھی یہ کہتی ہے کہ شرافت و سیرت سے محروم، رشوت لینے والا، لوگوں پر ظلم و جبر کرنے والا، دوسروں کا حق مارنے والا، خدا کا فرض اور بندے کا قرض ادا نہ کرنے والا کبھی اس قابل ہو ہی نہیں سکتا، اور ایک نہ ایک دن قدرت کی مار اس پر کسی نہ کسی شکل میں ضرور پڑ کر رہتی ہے، مَوج اُڑانے کے دن تھوڑے اور سزا بھگتنے کے دن زیادہ ہوتے ہیں یہ بات یاد رہے کہ نیکی و سچائی اور ایمانداری سے گزر بسر کرنے والے کے ساتھ رحمٰن ہوتا ہے اور اللہ کی رحمتیں و عنایتیں اور برکتیں اس کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہیں، اور بے ایمانی باطل پرستی اور چوری و رشوت خوری کرنے والے کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہوتا ہے، ان کی اولاد نیک صالح اور اچھی نہیں ہوتی، گھر میں خدا کی رحمتیں و برکتیں نہیں ہوتیں شیطان حرام خوروں، بدکاروں، اندھی کمائی کرنے والوں اور اوپر کی آمدنی کھانے والوں اور دینے والوں کو نیکی و بھلائی اور جنتی اعمال سے ہمیشہ دور رکھتا ہے اگر یہ لوگ کچھ نیکی بظاہر کر بھی لیں تو شیطان ریا کاری کا رنگ چڑھا کر باطل کر دیتا ہے اور خدا تک پہنچنے کی نوبت نہیں آنے دیتا۔

محترم! پہلے زمانے میں شادیاں بے حد کامیاب ہوتی تھیں اور طلاق کا اطلاق، خودکشی اور اغوا کی واردات شاذ و نادر تھیں، آج کے دور کے مانند عام نہیں تھیں۔ اس کی واحد وجہ یہی تھی کہ لڑکے اور لڑکی کے والدین حقیقی طور پر سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پابند تھے اور شریعت کے احکام پر عمل کرتے تھے نہ پنچایت پر، اور نہ جہالت و بدعت پر، ایمان کی دولت کو سب سے بڑی دولت سمجھتے تھے، صورت کو نہیں سیرت کو دیکھتے تھے، ڈگری کو نہیں اخلاق کو دیکھتے تھے، شہرت کو نہیں شرافت کو دیکھتے تھے، جہیز کو نہیں خاندان کو دیکھتے تھے، زیور کو نہیں عادت اور کردار کو دیکھتے تھے، جوڑے کی رقم کو نہیں لڑکی کی تعلیم و تربیت کو دیکھتے تھے، کیونکہ ان کے نزدیک لڑکی کے اندر ان اُوصاف کا پایا جانا ہی سب سے بڑی دولت تھی، وہ چاہتے یہی تھے کہ آنے والی لڑکی اچھی بیوی، اچھی بہو، اچھی ماں، اور اچھی سرپرست ثابت ہو، اپنے اور آنے والے گھر کا نام روشن کرے، اس وقت امریکہ کی پچھتّر فیصد خواتین کو جو پہلے آزادی و مساوات اور برابری کی تحریک چلاتی تھیں اب برسہا برس کے تجربے اور مشاہدے کے بعد یہ کہتی ہیں کہ عورت کو قدرت نے درحقیقت گھر کی دیکھ بھال، بچوں کی پرورش اور شوہر کی خدمت ہی کے لئے پیدا کیا ہے، عورت وہی اچھی جو شوہر کا احترام کرے اور اس کی تمام چیزوں کی امین رہے اور گھر کی مالکہ

بن کر زندگی گزارے۔

غرض امریکی خواتین کہتی ہیں کہ عورت کے لئے فخر کی چیز یہ کبھی نہیں ہے کہ وہ کتنی تنخواہ کماتی ہے اور کتنی ڈگریاں رکھتی ہے' بلکہ یہ ہے کہ وہ کتنی اچھی بیوی اور کتنی اچھی ماں بن سکتی ہے' محترم! اب تو یہ سب اوصاف ایک خواب اور مصنوعی بن کر رہ گئے ہیں اب ان چیزوں پر نظر رکھنے والے کہاں ہیں پیسے کے شیطان نے سب کو اپنا بنا رکھا ہے' اس ماڈرن دور میں اگر دولہا کے اندر یہی دیکھ لیا جائے تو بھی بہت ہے کہ وہ مسلمان بھی ہے یا نہیں اور لڑکی مسلمان گھر جا رہی ہے یا کافر کے؟ آج کل کے بہت سے تعلیم یافتہ لوگ ایسے آزاد ہوئے ہیں کہ بہت سوں کا ایمان و اسلام ہی باقی نہیں' اسلام اور اسلامی تہذیب کو ایک غیر ضروری چیز سمجھ لیا ہے اور بعض لوگوں کو تو اسلام سے اس قدر اجنبیّت ہو گئی ہے کہ نام بھی مسلمانوں کا سا پسند نہیں کرتے اور اس کو اپنی شان کے خلاف اور ذلّت سمجھتے ہیں' اور کلمہ گو ہو کر اہلِ یورپ اور انگریزوں کے سے نام رکھتے ہیں اللہ ہم سب کو عقل و ہوش سے نوازے۔

ناظرینِ کتاب! اس طویل بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے جوڑے بنائے ہیں تو اسی لئے کہ جس جگہ مرد (کمزور ہوتا ہے تو وہاں عورت اس کی طاقت بن جاتی ہے' یعنی عورت مرد کو بہترین مشورے دیتی ہے اس کا سہارا بن جاتی ہے' اس کی مدد کرتی ہے اور دونوں خوشگوار زندگی بسر کرتے ہیں' اسی طرح کسی جگہ عورت بالکل بھولی بھالی' شرمیلی اور کچھ نہ جاننے والی ہوتی ہے اور شوہر پڑھا لکھا' سمجھدار اور معاملہ فہم ہوتا ہے اور بیوی کے بھولے پن اور سادگی پر مرد سہارا دیتا ہے اور خدمت گزاری اور گھر کے دیگر کاموں میں اس کا ہاتھ بٹاتا ہے' اسی طرح دونوں خوشی اور سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں' مگر جہاں دونوں برابر ہوتے ہیں وہاں کشیدگی' نافرمانی' عیب جُوئی اور خود پسندی اور تجھ سے میں کیا کم ہوں خیال کار فرما ہوتا ہے' اور باہمی خوشگواری کے بجائے زندگی مستقل عذاب بن جاتی ہے' جو آج بخوبی ہم دیکھ رہے ہیں اور سن بھی رہے ہیں۔

جس طرح قدرت نے مرد کو جسمانی محنت و مشقت' روزی کی تدبیریں سوچنے اور دَوڑ دُھوپ کے لئے پیدا کیا ہے اسی طرح عورت کو نوعِ انسانی کی پیدائش اور افزائش کے لئے بنایا گیا ہے' ایک کا کام گھر سنبھالنا ہے تو دوسرے کا کام گھر کی ضروریات کو پوری کرنا ہے' ایک کو بیوی بچوں کی ضروریات فراہم کرنے کا فرض دیا گیا ہے تو دوسرے کو شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی دیکھ بھال اور تربیّت کی ذمہ داری دی گئی ہے' عورت کی شان یہی ہے کہ وہ گھر کا کام بخوبی انجام دے' گھر سے باہر کے لئے نہ عورت کو پیدا کیا گیا ہے اور نہ ہی

اس کے لئے اس میں بھلائی اور نیکی ہے اور گھر سے باہر کا کام صرف مرد ہی کے لئے موزوں ہے' روزی کا تلاش کرنا' مزدوری کرنا اور باہر سے کما کر لانا یہ صرف مرد ہی کی شان ہے۔ عورت کو روزی کی تلاش کے لئے گھر سے باہر نکلنا اور کمانے کے لئے دفتر میں جانا فیکٹری میں کام کرنا' دکان میں بھاؤ تاؤ کرنا' پولیس میں اور ہوٹل میں نوکری کرنا غرض گھر سے باہر کمانے اور محنت و مزدوری کے لئے آنا جانا یہ صرف اس کی فطرت وذات کے خلاف ہے بلکہ اس کی عصمت' عظمت' غیرت اور شرافت کے بھی سراسر خلاف ہے' کتنی ہی عورتوں پر آج یہ کیفیت گزر رہی ہے کہ پیسوں کی خاطر وہ اپنے زَر اور گھر کو تباہ کر چکی ہیں اور بچوں کو یتیم اور لاوارثوں کی طرح دوسروں کے حوالے کر کے کمائی کے لئے جاتی ہیں۔ کہیں میاں ہے تو کہیں بیوی اور کہیں بچے' پیسوں کی خاطر سب الگ الگ پڑے ہوئے ہیں۔ اُدھر بچے ماں کے لئے ترس رہے ہیں اور بیوی شوہر کے لئے' پیسے کے شیطان نے سب کو الگ الگ کر کے رکھ دیا ہے

صداقت ہو تو دل سینوں میں لرز جاتا ہے　　حقیقت منوائی نہیں جاتی یہ خود کو منواتی ہے

مزے میں دنیا کے ایسے کھو گئے ہیں ہم　　نہ خوفِ خدا رہا اب نہ حشر کا غم

اب وہ بات کہاں پہلی کی سی کہ　　بندوں کی ہوتی تھیں صفیں مسجدوں میں جب

آج کے انسان کی پوچھتے ہو کمال! تو سن لو'　　پیٹ خدا ہے اس کا فریب بندگی ہے اس کی

نکاح کی اہمیّت و فضیلت

قارئینِ کرام! کسی شخص کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نکاح اس کے حق میں واقعی بہتر ہے یا تنہائی بہتر ہے' بلکہ اس سلسلے میں صحیح بات یہ ہے کہ نکاح سے پہلے ہر شخص نکاح کے مسائل و فوائد پر نظر ڈالے پھر ہر فائدے اور نقصان کا اپنی ذات پر اِنطباق کرے یعنی فائدہ و نقصان دونوں میں مُوازنہ کرے اور ملا کر دیکھے کہ کس میں بہتری ہے؟

مثال کے طور پر نکاح کے اہم ترین فائدے دو ہیں ایک افزائشِ نسل (نسل کا بڑھانا) اور دوسرے اِزالۂ شہوت' اسی طرح نقصان بھی دو ہیں یہی دونوں آفتیں زیادہ خطرناک ہیں جس سے دنیا بھی خراب اور عقبیٰ بھی برباد ہو جاتی ہے۔ ایک طلبِ حرام کی ضرورت' دوسرے یادِ الٰہی سے غفلت ہر انسان ان مذکورہ چار اہم باتوں کو ایک دوسرے کے مقابل رکھ کر دیکھ لے کہ وہ نکاح کا اہل ہے یا نہیں' اگر فوائد و آفات دونوں غلط ملط ہوں جیسا کہ آج کل یہ صورت عام ہے اور اکثر لوگوں کا یہی حال ہے' تو پوری ایمانداری اور سچائی سے

دونوں پہلوؤں کا تقابل کرے اور یہ دیکھے کہ فوائد سے اس کے دین میں اضافے کی کس قدر توقع ہے' اور آفات سے کمی کا کس قدر اندیشہ ہے جو پہلو بھی راجح ہو وہی اختیار کرے' اور دنیا سے آخرت کو زیادہ ترجیح دے۔ مؤمن کے لئے بہتری اور کامیابی اسی میں ہے کہ رحمٰن کو راضی کرے شیطان کو نہیں

محترم! نکاح سے عموماً" بہت سے فائدے ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے چند نمونے کے طور پر یہ ہیں (۱) نکاح کے ذریعہ شیطان سے حفاظت ہوتی ہے' شہوت کا جوش اور ہیجان دفعہ ہوتا ہے' نگاہیں نیچی رہتی ہیں' شرم گاہیں بدکاری سے محفوظ رہتی ہیں۔ (۲) اولاد' نکاحِ نسل انسانی کے تسلسل کا ایک ذریعہ ہے۔ (۳) نکاح کے ذریعہ دل کو سکون ملتا ہے' بیوی کے پاس بیٹھنا اور دل لگی کی باتیں کرنا جس سے قلب کو تسکین اور دل کو تسلّی حاصل ہوتی ہے (۴) نکاح کے ذریعہ مرد کو گھریلو ذمہ داریوں سے فراغت مل جاتی ہے اور گھر کا نظم صحیح ہو جاتا ہے اگر انسان تنہا زندگی گزار رہا ہو تو اس کی ذمّہ داری بہت بڑی ہے' گھر کی صفائی سے لے کر کھانا وغیرہ پکانے تک ہر کام اسے خود ہی کرنا پڑتا ہے' نکاح کے ذریعہ اس میں آسانی ہو جاتی ہے (۵) نکاح مجاہدۂ نفس کا ایک عظیم ترین ذریعہ ہے' مثلاً گھر کی دیکھ بھال اہلِ خانہ کے حقوق کی ادائیگی' بیوی کی عادتوں پر صبر اور ان کی اصلاح وغیرہ وغیرہ یہ تمام امور بہت بڑی فضیلت رکھتے ہیں۔ اور یہ نکاح ایسی چیز ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور جنت تک باقی ہے' اسی لئے تمام انبیاءِ کرام اسی مرحلے سے گزرے ہوئے ہیں۔ سوائے حضرت عیسیٰؑ کے اور وہ بھی جب دوبارہ زمین پر بحکمِ خدا تشریف لائیں گے اس وقت نکاح کریں گے اور ان کے ہاں اولاد بھی ہوگی جو کہ حدیثِ مرفوع سے ثابت ہے۔

(احیاء جلد ۲ قسط ا ص ۵۲)

محترم! اس مقام پر ایک حقیقت کو ذہن میں رکھتے ہوئے آگے بڑھیں کہ خدا کی بنائی ہوئی اس زمین پر ہر انسان کی زندگی میں دوسرے انسان کے لئے سبق موجود ہے آدمی اگر عبرت کی نگاہ کھول کر دنیا میں رہے تو اپنے ہم جنسوں کے واقعات میں وہ اتنی کافی راہنمائی پالے کہ ہر قسم کے نشیبُ و فراز کو سمجھ کر زندگی گزارنا اس کے لئے ممکن ہو جائے۔ وہ ہر ٹھوکر سے دور رہے' وہ ہر پست حرکت سے اپنے آپ کو بچائے' وہ ہر نادانی میں پڑنے سے محفوظ رہے۔ مگر انسان دوسروں سے سبق نہیں لیتا' کیونکہ آدمی کا یہ مزاج بن چکا ہے کہ آدمی کسی حقیقت کو اس وقت تک نہیں مانتا جب تک اس کو ذاتی طور پر اس کا تجربہ نہ ہو جائے جب کہ تجربہ وہی ہے جو دوسروں سے حاصل ہو' کیونکہ اپنا تجربہ تو ہمیشہ ہلاکت کی

قیمت پر حاصل ہوتا ہے' انسان کو انسانی واقعات سے نصیحت لینے کے لئے عبرت کی نگاہ درکار ہے' عبرت کی نگاہ سے مطلب یہ ہے کہ اس کی آنکھ نے جو کچھ پایا ہے اس کو وہ اپنے دماغ سے بھی پانے کی کوشش کرے جو شخص دیکھتا ہے مگر نصیحت نہیں لیتا' وہ دیکھنے کے بعد بھی کچھ نہیں پاتا' یہ دیکھنا گویا کیمرہ جیسا دیکھنا ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے نہ دیکھنا۔

ناظرینِ کتاب ! اب ملاحظہ فرمائیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں شادی کی فضیلت اور اہمیت'

قَالَ تَعَالٰی : وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ (۳۲ پ ۱۸ سورہ نور)۔

ترجمہ : اور تم (لوگوں) میں جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کردیا کرو' (جو شخص نکاح کی قدرت رکھتا ہو اس پر نکاح کرنا بعضِ علماء کے نزدیک واجب ہے)

وضاحت :۔ آیتِ مبارکہ میں امر کا صیغہ لایا گیا ہے جو شادی کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو عام طور پر یہ فکر ہونی چاہیے کہ ان کے معاشرے میں لوگ بِن بیاہے نہ بیٹھے رہیں' خاندان والے' جاننے والے' پڑوس والے اور دوست احباب سب ہی اس معاملے میں دلچسپی لیں' اور جس کا کوئی مُربّی یا سرپرست نہ ہو اس کو حکومت اس کام میں مدد دے۔ یہ ایک کارِ خیر ہے' دوسری بات یہ ہے کہ اس معاملے میں بہت زیادہ حسابی بن کر نہ رہ جائیں' لڑکی والوں کو چاہیے کہ نیک اور شریف آدمی اگر ان کے ہاں پیغام دے تو محض اس کی غربت دیکھ کر انکار نہ کریں اور نہ خاندان کی طرف نگاہ جمائیں' معاشرت میں آج کل کے لوگوں کے درمیان جو فرق مراتب ہے وہ محض ایک اعتباری چیز ہے' ورنہ اصل میں سب مسلمان یکساں ہیں' اگر کوئی حقیقی وجہ امتیاز ہے تو وہ ایمان ہے جو محض اونچے گھرانے اور بلند کرداروں کا ہی حصہ نہیں ہے' ہوسکتا ہے کہ ایک غریب ایمان و اخلاق اور بلند کرداری میں ایک خاندان مرد اور اونچے گھرانے سے بہتر ہو' اسی طرح لڑکے والوں کو چاہیے کہ کسی نوجوان کو محض اس لئے نہ بٹھا رکھیں کہ ابھی وہ زیادہ کما نہیں رہا ہے' اگر کسی نیک ایماندار لڑکی کا پیغام آجائے تو اسے خوشی سے قبول کرلیں اور خواہ مخواہ نہ ٹالتے رہیں' لڑکی کی ایمانداری کو دیکھیں اس کی غریبی اور مفلسی پر نہ جائیں کیونکہ ایمان کی دولت سب سے بڑی دولت ہے' اگر ایمان عزیز ہو تو خدا اور رسولِ خدا کی اطاعت اور شریعت کو مقدم سمجھیں' بس یہی اصل سرمایہ حیات ہے' اور ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خود غریبی کو پسند فرمایا ہے اور پوری زندگی غربت کی زندگی گزاری ہے ہماری کامیابی فقط ان کی پیروی میں ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ وَ جَعَلْنَا لَھُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّیَّۃً وَمَا کَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ ○ (پ ۱۳ سورۃ رعد' آیت ۳۷)

ترجمہ :اے محمدؐ! ہم نے یقیناً" آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے ہیں اور ہم نے ان (سب) کو بیویاں اور بچے بھی دیئے' اور کسی بھی پیغمبر کے اختیار میں یہ بات نہیں کہ کوئی نشانی بغیر حکمِ الٰہی کے لا سکے' جس نبی نے جو چیز بھی دکھائی ہے اپنے اختیار اور اپنی طاقت سے نہیں دکھائی ہے' اللہ نے جس وقت جس کے ذریعے سے جو کچھ ظاہر کرنا مناسب سمجھا وہ ظہور میں آیا۔

وضاحت :۔ آیتِ مذکورہ میں نکاح کی اہمیّت اور فضیلت کو بتلایا گیا ہے کہ تمام انبیاؑ نے نکاحی زندگی گزاری سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے' ورنہ سب نے عورتوں اور بچوں کے ساتھ ہی دین کی خدمت کی اور حق کی آواز کو بلند کیا اور خدا کو راضی کیا' نکاح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت ہے' اور آپ کی رضا مندی کے حصول کا ذریعہ بھی کیونکہ قیامت کے روز آنحضرتؐ دوسرے تمام انبیاء پر اپنی امت کی کثرت پر فخر فرمائیں گے۔ جو شخص قدرت کے باوجود نکاح سے اعراض کرے گا وہ یقیناً اس غلام کی طرح ہے جیسے کوئی آقا اپنے غلام کو کاشت کے لئے زمین دے اور اس کے لئے کھیتی سے متعلق تمام وسائل مہیا کرے' نگرانی کے لئے ایک گماشتہ' کارندہ (نگراں) بھی مقرر کردے وہ غلام کھیتی کا فن بھی جانتا ہو' بہمہ وجوہ اس عمل پر قادر ہو تو اس کے لئے آقا کے حکم کی تعمیل ضروری ہے' اب اگر وہ غلام آقا کا حکم نہ مانے' کھیتی کے آلات استعمال نہ کرے' زمین یوں ہی پڑی رہنے دے۔ بیج ضائع کردے اور نگراں کو کسی بہانے اور فریب سے رخصت کردے تو کون نہیں جانتا کہ یہ غلام کتنی بڑی سزا کا مستحق ہے' مذکورہ آیتِ مبارکہ میں دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ کوئی انسان خواہ وہ بڑے سے بڑے دنیاوی اقتدار کا مالک بنا پھرتا ہو یا روحانی اقتدار کا مالک سمجھا جاتا ہو' کبھی اس پر قادر نہیں ہو سکا ہے کہ دوسرے کو دلوانا تو درکنار' خود اپنے ہاں اپنی خواہش اور اپنی پسند کے مطابق اولاد پیدا کر سکے یا کوئی دوسری چیز دکھا سکے۔ جسے خدا نے بانجھ کر دیا وہ کسی دوا اور کسی علاج سے اور کسی تدبیر اور کسی عمل سے اولاد والا نہ بن سکا۔ جیسے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور جسے خدا نے لڑکے ہی لڑکے دیئے وہ ایک بیٹی بھی کسی طرح نہ پا سکا' جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ جسے خدا نے لڑکیاں ہی لڑکیاں دیں وہ ایک بیٹا بھی کسی صورت سے حاصل نہ کر سکا۔ جیسے حضرت لوط علیہ السلام اور جسے خدا دونوں دینا چاہیں اسے کوئی روک نہیں سکتا جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہ حکیم بھی ہے اور علیم بھی ہر مستحق کو بخوبی جانتا ہے۔

اس معاملے میں ہر ایک قطعی بے بس رہا ہے۔ اس سے ذرا اور آگے چل کر مخلوق کی پیدائش کی قدرت پر غور کریں تو قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بلیغہ کی عجیب شان نظر آتی ہے۔ وہ ذاتِ باری جسے چاہے بغیر ماں باپ کے پیدا کرے جیسے حضرت آدم علیہ السلام اور جسے چاہے بغیر ماں کے پیدا کرے جیسے حضرت حوّا اور جسے چاہے بغیر باپ کے پیدا کرے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ سب کچھ دیکھ کر بھی اگر کوئی خدا کی خدائی میں مختار کل ہونے کا زعم کرے یا کسی دوسری ہستی کو اختیارات میں دخیل سمجھے تو یہ اس کی اپنی ہی بصیرت اور بے عقلی ہے جس کا خمیازہ وہ خود بھگتے گا کسی کے اپنی جگہ کچھ سمجھ بیٹھنے سے حقیقت میں ذرہ برابر بھی تغیّر واقع نہیں ہوتا۔

خدا سے مانگ اے دل شرم کر بندوں کی منّت سے
جو حاجت مند ہیں ہر دم وہ کیا حاجت روا ہوں گے

حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے اللہ کے لئے کسی کو کچھ دیا اور اور اللہ کے لئے کسی سے محبت کی اور عداوت و دشمنی (بھی) اللہ کے لئے کی اور اللہ ہی کی رضا (اور رسولؐ کی خوشنودی) کے لئے شادی کی تو یقیناً اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا" **من اعطی للّٰہ واحب للّٰہ وابغض للّٰہ وانکح للّٰہ فقد استکمل ایمانہ** (احمد و ترمذی)

حدیث: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے "جو شخص مفلسی کے خوف سے نکاح نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے" **"من ترک التزویج مخافتہ العیلتہ فلیس منا"**
(الحدیث ابو منصور دیلمی و احیاء جلد۲ قسط۱ ص ۵۳)

توضیح: اس حدیث مبارکہ میں اصل نکاح کے ترک کی برائی نہیں ہے' بلکہ نکاح نہ کرنے کے سبب کی مذمت کی گئی ہے' کیونکہ رازق بندہ نہیں بلکہ خدا ہے' شوہر کمانے والا ہے نہ کہ کھلانے والا' مرد روزی کے لئے بھاگ دوڑ کرنے والا ہو سکتا ہے مگر پالنے والا نہیں' مطلب میرا کہنے کا یہ ہے کہ صرف غربت اور مفلسی کو دیکھ کر شادی کو نہ ٹالے تھوڑی آمدنی ہو تو اللہ کے بھروسے پر شادی کرلے زیادہ شان' جشن اور موٹی آمدنی کے چکر میں نہ پڑے۔ قرآن کہتا ہے کہ اِسراف سے بچو' محنت کے ساتھ رزق پیدا کرو اور زیادہ کے چکر میں پڑکر خدا کو مت بھولو' قلیل رزق کے ساتھ صبر و شکر سے کام لو' چوری دھوکہ بازی'

ناپ تول میں کمی' جھوٹ اور رشوت سے رزق پیدا نہ کرو' خدا خود پاک ہے' اگر نجات و مغفرت چاہو تو پاک و صاف رزق کو حاصل کرو چاہے وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو' اور بیوی بچوں کو بھی پاک و حلال رزق کھلاؤ۔

حدیث : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! کیا میں نکاح کو دوست نہ رکھوں؟ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا "بھلا ایسا کوئی شخص ہے جو جنت کو دوست نہ رکھے اور فرمایا کہ جو کوئی بے عورت رہتا ہے (یعنی شادی نہیں کرتا) شیطان اس پر قادر ہو جاتا ہے (اس حدیثِ مقدسہ میں بھی نکاح پر زور دیا گیا ہے اور نکاح سے اعراض پر ترہیب ہے)" (حوالہ کیمیائے سعادت و کتاب الوعظ جلد ۱۸ ص ۷)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "نہیں باز رہتا نکاح سے (کوئی) مگر وہ شخص جو نسل بُریدہ سے ہے یا فاجر ہے کہ بدکار عورتوں کی طرف مائل ہے" **لا یمنع من النکاح الا عجز او فجورًا** (حوالہ اکسیر ہدایت و کتاب الوعظ جلد ۱۸ ص ۸)

حدیث :- ایک صحابی کا واقعہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت گزار تھے' رات کو بھی رسول اللہؐ کے مکان پر رہتے تھے تاکہ اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو فوری طور پر انجام دے سکیں' ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا تم شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں شادی کر کے آپ کی خدمت سے علیحدہ ہو جاؤں گا' دوسری بات یہ ہے کہ میں ایک غریب آدمی ہوں' آپ یہ سن کر خاموش ہو گئے' پھر چند دن بعد دوبارہ یہی فرمایا' انہوں نے وہی عذر پیش کئے' صحابی کہتے ہیں کہ دوسری مرتبہ کی گفتگو کے بعد میں نے سوچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اچھی طرح واقف ہیں کہ میرے حق میں کیا چیز بہتر ہے' اور یہ کہ کونسا عمل مجھے خدا تعالیٰ سے قریب کرے گا اگر تیسری مرتبہ آپؐ نے مجھ سے شادی کے لئے کہا تو میں رضامندی ظاہر کر دوں گا' چنانچہ تیسری مرتبہ آپؐ نے ان کو بلایا اور شادی کرنے کے لئے کہا' صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ میری شادی کرا دیجئے' آپؐ نے فرمایا کہ فلاں قبیلہ میں جا کر کہو کہ رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دو' صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں اس طرح خالی ہاتھ کیسے چلا جاؤں میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے؟ اس کے بعد آپؐ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لئے گٹھلی کے برابر سونا جمع کر دو فوراً حکم کی تعمیل کی گئی اور ان صحابی کو شادی کے لئے قبیلہ میں لے جایا گیا شادی کے بعد آپؐ نے فرمایا ولیمہ بھی کر دو' شادی شدہ صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرے پاس

ولیمہ کرنے کے لئے بھی کچھ نہیں ہے' آپؐ کے حکم پر ایک بکری لائی گئی اور فوراً ولیمہ کیا گیا۔ (احیاء جلد ۲ قسط ا ص ۵۵)

نوٹ: اس مذکورہ حدیث مبارکہ میں نکاح کے لئے سرکارِ دوعالمؐ کا بار بار اصرار کرنا نفسِ نکاح کی اہمیت و فضیلت کو روشن کرتا ہے اور یہ حدیث نکاح کی اہمیت و فضیلت کی دلیل ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عابد کی عبادت نکاح کے بغیر مکمل نہیں ہوتی کیونکہ نکاح عبادت کا تتمہ ہے اور دل کی سلامتی نکاح کے بغیر ممکن نہیں ہے اور عبادت اس وقت مکمل قرار نہیں دی جاسکتی جب تک کہ اس کا دل اس کے لئے پوری طرح فارغ نہ ہو۔ (احیاء)

حدیث:۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ نے شادی کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "شادی کے ساتھ ایک سال کی عبادت بغیر شادی کے ہزار سال کی عبادت سے زیادہ بہتر ہے" (ابو منصور دیلمی وعین الہدایہ جلد ۲ ص ۳ و طبرانی)

حجتہ الاسلام حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے بزرگانِ دین نے فرمایا ہے کہ "شادی شدہ آدمی کو مجرّد شخص پر اتنی فضیلت ہے جتنی فضیلت جہاد کے لئے جانے والے کو اس شخص پر ہے جو جہاد میں شریک نہ ہو' اور فرمایا بیوی والے کی ایک رکعت بغیر شادی شدہ کی ستّر ۷۰ رکعات سے بہتر ہے" (حوالہ احیاء العلوم۔ جلد ۲ قسط ا ص ۵۷)

واقعہ: حضرت محمد سماکؒ بہت بڑے عالم و زاہد اور واعظ گزرے ہیں' کسی بزرگ نے آپ کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا اور اپنی کیفیت دریافت کی' تو حضرت محمد سماکؒ نے فرمایا کہ چونکہ دنیا میں ہیں ہر شخص کو خدا کا بندہ سمجھ کر محبوب رکھتا تھا اس لئے میری مغفرت تو ہوگئی لیکن جو مرتبہ بال بچوں کی اذیّت برداشت کرنے سے حاصل ہوتا ہے وہ نہ مل سکا'

(حوالہ تذکرۃ الاولیاء ص ۱۴۴)

حدیث: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا "جو شخص میری سنت سے اِعراض کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ میری سنت میں سے نکاح کرنا بھی ہے جو شخص مجھ سے محبت رکھے اسے چاہیے کہ وہ میری سنت کی پیروی کرے" **من رغب عن سنّتی فلیس منّی وانّ من سنّتی النکاح فمن احبنی فلیستن بسنتی** (متفق علیہ و ابو یعلیٰ)

واقعہ:۔ حضرت بشرابن حارث رحمتہ اللہ علیہ جو کہ علمِ ظاہری و باطنی سے منوّر تھے

حضرت سے کسی بزرگ نے کہا کہ آپ شادی کیوں نہیں کر لیتے‘ لوگ طرح طرح کی باتیں آپ کے خلاف کرتے ہیں‘ اور آپ کو تارکِ سنت سمجھتے ہیں فرمایا ان سے کہہ دو کہ میں فرض کی مشغولیّت کی وجہ سے سنت کا تارک ہوں اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد میرے لئے نکاح سے مانع ہے **وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ** (پارہ ۲۰ آیت ۲۲۸) یعنی اور عورتوں کے بھی (تمہارے ذمّہ) حقوق ہیں جو کہ مثل انہی کے حقوق کے ہیں جو ان عورتوں پر ہیں قاعدہ (شرعی) کے مطابق حضرت بشرؒ کا یہ جواب امام احمد بن جنبلؒ کے سامنے نقل کیا گیا۔ جس پر حضرت امام صاحبؒ نے فرمایا بھلا! بشر سے کیا مقابلہ ہو سکتا ہے؟ وہ تو تلوار کی نوک پر بیٹھے ہوئے ہیں اور تقویٰ میں بہت آگے ہیں‘ کچھ عرصہ بعد جب حضرت بشر ابن حارثؒ کا انتقال ہوا و بعد از وفات کسی بزرگ نے خواب میں ان کی زیارت کی اور دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ فرمایا جنت میں تقویٰ کی وجہ سے میرے درجے بہت بلند کردیئے گئے ہیں مگر شادی شدہ لوگوں کے درجات تک پہنچنا نصیب نہیں ہوا۔ اس کے بعد اس بزرگ نے بشر ابن حارثؒ۔ سے حضرت ابونصر تمّار رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتلایا کہ وہ مجھ سے ستّر درجے زیادہ ہیں‘ اس بزرگ نے بہت ہی حیرت زدہ ہو کر عرض کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے دنیا میں تو آپ تقویٰ و بزرگی میں ان سے بہت آگے تھے؟ اس پر حضرت بشرؒ نے جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ اپنے اہل و عیال کی کثرت پر صابر و شاکر تھے اور میں اس سے محروم تھا۔ (احیاء و کیمیائے سعادت)

واقعہ: حضرت شجاعِ کرمانی رحمتہ اللہ علیہ شاہی خاندان سے تعلق رکھنے کے باوجود بہت ہی عظیمُ المرتبت بزرگ ہوئے ہیں آپ چونکہ شاہی خاندان سے تھے اس لئے شاہِ کرمان نے آپ کی صاحبزادی کے ساتھ نکاح کرنے کا پیغام بھیجا‘ تو حضرت شجاعِ کرمانیؒ نے شاہ سے تین دن کی مہلت طلب کی‘ اور ادھر تین روز مسلسل آپ مسجد کے اطراف اس نیّت سے چکر کاٹتے رہے کہ کوئی اللہ والے درویش کامل مل جائیں تو میں اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کردوں‘ چنانچہ تیسرے دن ایک بزرگ خلوصِ قلب کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے مل گئے تو آپ نے ان کے قریب جاکر دریافت کیا کہ کیا آپ نکاح کے خواہش مند ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں تو بہت ہی غریب اور تنگ دست آدمی ہوں‘ مجھ سے کون اپنی لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے؟ یہ سن کر حضرت شجاعِ کرمانیؒ نے فرمایا کہ میں اپنی لڑکی کو آپ کے نکاح میں دیتا ہوں‘ چنانچہ باہمی رضامندی سے نکاح ہو گیا‘ اور جب صاحبزادی اپنے شوہر کے گھر

پہنچیں۔ تو دیکھا کہ ایک کُوزے میں پانی ہے اور سُوکھی ہوئی روٹی کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا ہے، اور جب شوہر سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ آدھی روٹی اور آدھا پانی کل میں نے کھالی تھی، اور آدھی روٹی آج کے لئے بچا رکھی تھی، یہ سن کر جب بیوی نے اپنے والدین کے پاس جانے کی خواہش ظاہر کی تو اس درویش شوہر نے کہا کہ میں تو پہلے ہی سے یہ بات سوچ رہا تھا کہ شاہی خاندان کی لڑکی ایک فقیر اور مُفلس کے ساتھ کس طرح گزارا کرے گی؟ میرے ساتھ تمہاری نہیں بنے گی، بیوی خاموشی سے یہ سب سن کر کہنے لگی جنابِ من یہ بات قطعی نہیں ہے بلکہ میں تو اپنے باپ سے یہ شکایت کرنا چاہتی ہوں کہ انہوں نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں تیرا نکاح کسی مُتقی اور مُتوکل کے ساتھ کر رہا ہوں، مگر اب مجھے آپ کے گھر آنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ میرا نکاح تو ایسے شخص سے کر دیا گیا ہے جو خدا پر قانع نہیں ہے اور دوسرے دن کے لئے کھانا بچا کر رکھتا ہے جو کہ توکل کے قطعی منافی ہے لہٰذا اب اس گھر میں یا تو میں رہوں گی یا یہ روٹی رہے گی۔ (حوالہ تذکرۃ الا ولیاء ص ۱۷۷)

حدیث:۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا میری امّت میں سے "جس شخص نے نکاح کیا اس نے اپنا آدھا دین لے لیا، اب وہ دوسرے آدھے دین کی حفاظت میں اللہ سے ڈرے" **من تزوّج فقد احرز شطر دینہ، فلیتق اللّٰہ فی الشطر الاٰخر**

محترم! قرآن و احادیث کی ان ہدایات اور بزرگانِ دین کے نیک واقعات سے ہر صاحبِ عقل اور عاشقِ رسول کو سنّت رسولؐ (نکاح) کی اہمیت اور فضیلت کو روزِ روشن کی طرح واضح کردی گئی ہیں، مذکورہ حدیث میں بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ نکاح کی فضیلت کا سبب یہ ہے کہ اس سے آدمی احکام الٰہی کی مخالفت اور شیطان کے فساد سے محفوظ رہتا ہے، دنیا میں آدمی کے دین کو فاسد کرنے والی دو ۲ چیزیں ہیں، (۱) شرم گاہ (۲) پیٹ، شادی کرنے کے بعد شرمگاہ کی آفت سے حفاظت تو ہو ہی جاتی ہے مگر پیٹ کا مسئلہ باقی رہ جاتا ہے اب باری تعالیٰ سے پیٹ کے معاملہ میں ڈرتا رہے اور کوئی کام خلافِ شرع نہ کرے اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے زندگی کے معمولات اور معاملات کو نیک اور صاف رکھیں۔ ہر انسان کو یہ بات اچھی طرح سے یاد رہے کہ اس دنیا کا فنا اور عقبیٰ کا آنا اور اللہ کی طرف لوٹنا اور خدا کو اپنے اعمال کا حساب دینا اور ان تمام اعمال پر سزا و جزا کا ملنا یقینی ہے، یہ نہ کوئی مذاق ہے اور نہ کوئی ہوائی بات اب یہ فیصلہ کرنا انسان کا اپنا کام ہے کہ اسے دنیا میں کس سے ڈر کر زندگی گزارنا ہے کیا رحمٰن سے یا انسان سے؟

شادی سے پہلے منکوحہ میں ان صفات کا دیکھنا ضروری ہے

محترم! یہ بات آپ کو بخوبی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ "اچھی زندگی" اس کا نام کبھی نہیں کہ آدمی کے پاس سازو سامان کی کثرت ہو' عیش و عشرت اور تفریح کا سامان گھر میں موجود ہو' جیسا کہ آج کل ہم سمجھ رہے ہیں' بلکہ "اچھی زندگی" کا راز صرف قناعت اور نیک عورت ہے' قناعت کی دولت اسے ملتی ہے جو بقدرِ ضرورت چیزوں پر راضی ہو جائے' اور شہرت و عزّت سے بے نیاز ہو کر جینا جانتا ہو' نیک عورت اُسے ملتی ہے جس کی نیت نیک ہو' اور جو خود نیکی کا طالب اور خدائی اصول کے آگے جھکنے والا ہو' صالح عورت ہر ایک کو نہیں ملتی' قدرت جسے چاہے اس نعمت سے نواز دے اور اس کا گھر نیک عورت سے جنّت بنا دے' خدا تعالیٰ اور رسولِ خدا نے نیک عورت کے کچھ احوال و صفات بتائے ہیں' تاکہ شادی سے پہلے لڑکی میں ان نیک صفات کا دیکھنا نہایت ہی ضروری ہے ازدواجی زندگی پائیدار' خوش گوار' باوقار اور باہمی پیار و سرور سے بھرپور ہو' اور لڑکی زندگی کی حقیقی رفیق اور گھریلو سکون کا ذریعہ بنے' اور دونوں کو اطمینان کے ساتھ خدا کو راضی کرتے ہوئے زندگی گزارنے کا موقع ملے' اور دیگر ان مقاصد کی صحیح طریقہ پر تکمیل ہو سکے جو نکاح سے مطلوب ہیں۔

اب لڑکی کے انتخاب سے پہلے جو چیزیں شریعت کی روشنی میں نکاح میں ملحوظ رکھنا ضروری ہیں وہ ذیل کی سطروں میں ملاحظہ فرمائیں اللہ پاک ہم سب کو علم کے ساتھ عمل کی بھی توفیق دے۔

بالخصوص چار چیزیں قابل لحاظ ہیں

(۱) دین داری: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ (پ ۴ آیت ۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ (اے لوگو!) ان عورتوں سے تم لوگ نکاح کرو جو تمہیں (بالخصوص دین کی لحاظ سے) پسند ہوں' یاد رہے کہ شریعتِ اسلام سب سے پہلے عورتوں کے پاس دین' صوم و صلوٰۃ اور عصمت کی حفاظت کا خیال دیکھنے کا حکم دیتا ہے' خدا اور رسول کی نگاہ میں متدین اور نیک کردار عورت دیگر تمام خواتین سے بالا تر ہے' خواہ دیگر عورتیں حُسن کی کتنی ہی مالک کیوں نہ ہوں اسلام میں دین کی خوبی کے سامنے حُسن کی

کوئی وقعت نہیں، چاہے دنیا والوں کی نگاہ میں یہ کتنا ہی قیمتی جوہر کیوں نہ ہو، انسان میں وصفِ دین باقی تمام اوصاف سے زیادہ مقدم اور قابلِ ترجیح ہے، اور یہی دین کی صفت باقی تمام صفات کی بنیاد بھی ہے اور سرمایہ آخرت بھی۔

شادی کے لئے عورت کے انتخاب کے وقت یہی صفت پہلے تلاش کرنا ہر مسلمان پر بہت زیادہ ضروری ہے، اس لئے کہ اگر منکوحہ دین میں کمزور ہوئی اور صلوٰۃ و تلاوت کی پابند نہ ہوئی، یا اپنی عصمت و عفّت کی حفاظت پوری طرح نہ کر سکی، تو شوہر کے لئے ذلت اور رُسوائی کا باعث ہوگی شوہر کی شان اور آبرو پر حرف آئے گا، وہ معاشرے میں بے غیرت، بے شرم اور دولت پرست کہلائے گا اور سماج میں کہیں منہ دکھانے کے قابل نہ رہے گا، آخر زندگی بے مزہ ہو کر رہ جائے گی، گھر کا نظام درہم برہم ہو جائے گا، گھر قبر بن جائے گا، خوشی ماتم میں بدل جائے گی، راحت و سکون برائے نام رہ جائے گا، دماغی اُلجھن بڑھتی چلی جائے گی، اور آپس میں کشیدگی روز بروز ترقی پذیر رہے گی جیسا کہ آج کل ہمیں بہت کچھ دیکھنے اور سننے کو مل رہا ہے، اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اگر خدا نخواستہ وہ عورت بے دینی اور تارکِ صلوٰۃ ہونے کے ساتھ خوب صورت بھی ہوئی تو شوہر کو یہ ہمت بھی نہ ہو سکے گی کہ وہ اسے طلاق دے دے، اس طرح ایک دنیا دار، بد اطوار، بد کردار، بے دین اور بے غیرت عورت کے ساتھ اسے زندگی کے دن گزارنے ہوں گے، جس بیماری میں آج کے مسلمان بہت زیادہ مبتلا ہیں، اس کو دوسرے الفاظ میں یوں کہیئے (" نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم")

حدیث: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری ایک خوب صورت منکوحہ ہے، لیکن میں اتنا بے اختیار ہوں کہ اُسے کوئی شخص بھی ہاتھ لگا لے، تو میں روک نہیں سکتا، یہ سن کر سرکارِ دو عالمؐ نے اسے مشورہ دیا کہ اگر ایسی بدکردار عورت ہے تو تم اُسے طلاق دے دو، یہ سن کر اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! طلاق کیسے دے دوں؟ مجھے اس سے خوبصورتی کی وجہ سے بے حد محبت بھی ہے، تو آپؐ نے فرمایا اگر ایسی بات ہے تو تم اپنے پاس ڈالے رکھو، (ابوداؤد و نسائی اور احیاء جلد ۲ ص ۹۳)

(نوٹ) واضح ہو کہ مذکورہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کا مشورہ اس لئے واپس لے لیا کہ طلاق دینے میں شوہر کے بگڑنے کا خطرہ تھا، اس کی وَالِہانہ فریفتگی اور اس خوبصورت عورت کی محبت کا تقاضا یہ ہوتا کہ وہ طلاق کے بعد بھی اس کی جستجو میں

رہتا اور اس طرح گناہ میں ملوّث ہوتا اور ماتم میں تبدیل ہو جاتا' اس لئے آنحضرتؐ نے یہی مناسب سمجھا کہ نکاح باقی رہے اور کسی دوسری تدبیر سے یہ خرابی دور ہو۔

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا عورت کے ساتھ نکاح چار چیزوں کے پیش نظر کیا جاتا ہے۔

(۱) دین داری	**قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**
(۲) عالی نسبی	**تنکح المراۃ لمالھا وجمالھا**
(۳) مال داری	**وحسبھا ودینھا فعلیک**
(۴) خوب صورتی	**بذات الدین (الحدیث)**

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کامیابی اور فتح مندی اس شخص کے لئے ہے جو محض دین داری کے باعث عورت سے شادی کرے' جو عورت کالی اور بدصورت ہو لیکن متدیّن ہو وہ افضل ہے دیگر تمام عورتوں سے' لہٰذا تم دین دار عورت کو ترجیح دو' جو دین دار عورت کو ترجیح نہیں دیتا' (تربت یداک) اس کے ہاتھ خاک آلود ہوں (یہ جملہ آنحضرتؐ نے بڑی ناراضگی کے ساتھ فرمایا)۔

(بخاری و مسلم سنن ابوداؤد۔ جلد ا ص ۳۸۹ و غنیۃ الطالبین)

عبرت کی باتیں: محترم! ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات نہایت ہی قابلِ غور اور لائقِ سوال ہے کہ آج کے مسلمانوں میں کتنے مسلمان ایسے ہیں جن کے نزدیک دین داری ہی اصل معیار ہو؟ لوگ آج اللہ کے نام پر کیا نہیں کرتے' دھوکہ' فریب' جھوٹ' شرک' بدعت اور معصیت وغیرہ سب کچھ خدا کے نام کے آڑ میں کرتے ہیں' جھوٹی قسم بات بات پر کھانے کو ایک ہُنر سمجھتے ہیں' بے ایمانی کر کے نوٹ حاصل کرنے کو کمال کا درجہ دیتے ہیں' رشوت کو بالائی آمدنی یا خدا کی مہربانی کا نام دے کر حلال کر لیتے ہیں' جبکہ یہ سُور کی طرح حرام ہے۔

اگر دل میں اللہ کی محبت نہ ہو' دولت سے محبت ہو' حضورؐ کی سنت سے محبت نہ ہو بلکہ بدعت و پنچایت سے محبت ہو' شریعت و شرافت کی قیمت نہیں بلکہ شہرت و جہالت کا دلدادہ ہو غرض انسان کو اپنی ہی پہچان نہ ہو تو پھر خدا کی معرفت اور رسولؐ کی محبت کیسے حاصل ہوگی اور صلوٰۃ و تلاوت اور دیگر عبادات میں کیا لُطف آئے گا؟ اسی کو اقبال نے ان الفاظ میں کہا

تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں؟

آج کل کے مسلمان کو تو صرف یہ معلوم ہونا چاہیے کہ لڑکی دولت مند کی ہے یا نہیں؟

اگر ہے تو اتنا کافی ہے' چاہے اس کا نام بھی مسلمانوں کا سا نہ ہو' دین کا چرچا بھی اس گھر میں ہے یا نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہاں ضرورت اس کی ہے کہ اس گھر میں انگریزی ماحول اور مغربی تہذیب بھی ہے یا نہیں' اگر ہے تو جزاک اللہ ورنہ معاذاللہ یہ حال آج کے مسلمانوں کا ہے'

آج کے مسلمانوں کو دین سے نہ کوئی رغبت ہے اور نہ کوئی محبت' طریقۂ اسلام سے کوئی دل چسپی ہی نہیں رہی' کئی باتوں میں ہزاروں بہانے کرتے ہیں' نماز کے لئے کہو تو کپڑے پاک نہیں یا بدن پاک نہیں یا دنیاداری ہی سے فرصت نہیں' گھر کے کام دھندا سے وقت ہی نہیں ملتا یا بچے نے کپڑے میں پیشاب کردیا' سر میں درد ہے یا پیٹ میں تکلیف ہے بعض مسلمان تو اس سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر ان الفاظ میں جواب دیتے ہیں کہ دین وحق اور ایمان داری پر چلنے میں آج نہ پیٹ بھرے گا اور نہ گھر چلے گا' سنت پر آج کون چلتا ہے' کس کے گھر میں آج دین داری ہے' عبادت کر کے آج کس نے کتنا کمایا؟ دین کی باتیں سننے اور سنانے میں آج لطف کہاں ہے؟ صلوٰۃ و تلاوت کے لئے آج کہاں فرصت رکھی؟ وغیرہ وغیرہ یہ تو ایک نماز کی بات رہی' اس طرح دین کے دیگر معاملے میں بھی یہی نفسا نفسی ہے۔

اے مسلمانوں! خدا سے محبت نہ سہی نگران کی حکومت تو ہے یہی سمجھ کر احکامِ الٰہی بجالاؤ' یہ بات یقینی ہے کہ جو لوگ دنیا کی مصنوعی چیزوں میں گھرے ہوئے ہوں وہ زندگی کی حقیقی معرفت سے محروم رہتے ہیں وہ ذات کے لئے زیادہ اور مقصد کے لئے کم ہو کر رہ جاتے ہیں' جس آدمی کو بھی خدا کی بنائی ہوئی اس زمین پر کچھ مواقع اور ذرائع مل جاتے ہیں وہ سمجھ لیتا ہے کہ سب کچھ میرے قبضہ میں ہے کوئی مجھے بے دخل کرنے والا نہیں' مگر جلد ہی خدا کا قانون ظاہر ہوتا ہے اور وہ تنکے کی طرح نکال کر پھینک دیا جاتا ہے' خدا ہر شخص کو عقل و ہوش سے نوازے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا جو عورت دین دار ہوتی ہے' وہ اپنے شوہر کی مدد کرتی ہے' تھوڑی شے پر قانع ہوتی ہے۔ اس کے برعکس بے دین عورتیں شوہر کو گناہ اور غم میں مبتلا رکھتی ہیں' (جو حقیقت آج ہم خود اپنی آنکھوں سے بخوبی مشاہدہ کررہے ہیں اور اپنے کانوں سے سن بھی رہے ہیں) ایسی عورتوں سے وہی بچتا ہے جسے اللہ بچائے' (ابن ماجہ و غنیتہ الطالبین ص ۱۳۳)

حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ شادی کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص کسی عورت سے اس کی شہرت اور عزّت کی بنا پر شادی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو کچھ نہیں دیتا سوائے ذلّت اور رُسوائی کے(یہاں نہ سہی وہاں سہی) اور جو شخص کسی عورت سے اس کی مالداری اور دنیاداری کی وجہ سے شادی کرے (جو کہ آج کل عام ہے اور سب کی نیت و نظراسی مال وزَر پر ہے' چاہے کتنا ہی نمازی مُتقی' مُبلّغ دین' صوم وصلوٰۃ اور ذکر کا پابند اور عالمِ دین ہو' سب کے دل و دماغ میں کم و بیش یہی دولت و شہرت کا بھوت سوار ہے' شیطان نے سب کو اپنا بنا رکھا ہے' دنیا کے مال و مَنال اور سامانِ آرائش وزیبائش نے عقل و ضمیر کو بے حس بنادیا ہے' ایسے لوگوں کے حق میں آپؐ نے فرمایا) تو اللہ تعالیٰ اس کی تنگ دستی اور بربادی کا خود ذمہ دار بنتا ہے' اور جو شخص کسی عورت سے اس کے حسب ونسب اور خاندان کی وجہ سے شادی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی کمینگی ورذالت میں اور اضافہ کردیتا ہے' (جس کے نتیجہ میں آپس میں کشیدگی اورناخوش گوار حالات پیدا ہوجاتے ہیں) اور جو شخص کسی عورت سے صرف غضّ بصر' حفاظتِ فرَج' سنّتِ رسول اور دین داری کے خیال سے دین دار عورت سے شادی کرے' تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے اس کی بیوی میں اور بیوی کے لئے اس کے شوہر میں برکت اور رحمت عطا کردیتا ہے۔

(طبرانی' واحیاء جلد ۲ قسط ۱ ص ۹۴ وعین الہدایہ جلد ۲ ص ۳)

حدیث: حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اے ایمان والو! تم لوگ عورت سے اس کے حُسن کی وجہ سے شادی نہ کرو' کہیں اس کا حُسن تمہیں ہلاک نہ کردے' اور نہ عورت سے اس کے مال کی بناپر شادی کرو' کیونکہ مال کا آخرانجام فنا ہے اور یہ کہ اس کا مال کہیں تمہیں خدا کا نافرمان نہ بنادے' تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ تم عورت سے اس کی دین داری کی وجہ سے شادی کرو کامیاب رہوگے۔

"وانکح المرأة لدینها"

(ترجمہ ابن ماجہ جلد ۱ ص ۲۰۷ حدیث ۱۸۸۱ واحیاء جلد ۲)

خلاصہ: محترم! رسول اللہؐ نے نکاح کے سلسلے میں تمام چیزوں سے دین داری کو زیادہ ترجیح و ترغیب صرف اس لئے دی کہ دیندار اور نیک کردار عورت شوہر کے لئے دینی نقطۂ نظر سے زیادہ مدد گار ثابت ہوتی ہے جو کہ اصل سرمایہ حیات ہے' اگر خدا نہ کرے

عورت متدین، پرہیزگار، باعصمت، بامروت اور نیک نہ ہوئی تو صرف شوہر نہیں بلکہ پورا گھر باطل پرست، نفس پرست اور من مانی کا اڈہ بن جائے گا، رب چاہی، سچائی، حق پرستی کا جنازہ نکل جائے گا، مثال غالباً سب کے گھر میں موجود ہے، اگر آپ کے پاس عبرت کی نگاہ ہو تو آپ جہاں چاہیں جائزہ لے سکتے ہیں،

مختصر مگر اہم، مال دار اور دنیا دار عورت سے نکاح میں عموماً پانچ خرابیاں ہیں، (۱) مہر کی زیادتی (۲) رخصت میں تاخیر (۳) شوہر کی خدمت سے اعراض (۴) فضول خرچی اور اخراجات کی کثرت (۵) اگر طلاق دینا چاہے تو مال کی حرص مانع بنے، دین دار اور بلند کردار، اور غریب عورت سے یہ سب آفتیں کم ہی پیش آتی ہیں۔

عورت مرد سے چار چیزوں میں کم ہونی چاہیے تاکہ وہ مرد کا دل جیت سکے، (۱) عمر (۲) قد (۳) مال اور (۴) حسب اور چار چیزوں میں مرد سے عورت سے زیادہ ہو جس سے عورت کی قدر زر سے بھی بڑھ جائے گی (۱) پرہیزگاری (۲) خوش اخلاقی (۳) خوبصورتی (۴) اور خدمت گزاری۔

یہاں تک آپ نے چار صفات میں سے پہلی صفت ملاحظہ فرمائی، اب آگے دوسری صفت ملاحظہ ہو۔

حسب و نسب

نکاح کے سلسلے میں جو صفات عورت میں مطلوب ہیں ان میں سے دوسری صفت حسب و نسب کا ہونا ہے یعنی ایسے خاندان کی چشم و چراغ ہو، جس میں دین و پرہیزگاری کے ساتھ ساتھ خاندانی اور اعلیٰ ظرفی کا شرف بھی ہو، عابدہ، قانعہ ہونے کے ساتھ ساتھ شریفہ و خدمت گزار بھی ہو، خاندانی، خوش اخلاقی، بلند کرداری، خدمت گزاری، یہ سب عورت میں ہونا لازمی ہیں، دین داری کے بعد ان ہی کا مقام ہے، اس لئے کہ خاندان کے اثرات لڑکی پر ضرور مرتب ہوں گے، عمومی طور پر یہ بات ہے کہ اگر لڑکی کسی بے دین بداصل، بدتہذیب، بداخلاق، بدمزاج، اور زبان دراز گھرانے سے ہوئی، تو وہ نہ خود تربیت یافتہ اور باادب ہوگی اور نہ ہی اپنی اولاد کی صحیح تعلیم و تربیت اور اچھی طرح پرورش کر سکے گی، اور اس قسم کی عورت سے نفع کم ہو گا اور نقصان زیادہ، بے دین، بداخلاق، بے غیرت اور بدمزاج عورت کی بداخلاقی بے دینی اور ناشائستگی اولاد میں اثر کرنا کوئی ناممکن بات نہیں ہے صاحب خانہ جیسے ہوں گے ویسی ہی اولاد ہوگی، جیسا کہ فارسی میں ایک مشہور مقولہ ہے۔

"صحبتِ صالح ترا صالح کند صحبتِ طالح ترا طالح کند"

یعنی اچھی صحبت تجھے اچھا بنائے گی' بُری صحبت تجھے بُرا بنائے گی' یہ بات سو فیصد صحیح ہے۔

اس لئے ہر والدین ان باتوں کا خاص طور پر خیال رکھیں' یہ ماں باپ اور اولاد دونوں کے لئے خیر اور فخر کی چیز ہے' اور اس سے دونوں کا مستقبل محفوظ و مامون اور خوش گوار ہو گا' اگر اس میں والدین کوتاہی کریں گے تو اولاد جو کچھ بھی کرے گی اس کی ذمہ داری ان کے سر آئے گی اور بدنام بھی وہی ہوں گے۔

اس حسب و نسب اور نیک سیرت پر غور کرنے کے لئے ہمارے آقا سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بہت زور دیا ہے' کثیر احادیث اس کے متعلق وارد ہیں' چند احادیث یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

حدیث: حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اے لوگو! تم لوگ غلاظت کے ڈھیر پر اُگی ہوئی سبزی سے بچو' عرض کیا گیا یا رسول اللہؐ! اس سے آپ کا کیا مطلب ہے ؟ فرمایا' اس سے مراد بُرے خاندان کی خوب صورت لڑکی ہے' "**ایّا کم وخضراء الدمن فقیل وما خضراء الدمن قال المرأة الحسناء فی المنبت السوء**"
(دار قطنی واحیاء جلد ۲ ص ۱۰۳)

حدیث: اُمّ المؤمنین حضرت صدیقہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے دنیا کے لوگوں! اپنے نُطفے کے لئے اچھا انتخاب کرو "**تخیّروا لنطفکم**" کیونکہ قرابت داری کی رگیں باپ دادوں سے اولاد کے جسموں میں منتقل ہوتی ہیں "**فان العرق دساس**" (ابن ماجہ' ابو منصور دیلمی واحیاء جلد ۲ ص ۱۰۳)

(نوٹ) مطلب یہ ہے کہ ماں باپ اور گھر کے بڑوں کے اخلاق و کردار اور چال چلن کا اثر چھوٹوں پر بھی مرتب ہوتا ہے' گھر کے بڑوں کا جو ماحول ہو گا گھر کے چھوٹوں کا بھی وہی ماحول ہو گا۔

واقعہ: جناب عبد الشکور صاحب (پیدائش ۱۹۴۹ء) کا ایک واقعہ یہاں قابل ذکر ہے' وہ سگریٹ کے بڑے عادی تھے' اور روزانہ تین پیکٹ پی جاتے تھے' ان کے خیر خواہ دوست کہتے تھے کہ "سگریٹ پینا صحت کے لئے سخت مُضر ہے" "سگریٹ اپنے کمائے ہوئے پیسہ کو آگ لگانا ہے" مگر اس قسم کی کوئی بھی دلیل ان کو سگریٹ چھوڑنے پر آمادہ نہیں کر سکتی تھی' ایک چھوٹے سے واقعہ نے ان کی محبوب سگریٹ ان سے چھڑا دی' سگریٹ کے

ٹکڑے جو وہ پینے کے بعد پھینکتے۔ اُن کو اُن کا تین سالہ بچہ فاروق قیصر اٹھالیتا اور منہ میں لگا کر پیتا' عبدالشکور صاحب اس کو منع کرتے مگر وہ نہ مانتا' ایک روز ایسا ہوا کہ بچہ کی ماں نے بچہ کو سختی سے منع کیا تو بچہ نے کہا۔ "ابا جی بھی تو پیتے ہیں" عبدالشکور صاحب نے بچے کی زبان سے جب یہ سنا تو ان کو سخت جھٹکا لگا' اور اچانک وہ سنجیدہ ہوگئے کیونکہ سگریٹ کا سوال اب بچے کی زندگی کا سوال بن گیا۔

جو شخص مضبوط دلائل کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر تیار نہ ہوتا تھا وہ ایک بچے کے کم زور الفاظ کے آگے بالکل ڈھ گیا "اگر میں خود سگریٹ پیتا رہوں تو میں اپنے بچے کو سگریٹ پینے سے باز نہیں رکھ سکتا" انہوں نے ایک لمحہ کے اندر یہ فیصلہ کرلیا کہ وہ سگریٹ پینا بالکل چھوڑ دیں گے' انہوں نے اگلے دن نہ صرف سگریٹ نہیں پی بلکہ مستقل طور پر سگریٹ نوشی ترک کردی' باپ کو سگریٹ سے محبت تھی مگر بیٹے سے اس سے زیادہ محبت تھی' اس نے بیٹے کی زندگی کی خاطر سگریٹ کو چھوڑدیا' اسی طرح ہر آدمی کو اپنے مفادات اور مصالح سے محبت ہوتی ہے' اسلام یہ ہے کہ خدا کی محبت اتنی بڑھ جائے کہ اس کی خاطر آدمی دنیا کے مفادات اور مصالح کو قربان کردے' اس دنیا میں جنتی انسان وہ ہے جو اللہ سے ڈرے اور آخرت کی فکر رکھتے ہوئے زندگی گزارے۔

آپ ؐ کا ارشادِ گرامی ہے کہ
"نکاح سے پہلے منکوحہ کو دیکھ لو"

(۳) تیسری صفت۔ حسن و جمال ہے۔

شادی کے لئے عورت کے انتخاب کے وقت جو صفات مطلوب ہیں ان میں سے دو صفت تو پہلے گزر چکی ہیں اب تیسری صفت حُسنِ صورت ملاحظہ فرمائیں۔ نکاح کے لئے منکوحہ میں حُسن و جمال بھی مطلوب ہونا چاہیے' کیونکہ حسین منکوحہ مل جانے کے بعد مرد زِنا اور اس کے لوازمات سے اکثر محفوظ رہتا ہے' اور طبعی طور پر بھی انسان خوبصورتی اور اچھائی کا دِلدادہ ہوتا ہے' بدصورت عورت ملے تو یہ ممکن ہے کہ وہ دوسری خوب صورت عورت کی تلاش میں رہے' اور موقع ملنے پر ان کے ساتھ ملوث بھی ہوجائے' اور اس طرح بدکاری اور بدمعاشی کے لئے راستہ کھل جاتا ہے' جو بات آج کے دور میں ہمارے مشاہدے میں بہت آرہی ہے۔

لیکن اس معاملے میں مرد کے لئے زیادہ کامیاب اور مناسب بات یہ ہے کہ صرف

عورت کی خوبصورتی اور چمڑی سفید پر نہ جائے بلکہ دینداری اور حُسنِ سیرت کو لازم سمجھے محض عورت کی خوبصورتی اور سفید چمڑی سے متأثر ہو کر نکاح کرنا اور دین کو بالائے طاق رکھ دینا گویا اپنے کو ظالم اور خدا کا باغی قرار دینا ہے' اور خدا کے دین سے مذاق کرنا ہے ایسا کرنے والوں کا اسلام دنیا کے رجسٹر میں خواہ کچھ بھی ہو مگر خدا کے رجسٹر میں اس کا اسلام ایک نمائشی اسلام لکھا جاتا ہے' جس کا انجام سراسر ناکامی اور بربادی پر ختم ہو گا۔

اس لئے تنہا حُسنِ نکاح میں اپنی کامیابی کے لئے کافی نہیں اور نہ نکاح کے مقاصد کی تکمیل کے لئے کافی وافی ہے' کامیابی اسی میں ہے کہ پہلے دین داری کو دیکھے' خوبصورتی کو نہیں' سیرت کو دیکھے' صورت کو نہیں' عادت کو دیکھے' دولت کو نہیں' تربیّت کو دیکھے' جہیز کے سامان کو نہیں' شرافت کو دیکھے' جوڑے کی رقم کو نہیں' ہاں اگر دین داری کے ساتھ خوب صورت بھی ہو' نیک بھی ہو' نیک سیرت کے ساتھ حسن صورت بھی ہو تو نُورٌ علی نور ہے' جو نعمت کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

دین داری کے بعد حسنِ صورت کی طلب اس لئے بھی کی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے میاں بیوی میں عام طور پر رشتہ محبت' باہمی شفقت' اور نفس کی حفاظت زیادہ استوار اور پائیدار ہوتی ہے' شریعتِ اسلام نے محبت اور دل کے سکون کے اسباب کو بھی اہمیت دی ہے' یہی وجہ ہے کہ شارعِ اسلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح سے پہلے منسوبہ و منکوحہ کو ایک نظر دیکھ لینے کی نہ صرف یہ کہ اجازت دی ہے بلکہ اس عمل کو مستحسن اور جائز قرار دیا ہے یہاں اس سلسلے کے متعلق چند حدیثیں نقل کی جاتی ہیں۔

حدیث: حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اے لوگو! "جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو اگر ممکن ہو تو اسے دیکھ کر یہ اطمینان کرلینا چاہیے کہ آیا عورت میں ایسی کوئی خوبی ہے جو اس کے ساتھ نکاح کی طرف راغب کرنے والی ہو؟"

"اذا خطب احدکم المرأۃ فقدر ان یری منھا بعض مایدعوہ الیٰ نکاحھا فلیفعل"

(ابوداؤد)

حدیث: حضرت محمد ابن مسلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کسی عورت سے شادی کی خواہش پیدا کرے تو اسے دیکھ لینا چاہیے کیونکہ دیکھ لینے سے طرفین میں محبت میں دوام پیدا ہو جاتا ہے۔" **"اذا وقع اللہ فی نفس احدکم من امرأۃ فلینظر الیھا فانہ احری ان یؤدم بینھما"** (ابن ماجہ)

حدیث: حضرت سہل بن سعدؓ کا بیان ہے کہ ایک عورت رسول اللہؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور بولی کہ یا رسول اللہؐ! میں اپنے آپ کو حضورؐ کے نکاح میں دینے کے لئے آئی ہوں اس پر رسول اللہؐ نے نظر اٹھائی اور اس عورت کو دیکھا (ورنہ آپؐ کسی اجنبی عورت کی طرف نظر نہیں فرماتے تھے) "انّ امرأۃ جائت الی رسول اللّٰہ فقالت یا رسول اللّٰہ! جئت لا ھب لک نفسی' فنظر الیھا رسول اللّٰہ فصعد النظر الیھا" (متفق علیہ)

حدیث: حضرت مغیرہ ابن شعبہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر ایک لڑکی سے شادی کرنے کے متعلق ذکر کیا' حضورِ انورؐ نے فرمایا "جاؤ پہلے اس دوشیزہ کو دیکھ لو' کیوں کہ اس سے تمہارے دلوں میں تعلق اور انسیت پیدا ہوگی' یہ سن کر میں بحکمِ نبی کریمؐ اس لڑکی کے گھر گیا اور اس لڑکی کے والدین سے آپؐ کی بات بیان کردی' لیکن لڑکی والوں نے اس بات کو کچھ اچھا نہ سمجھا' حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ جس لڑکی کا پیغام لے کر میں گیا' وہی لڑکی اپنے پردہ میں کہہ رہی تھی کہ اگر حضورؐ نے ایسا فرمایا ہے جیسا یہ صاحب فرمارہے ہیں' تو اباجی! کیا مضائقہ ہے؟ دیکھنے دیجئے آخر سرکارِ دوجہاں محبوبِ کبریا رسولِ مجتبیٰؐ کی بات کو ہم کیسے رد کرسکتے ہیں؟ ہاں اگر یہ صاحب اپنی طرف سے ایسا کہہ رہا ہے' تو یہ بہت بُری بات ہے' الغرض میں نے اس لڑکی کو اس درمیان میں دیکھ لیا' اور اس کے بعد اس سے شادی کرلی' پھر ہم نے حضورؐ سے اپنی موافقت اور باہمی شفقت کا ذکر کیا حضورؐ سن کر بہت خوش ہوئے"

(ابن ماجہ جلد ۱ ص ۲۷۲ ح ۱۸۸۸)

حدیث: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا "جب کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے' تو اگر اس کو دیکھنا ممکن ہو تو دیکھ لے' حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک لڑکی کو نکاح کا پیغام بھیجا تو میں نے چھپ کر اس کو دیکھ لیا یہاں تک کہ میں نے اس کی دو چیزیں دیکھ لیں' جس سے مجھے نکاح کی رغبت ہوئی اور میں نے اس سے نکاح کرلیا' الحمد اللہ اب ہم دونوں خوش ہیں۔

(ترجمہ ابوداؤد جلد ۱ ص ۳۹۷ حدیث ۱۹۵۰)

مسئلہ:" جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو تو اس کو دیکھنا درست ہے اگرچہ شہوت کا خوف بھی ہو' قبلِ نکاح کے ایک نظر دیکھنا سنت ہے"
(اقتباس از کتاب خلاصۃ المسائل ص ۱۱۶ فصل فی النظر والمس)

حضرت اعمش رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر بزرگان دین کا قول ہے کہ جو شادی دیکھے بغیر ہوتی ہے اس کا خاتمہ رنج و غم اور الم پر ہوتا ہے' اس لئے مناسب ہے کہ نکاح سے قبل مرد اس عورت کو ایک نظر دیکھ لے' اور دل سے پسند کر لے' البتہ نکاح سے قبل لڑکی سے بات کرنا' ہاتھ ملانا پیار کرنا وغیرہ وغیرہ سراسر حرام ہے۔

(احیاء جلد ۲ قسط ۱ ص ۹۷ و اکسیر ہدایت)

آج کل تو یہ جہالت ہے کہ شادی سے پہلے لڑکا لڑکی دونوں آپس میں ہنس ہنس کر بیٹھے بیٹھے انداز میں باتیں کرتے ہیں' لڑکی ہاتھ ملاتی ہے' لڑکے کے ساتھ باہر گھومتی پھرتی ہے' ہوٹل میں ایک ساتھ ٹھہرتی ہے' کھانا ایک ساتھ کھاتی ہے' سینما بینی کرتی ہے نہ اس کو شرم آتی ہے نہ حیا نہ حجاب ہے نہ خوفِ خدا اور یہ نہ کوئی شریعت ہے نہ شرافت اور نہ انسانیت بلکہ سراسر جہالت رذالت اور اوچھاپن ہے۔

عورت کو یہ خبر نہیں کہ وہ ایسی ذلیل اور شرمناک حرکت کر کے دنیا کی نظروں میں تو اچھی بننے کی کوشش کر رہی ہے' پر یہ بھی تو دیکھنا اپنی ہی غیرت و شرافت اور آبرو کا تقاضا ہے کہ اللہ اور رسول اللہؐ کی نظروں میں وہ کیا بن رہی ہے' غیر محرم مرد سے باتیں کرنا ہاتھ ملانا' شیک ہینڈ کرنا' چلنا پھرنا' کھانا کھانا' پارک میں گھومنا' پکنک میں جانا وغیرہ وغیرہ سب حرام ہیں' مگر بے غیرت نے پیسے کی خاطر سب گناہوں کو مول لیا' خدا کو بھی ناخوش کیا اور اپنے رسول کو بھی ناراض کیا' مجھے نہیں معلوم کہ ایسے مرد اور عورتوں کو کس نام سے پکارا جانا چاہیے جو کہ اسلام کا جنازہ اپنے سے اور اپنے گھر سے بھی نکال رہے ہے' اس قسم کی روش اور غلط طریقے پنچایت اور قومی شریعت کی نگاہ میں خواہ کتنے ہی اہم ہوں' مگر الٰہی شریعت میں اس کی نہ کوئی اہمیت ہے اور نہ کوئی قیمت۔

ناظرینِ کتاب! شادی کی کامیابی کے متعلق ایک اور بات ذہن نشین کر لیں کہ صرف ایک نظر دیکھنے اور سرسری گفتگو کرنے تک محدود نہ رہے کیونکہ ایک نظر دیکھنے لینے سے محض ظاہری حسن و جمال اور شکل و صورت کا ہی علم ہو سکتا ہے نہ کہ سیرت و عادات اور دیانت کا' اس مختصر وقفے میں سیرت و شرافت' فراست و دیانت اور عادت و اخلاق کا کیا اندازہ ہوگا؟ اور یہ بات صرف لڑکے والوں کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ لڑکی والے بھی اپنی لختِ جگر کے لئے احتیاط سے کام لیں' اور چھان بین مناسب انداز سے کریں' کہیں وہ لڑکا بداخلاق' بدمزاج' تُند خو' مکار' کوفر اور بے دین تو نہیں ہے' نفس پرست' باطل پرست موقع پرست' بدعت پسند' اور مطلب آشنا تو نہیں ہے' حرام خور' رشوت خور' کام چور اور نیت میں فتور تو نہیں ہے وغیرہ وغیرہ یہ سب میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ آج کل شادی بیاہ

کے معاملات میں لوگوں کی طبیعت اور عادتوں میں اِفراط و تفریط زیادہ ہوگئی ہے نکاح کے سلسلے میں حقیقت اور اصلیت کو بیان کرنے والے اور سچ بولنے والے لوگ بہت کم ہیں' یوں سمجھ لیجئے کہ آٹے میں نمک کے برابر' ہر ایک اپنی اپنی اولاد کی جھوٹی تعریف ' ظاہری بناوٹی' فریب دہی' اور مغالطہ انگیزی کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں' اور بڑھا چڑھا کر خوبیاں بیان کرنے کو ہُنر سمجھتے ہیں' اور بیان کرنے والے کو چالاک' اور وقت کا سمجھ دار مانا جاتا ہے' جبکہ یہ سراسر ظلم' دغابازی' بے انصافی' ناقابلِ معافی جرم اور اسلام سے کھلا مذاق ہے۔

روایت : روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمرفاروقؓ کے زمانۂ خلافت میں ایک عمر رسیدہ شخص نے خِضاب کر کے سفید داڑھی اور بالوں کو کالا کر کے کسی جوان لڑکی سے شادی رچا لی تھی' چند دن میں جب خِضاب اُترا تو سفیدی ظاہر ہوئی لڑکی کے گھر والے حضرت عمرفاروقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم نے تو اس بُڈھے شخص کو جوان سمجھ کر شادی کردی تھی اور اس بُڈھے نے خِضاب کے رنگ میں نقلی جوان بن کر ہمیں دھوکہ دیا' یہ سن کر امیرالمؤمنین حضرت فاروقؓ نے اس شخص کو بُلایا اور دُرّے سے معقول سزادی' اور آپ نے اس کا نکاح فسخ کردیا' اور فرمایا کہ آئندہ اگر ایسی دھوکہ بازی کی تو بہت بُرا حشر ہوگا۔ (احیاء جلد ۲ قسط ۱ص ۹۷ و احیاء جلد ۱)

محترم! اگر کوئی شخص صرف ادائے سنت' حصولِ اولاد اور گھریلو نظم کے لئے نکاح چاہتا ہو' تو اس کے لئے حسن و جمال کی کوئی قید نہیں رہتی' اور نہ وہ خوبصورتی کا طالب ہوتا ہے' اس کو تو نیک عورت سے شادی مطلوب ہوتی ہے' یہ بات زہد و تقویٰ سے قریب تر بھی ہے' کیونکہ حسن و جمال بہرحال دنیاوی مال ہے اور جس کا ایک دن زوال بھی ہے' دین داری' نیک نیتی' بلند کرداری اور خیرخواہی وغیرہ یہ سب دائمی چیزیں ہیں اور راحت کا سبب اور نجات کا ذریعہ بھی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بعض اوقات حسن و جمال سے دین پر مدد ملتی ہے' اور بہت سی حسین عورتیں بھی دین دار ہوتی ہیں' لیکن یہ شاذو نادر ہے' اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جس کی صورت اچھی ہو اس کی سیرت بھی نیک ہو' جس کی شہرت زیادہ ہو' اس کی فطرت اور وقعت بھی اچھی ہو' جس کے پاس دولت ہو اس کے پاس نیک عادت اور شرافت بھی ہو' جس کے پاس دنیاوی ہنر و طاقت ہو' خدا کی نگاہ میں بھی اس کی قدر و قیمت ہو۔

واقعہ :۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے بغیر دیکھے ایک کالی اور کانی عورت سے نکاح کیا

جبکہ اسی لڑکی کی ایک اور دوسری بہن جوان قبول صورت موجود تھی' حضرت نے اس خوبصورت جوان بہن کی خواہش نہ کی' اس لئے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے سنا تھا کہ یہ کانی عقل میں اس خوب صورت بہن سے افضل ہے' اور بسا اوقات ہوتا بھی یہی ہے کہ ایک عورت حُسنِ صورت کی مالک تو نہیں ہوتی مگر اس میں بعض دوسری خوبیاں اور نفیس عادتیں ایسی ہوتی ہیں' جو نکاحی زندگی میں اس حسنِ صورت' اور ظاہری شان و شوکت سے زیادہ اہمیت اور قیمت رکھتی ہیں' اگر اسے اپنی ان خوبیوں کے اظہار کا موقع ملے تو وہی آدمی جو ابتداءِ محض حسنِ صورت اور سفید چمڑی کا دلدادہ تھا' اس کے حُسنِ سیرت اور نیک خدمات پر فریفتہ ہو جاتا ہے' کیونکہ اس کی صورت حُسن نہ سہی مگر سیرت روشن' اور خوبیوں کا چمن تو ہے' مالدار نہ سہی مگر ایمان دار تو ہے' اونچی قوم سے تعلقات نہ سہی' اونچے اخلاق کی مالک تو ہے' تعلیم یافتہ نہ سہی تربیّت یافتہ تو ہے' لیکن آج کل کے مسلمانوں کو یہ سب باتیں کہاں پسند ہیں' پیسے کے شیطان نے سب کو اپنا بنا رکھا ہے۔

واقعہ: دورِ حاضر کے مسلمانوں کا حال ایک واقعہ کی روشنی میں ملاحظہ ہو' یوپی سہانپور کے کسی گاؤں سے ایک جولاہا دہلی آیا' اور یہاں آکر پٹھان بن گیا' اور لوگوں سے اپنے آپ کو پٹھان بتایا' چند دن بعد ایک پٹھان آیا' اس نے جو دیکھا کہ جولاہے نے یہاں اپنے کو پٹھان بنا رکھا ہے' تو وہ پٹھان سید بن گیا اور لوگوں سے اپنے آپ کو سیّد بتلانے لگا اس کے کچھ دنوں کے بعد ایک سیّد صاحب بھی دہلی تشریف لائے' انہوں نے دیکھا کہ یہاں پٹھان نے اپنے آپ کو سیّد بنا رکھا ہے' تو اس سیّد صاحب نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ "میں خدا کا بیٹا ہوں" (نعوذ باللہ) لوگوں نے سیّد صاحب کی اس بات پر ہنسنا شروع کر دیا اور مذاق اُڑانے لگے' جب لوگ باگ زیادہ مذاق پر اُتر آئے' تو سیّد صاحب نے مجبور ہو کر کہا کہ بھائی! بات ایسی ہے کہ تم لوگ تنہا مجھے کیوں نشانہ بناتے ہو' تم ہی بتاؤ کہ جس ملک میں جُولاہا پٹھان اور پٹھان سیّد بن جاتا ہے' وہاں سیّد اگر خدا کا بیٹا بن جائے تو کیا تعجب ہے؟

(حوالہ اصلاح المسلمین ص ۱۴۲)

محترم! یہ لطیفہ صرف دل چسپی تک ہی محدود نہیں بلکہ آج کی جہالت اور بے ایمانی کو واضح الفاظ میں بے نقاب بھی کر دیا ہے۔

آج کل تو جھوٹ کا بازار گرم ہے کہ جس کے پاس جتنا جھوٹ ہے اتنا ہی اس کے لئے چھوٹ ہے' ہر جگہ جھوٹ ہی کی قیمت ہے' سچائی کی کوئی پوچھ نہیں' آج تو صورت کے پُجاری ہے' سیرت کے نہیں' دولت کی ضرورت ہے تربیّت کی نہیں' جہیز کی مانگ ہے اخلاق کی نہیں' بے ایمانی کی قدر ہے خاندان کی نہیں۔

واقعہ: ایک روز حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ نے جنابِ الٰہی میں عرض کیا کہ یا رب! جنت میں جو عورت میری رفیق ہوگی اسے مجھے دکھادیجئے' چنانچہ خواب میں ان سے کہا گیا کہ جنت میں جو عورت تمہاری رفیقہ ہوگی وہ نہایت ہی بدصورت اور کالی ہے جس کا نام سَلامَہ ہے اور فلاں مُوضع میں بکریاں چرا رہی ہے' یہی عورت جنت میں تمہاری رفاقت کرے گی' جب ابراہیمؒ نیند سے بیدار ہوئے تو خواب میں بتائے ہوئے موضع کی طرف چل نکلے' وہاں پہنچ کر دیکھا تو واقعی ایک کالی عورت بھونڈی سی حالت میں ملی' حضرت ابراہیمؒ نے سلام کیا' تو عورت نے جواب میں کہا **وعلیکم السلام یا ابراہیم!** یہ سن کر ابراہیم ابن ادہمؒ نے دریافت کیا کہ آپ کو یہ کس نے بتایا کہ میں ابراہیم ہوں؟ عورت نے جواب دیا کہ جس نے آپ کو یہ بتایا کہ میں جنت میں آپ کی رفیق ہوں گی' یہ سن کر ابراہیم ابن ادہمؒ دَنگ رہ گئے' اور اس عورت سے کہا کہ خدا کے واسطے مجھے کچھ خاص نصیحت کیجئے' یہ سن کر اس عورت نے کہا "اگر محبتِ الٰہی کا دعویٰ ہے تو اپنے اوپر نیند حرام کیجئے' اور سجدے اور قیام الیل پر مداومت کیجئے اور دولت سے نہیں عبادت سے دل لگا لیجئے" آج کے مسلمانوں کی حالت پر کسی نے کیا خوب کہا

یوں تو سیّد بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو' بتاؤ مسلمان بھی ہو

امیرِ شہر کو اس سے غرض کیا کوئی مر جائے
وہ خود محفوظ ہے اس کا کہاں ایوان جلتا ہے

کبھی حیوان کو حیوان سے جلتے نہیں دیکھا
نہ جانے کیوں مگر انسان سے انسان جلتا ہے

نہ سوزِ درد ہو جس میں نہ آہوں میں ہو اثر پیدا
کہاں اخلاص کر سکتا ہے ایسے دل میں گھر پیدا

چوتھی صفت عورت کا بانجھ نہ ہونا

نکاح کے سلسلے میں عورت میں جو صفات مطلوب ہیں ان میں سے چوتھی صفت عورت کا بانجھ نہ ہونا ہے' یہ بھی ایک قابلِ لحاظ صفت ہے اگر یہ بات کسی طرح معلوم

ہوجائے کہ فلاں عورت بچے جننے والی نہیں ہے تو بہتر یہ ہے کہ اس سے شادی نہ کرے ' ارشاد نبوی ہے۔

حدیث: حضرت معقل ابن یسارؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا "اے لوگو! ایسی عورت سے تم شادی کرو جس کی اولاد ہو' اور وہ شوہر سے محبت کرنے والی ہو"
"یاایھاالناس تزوجوا الولود الودود" (ابوداؤد و نسائی)

شناخت: اگر کسی کنواری لڑکی سے شادی کرنے کا ارادہ ہو تو یہ دیکھ لینا چاہیے کہ وہ دوشیزہ تندرست اور بھرپور جوان ہے یا نہیں' اور اس کے خاندان میں اولاد کی چہل پہل صحیح ہے یا نہیں' یہ دونوں باتیں اگر کوئی دیکھ کر شادی کرے تو غالب گمان یہی ہے کہ اس کے اولاد ہوگی' یہ رائے حضرت امام غزالیؒ کی ہے۔ (احیاء جلد ۲ ص ۱۰۲)

حدیث: حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا "گھر کے کونے میں پڑا ہوا بوریا بانجھ عورت سے بہتر ہے' (کیونکہ بانجھ عورت اولاد سے محروم رہتی ہے) اور یاد رکھو! بچے پیدا کرنے والی کالی بدصورت عورت اس خوب صورت سے بہتر ہے جو بانجھ ہو"

"لحصیرۃ بناحیۃ البیت خیر من امرأۃ لاتلد وسوداء ولود خیر من حسناء لا تلد" (بیہقی' ابن حبان و کیمیائے سعادت ص ۱۳۶)

حدیث: حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا "تم لوگ خوبصورت بانجھ عورت کو چھوڑو' سیاہ فام بدصورت بچے پیدا کرنے والی عورت سے شادی کرو کہ میں قیامت کے روز دوسری امتوں پر تمہاری کثرت سے فخر کروں گا۔"

"ذروا الحسناء العقیم وعلیکم بالسوداء الولود فانی مکاثر بکم الامم"

(ابو یعلی)

مذکورہ حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ نکاح میں اولاد کی طلب کو بڑا دخل ہے' اسی لئے آپؐ نے سیاہ فام اور بدصورت عورت کو خوب صورت عورت پر ترجیح دی ہے' حالانکہ خوب صورت عورت مرد کی پناہ گاہ ہے اور اس سے نگاہیں غیر عورتوں کی طرف نہیں اٹھتیں۔

امیرالمؤمنین حضرت عمر فاروقؓ بکثرت نکاح کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں صرف اولاد بڑھانے کے لئے نکاح کرتا ہوں تاکہ حضورؐ کی خوشنودی زیادہ حاصل کرسکوں۔

(احیاء جلد ۲ قسط ا ص ۵۵)

حدیث: حضرت معقل بن یسارؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے ایک مال دار اور قبول صورت خاتون نکاح کرنے کو ملتی ہے' اور وہ خود مجھے چاہتی ہے' مگر اس کی اولاد نہیں ہوتی ہے' تو کیا میں ایسی عورت سے شادی کرلوں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں' وہ شخص گھر چلا گیا پھر چند دن بعد وہ شخص فرطِ محبت سے اسی عورت کی بات کو لے کر سرکارِ عالی میں حاضر ہوا۔ اس وقت بھی آپؐ نے منع فرمایا' کچھ دنوں کے بعد پھر وہ شخص اجازت کے لئے حاضر خدمت ہوا اور یہی سوال سامنے رکھا اور بار بار سوال کو دہراتا رہا' تاکہ اجازت مرحمت فرمائیں' مگر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بھائی! تم محبت کرنے والی' نیک اور اولاد زیادہ پیدا کرنے والی عورتوں سے شادی کرو کیوں کہ قیامت کے دن میں تمہاری کثرت سے اور امتوں پر فخر کروں گا' یہ سن کر اس شخص نے اس حسین عورت سے شادی کرنے کا عزم چھوڑ دیا۔

(سنن ابوداؤد جلد ا ص ۳۸۹ حدیث ۱۹۲۱)

اس کے علاوہ اولاد سے اور بہت سے فوائد ہیں۔ مثلاً دنیا میں گھریلو اُلجھنوں سے نجات' کاروبار میں ہاتھ بٹانے اور زندگی کے دیگر معاملات میں اولاد کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے اور اولاد سے والدین کو بہت سکون بھی ملتا ہے' اگر بچے نیک ہو گئے تو مرنے کے بعد اپنے والدین کے لئے دعائیں کریں گے' اور اگر بچے صغرِ سنی ہی میں فوت ہو گئے تو وہ قیامت کے روز اپنے والدین کے حق میں نجات کے لئے سفارش کریں گے' وغیرہ وغیرہ اب یہ فوائد اولاد ہونے پر ہی ہوں گے نہ کہ سلسلۂ اولاد بند کرنے پر۔

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا "مرنے کے بعد ابنِ آدم کے تمام اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے' صرف تین اعمال باقی رہ جاتے ہیں ان میں سے ایک نیک اولاد' جو اس کے لئے دعائے خیر کرے' (یہ طویل حدیث کا ایک حصہ ہے' اس حدیث سے یہ بات ظاہر ہے کہ بانجھ عورت سے یہ بات حاصل نہ ہوگی' اس لئے آپؐ نے بچے پیدا کرنے والی عورت سے شادی کرنے کا حکم دیا ہے خواہ وہ کالی اور بدصورت ہی کیوں نہ ہو۔)" (بخاری و مسلم)

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا "قیامت کے روز بچہ اپنے (ماں) باپ کا دامن اس طرح پکڑے گا جس طرح میں تمہارا کپڑا پکڑے ہوئے

ہوں" (بشرطیکہ والدین کے پاس نیکی زیادہ ہو اور بدی کم) "**انہ یاخذ بثوبہ کما انا الاٰن اخذ بثوبک۔**" (مسلم شریف)

حدیث: حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ضائع ہو جانے والا بچہ اپنے والدین کو جنت کی طرف کھینچے گا۔" **السقط یجر ابویہ الی الجنۃ**"
ایک اور روایت میں یوں آیا ہے کہ" تم لوگ نکاح کرو' اور بہت ہو جاؤ' میں حشر کے میدان میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا' یہاں تک کہ ضائع ہو جانے والے ناقص بچے پر بھی۔" **قال رسول اللہ " تناکحوا تکثروا فانی اباھی بکم الامم یوم القیامۃ حتیٰ بالسقط۔**" (الحدیث بیہقی وابن ماجہ شریف)

والدین کی کوتاہی سے اولاد کی بربادی

محترم ناظرین! یہاں پر ایک اہم بات کی وضاحت کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ کسی مسلمان کے لئے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ آج کل اولاد نیک اور صالح کہاں ہوتی ہے' اور بچے کہاں دین کی تعلیم اور دینی ماحول سے رغبت رکھتے ہیں' اس صورت میں اس کی دعائیں ماں باپ کے حق میں کیا مفید ہوں گی؟
اس لئے کہ دین دار' ایمان دار اور بلند کردار مسلمانوں کے بچے عموماً نیک ہی ہوتے ہیں خاص طور پر اس صورت میں جبکہ ماں باپ خود صحیح ہوں اور ان کی صحیح تربیت کریں' دینی تہذیب و تعلیم کا انتظام کریں' اور انہیں نیک راہ پر چلانے کی کوشش کریں' دینی تہذیب و تعلیم کا انتظام کریں اور انہیں نیک راہ پر چلانے کی کوشش کریں' اور بچے کو شروع ہی سے دینی تعلیم اور تہذیب سکھائیں اور بڑی لگن اور ذمہ داری کے ساتھ یہ کام انجام دیں' باقی کامیابی اور کامرانی یہ اللہ کے ہاتھ میں ہے' کوشش کرنا بندہ کا فرض ہے۔
آج کل بعض حضرات کو یہ بھی کہتے ہوئے سنا گیا کہ ہم نے تو اپنی اولاد کو دینی رنگ میں رنگنے اور قرآن و حدیث کی تعلیم دینے کی بڑی کوشش کی اپنی اولاد کو زمانے کے بہاؤ پر نہیں چھوڑا' لیکن زمانے کی ہوا ہی کچھ ایسی ہے کہ ہمارے وعظ و نصیحت اور محنت و تربیت کا ان پر کچھ اثر نہ ہوا' ہم نے اپنی کوشش میں کوئی کسر نہیں کی' خدا جانے یہ باتیں کہاں تک صحیح ہیں' مگر میرا سوال آپ سے یہ ہے کہ آپ نے کتنی لگن' کتنے اضطراب اور کتنی دِل سوزی کے ساتھ دینی تربیت کی کوشش کی ہے' اگر آپ اپنے پیارے بچے کے ہاتھ میں بھرا ہوا پستول دیکھ لیتے ہیں تو اس کے رونے دھونے کی قطعی پرواہ کئے بغیر جب تک اس کے ہاتھ سے وہ پستول چھین نہ لیں' چین و سکون سے نہیں بیٹھ سکتے۔

لیکن کیا وجہ ہے کہ جب وہی اولاد آپ کو دینی تباہی کے آخری سرے پر نظر آتی ہے' اور تارک صلوٰۃ و تلاوت اور عبادت پر اتر آتی ہے تو آپ صرف ایک دو مرتبہ زبانی نصیحت اور تھوڑی سی سختی کر کے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

سوال یہ ہے کہ جس لگن اور دلچسپی کے ساتھ آپ اپنی اولاد کے لئے روزگار تلاش کرتے ہیں کیا اتنی لگن کے ساتھ اس کی تربیت کی راہیں تلاش کرتے ہیں؟ جس عاجزی و انکساری اور سوزِ قلب کے ساتھ آپ ان کی صحت اور دنیاوی ترقی کے لئے اور اسکول کالج کے امتحان میں پاس ہونے کے لئے دعائیں کرتے ہیں' کیا اسی طرح کبھی آپ نے اپنی اولاد کے لئے اللہ سے راہِ مستقیم طلب کی ہے؟ اگر آپ نے واقعی ایسا نہیں کیا تو آپ کو اپنے اہلِ خانہ کی ذمہ داری سے سُبکدوش سمجھنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا' آپ کے حق میں اب یہ ہے کہ آپ اپنے اہل خانہ کے گناہ کا وبال اپنی گردن پر لے لیں' اور خدائی عذاب کا انتظار کریں۔

یہ کتنی غیرت و حیرت کی بات ہے کہ اولاد کو دینی تعلیم و تربیت سے خود ہی محروم رکھیں اور انگریزی تعلیم و ماحول اور چال چلن اور مغربی تہذیب شوق سے خود ہی اپنی محنت کی کمائی سے سکھائیں' اور دین کا دشمن اور خدا کا نافرمان خود ہی بنائیں اور پھر یہ کہیں کہ آج کے دور میں اولاد کا نیک صالح ہونا مشکل ہے' اولاد کا دین دار بنانا صلوٰۃ و تلاوت کا پابند کرنا بہت ہی دشوار ہے' اور دشوار کیوں نہیں ہوگا' دشواری کا سامان تو آپ نے خود ہی گھر میں لا کے رکھ دیا' مغربی تہذیب پر چلنا' کھانا' بولنا' اور مغربی پہناوا کو خود بھی بڑے شوق سے اپنائے ہوئے ہیں اور بچوں کو بھی وہی سب کچھ سکھا رہے ہیں اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ پھر یہ کہنا کہ بچے آج کل بدکردار' بے دین' بداخلاق' اور خراب ہی ہوتے چلے جا رہے ہیں' گھر کا دروازہ کھلا چھوڑ کر چور کو دعوت دے کر پھر یہ سمجھ لینا کہ چوری نہیں ہوگی' کتنی حماقت کی بات ہے۔

آج مسلمانوں کے لئے حق پر چلنا مشکل یوں ہے کہ حق نفس کے خلاف ہے' اور باطل اور مغربی تہذیب پر چلنا آسان یوں ہے کہ باطل نفس کے مُوافق ہے۔

ناظرینِ کتاب! اب بھی فرصت ہے کہ اپنے دوست اور دشمن کو پہچان لیجئے اور یاد رکھیں کہ آپ کی فلاح و صلاح' کامیابی و بہتری صرف حق تعالیٰ اور رسولِ خدا کی پیروی میں ہے' کیوں آپ دربدر کی گداگری اور فقیری کرتے پھرتے ہیں' آپ کے گھر میں جنت کا خزانہ مدفون ہے کیوں جہنم کی آگ کے پیچھے پڑے ہیں' آپ کے پاس ایک عظیم دولت اور بے بہا نعمت "ایمان اور قرآن" ہے جس کے سامنے تمام دنیا کی دولت اور خزائن ہیچ

ہیں، لہٰذا اس بے نظیر دولت ایمان کی قدر کریں، اس کی قدر انگریزی چال چلن اور مغربی تہذیب سے نہیں، بلکہ شریعتِ محمدی کی پیروی سے کریں، اور جنتی اعمال کو خود بھی اپنائیں اور اپنے اہل خانہ کو بھی سکھائیں، اور دین کے معاملہ میں سختی سے کام لیں، پھر دیکھنا چند روز میں کیا سے کیا ہوتا ہے بات بنانے سے کچھ حاصل نہیں عمل سے سب کچھ حاصل ہے۔

علامہ اقبال نے اسی کو ان الفاظ میں کہا

یقینِ محکم عملِ پیہم محبت فاتحِ عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں
تو ہے شاہباز فلک گیر ہے پرواز تیری
اس نشیمن میں نہ رہ پست خیالوں کی طرح
جب خود نہیں رہنے کے کسی اصل پر قائم
کیا خاک وہ قائم کوئی بنیاد کریں گے

مہر کم باندھنا سنّت ہے اور مہر ادا کرنا واجب ہے

ناظرینِ کتاب! یہ یاد رہے کہ اسلام جنسی جذبے کو دبانے یا رد کرنے کی تاکید نہیں کرتا، بلکہ جنسی جذبے کو ایک فطری جذبہ تسلیم کرتے ہوئے اور بشری تقاضا کی تائید کرتے ہوئے اس کی تسکین کے لئے نکاح کا پاکیزہ طریقہ تجویز فرمایا ہے، نکاح زندگی میں لُطف، سرور اور سکون پیدا کرتا ہے نکاح دو خاندانوں کو ایک کرتا ہے نکاح سے فطری جذبات کی تسکین بھی اور ہر قسم کی بے اعتدالی پر کنٹرول بھی ہے، نکاح سماج میں کسی قسم کا فتنہ و فساد نہ پھیلنے کا ذریعہ بھی اور بقائے نوعِ انسانی کا سبب بھی ہے مگر آج کے نادان، کم عقل، اور لالچی انسان جہیز، مہر کی زیادتی، مناسب لڑکوں کی کمی، شادی میں سودہ بازی، جوڑے اور رقم کی لمبی چوڑی فہرست اور شادی کی دیگر مشکلات سے ڈر کر اولاد کو قتل کرنے لگے ہیں اور بے تحاشا حمل ساقط کرتے چلے جا رہے ہیں، اور نسلِ انسانی کو بند کرنے کی ایک سے ایک تدبیر عمل میں لا رہے ہیں آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ گزشتہ سال ۱۹۸۷ء میں بمبئی کے صرف ایک کلینک میں ۱۱ ہزار حمل گرائے گئے، اور خدا کی اس مخلوق کو قتل کرنے میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں، اور دونوں بقائے نوعِ انسانی کی جگہ حمل کو کسی نہ کسی صورت سے ضائع کر کے نوعِ انسانی کا قاتل اور قوم کی جڑیں کاٹنے والے بن رہے ہیں۔ اور غضبِ الٰہی کو دعوت دے رہے ہیں۔

آج کے مسلمانوں نے خدا اور رسول خدا کو دھوکہ دینے کے مختلف طریقے اختیار

کرر کھے ہیں۔ شادی وغیرہ کی دعوت پر لاکھوں روپیہ پانی کی طرح بہا دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ تو زمانے کا دستور ہے ماڈرن دور کا تقاضا ہے۔ بار بار تو ہم دعوت نہیں کرتے اور شادی کا موقع بار بار نہیں آتا' ایک بار تو اچھی طرح کھلانا چاہیے۔ چاہے تو قرضہ لے کر ہو' زمین بیچ کر ہو' دوسروں کی زمین اور مال غصب کر کے ہو' یا چوری ڈاکہ ڈال کر ہو' غرض اپنی پوزیشن خراب نہ ہو' بھلے عقبیٰ میں جہنم میں جانا پڑے' اسی طرح جب جہیز کا مسئلہ آئے تو کہتے ہیں کہ ہم تو کچھ نہیں مانگتے آپ نے بچی ہمارے حوالے کردی اس سے بڑی چیز اور کیا ہوسکتی ہے' ہمیں تو لڑکی چاہیے جہیز سے کیا مطلب' آپ اپنی لختِ جگر کو اپنی خوشی اور آسانی سے جو چاہے دے سکتے ہیں مگر جہاں تک لین دین کا سوال ہے ہم ابھی سے آپ کو یہ بتادینا چاہتے ہیں کہ جو کچھ بھی آئے وہ ہمارے معیار کا ہو' اور ہماری برادری میں ہماری ناک نیچی کرنے والا نہ ہو' اسی طرح جب گھوڑے جوڑے کی بات چلے تو کہتے ہیں کہ ہم کو کچھ نہیں چاہیے' مگر بچے کا ارمان ہے وہ رنگین ٹی وی اسکوٹر فرج پراپرٹی اور دیگر چند چیزیں لینے کی خواہش رکھتا ہے' ہم کیا کریں' ہمیں تو یہ بالکل پسند نہیں اور نہ ہم گھوڑے جوڑے کے قائل ہیں۔

اس طرح جب مہر کا معاملہ درپیش ہو تو کہتے ہیں کہ بچے کو دیکھ کر مہر باندھیں ہم کو دیکھ کر نہیں' ہمیں تو مہر کی زیادتی قطعی پسند نہیں ہے۔ پر کیا کریں مجبور ہیں۔ ہمارا بس نہیں چلتا وغیرہ وغیرہ دھوکہ دینے کے یہ سارے طریقے اپنا رکھے ہیں جب کہ شریعت کی رُو سے یہ سب غلط اور ناجائز ہے' یہ تو شادی کے متعلق چند باتیں لکھی جارہی ہیں' آپ غور کریں تو اور بہت سی باتیں آپ کو یاد آئیں گی'

یہ سب خدا فراموشی اور اسلام دشمنی کی وجہ سے ہے' پہلے زمانے کے لوگوں کے گھر میں حرام کی آمدنی نہیں آسکتی تھی' حرام کی کمائی اور بالائی آمدنی کو لوگ انگارہ اور خیر و برکت کو بھسم کردینے والی چیز سمجھتے تھے اور جہنم کی آگ سمجھ کر اپنے کو بچا کر رکھتے تھے' مگر اب گھر کا سارا خرچ رشوت اور نمبر دو کے کام سے چل رہا ہے' اور تنخواہ بینک جارہی ہے بچوں کی پرورش اس حرام کی آمدنی سے کی جارہی ہے جس کی وجہ سے ان میں نیکی' ایمانداری' بھلائی' بلند نظری' خیر خواہی' شرافت' انسانیت' اور غیرت کچھ بھی نہیں ہے' وہ انسان نما درندے بن رہے ہیں' اور یہی جہیز کی لعنت جوڑے کی فہرست' مہر کی زیادتی اور بے غیرتی کی وجہ ہے کہ آج معاشرے میں' خاندانوں میں کشیدگی' خود کشی' زناکاری' بد معاشی' میاں بیوی میں نااتفاقی' ناچاقی' بے حیائی' بے پردگی' عُریانی' طلاقوں کی کثرت اور خاندانی تباہی جیسی مُہلک بیماری عام ہورہی ہے اور کسی کو کسی پر اعتماد نہیں رہا' نہ عورت

کی پاک دامنی پر مرد کو بھروسہ ہے نہ مرد کی وفاداری پر عورت کو یقین' غرض آج انسان کی زندگی رب چاہی کی بجائے اپنی من مانی کرنے کی وجہ سے تباہ و برباد ہو کر رہ گئی ہے ایک مسلمان عورت و مرد کو جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے یہ بات یاد رہے کہ حرام مال سے انسان کی ضرورت تو ضرور پوری ہوتی ہے' مگر یہ دل کو ایمان سے خالی کر دیتا ہے' اور آخر سوچنے سمجھنے' رہن سہن کے طور طریقے' بولنے سننے' اور زندگی کے دیگر معمولات میں حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین انقلاب رُونما ہوتا ہے' اور یہودیت و نصرانیت اور مغربی تہذیب نشوونما پا جاتی ہے' اور نتیجہ میں مسلمان حیوانوں کی صف میں بھی کھڑا ہونے کے قابل نہیں رہتا' آج انسان شیطان کو اپنا دوست بنا کر رحمٰن سے بالکل نڈر ہو گیا ہے اور شیطان کے ساتھ جہنم میں جانے کو تیار ہے۔

مہر کی تعریف: شریعت اسلام میں مہر اس چیز (رقم) کو کہا جاتا ہے جو نکاح کے وقت شوہر منکوحہ کو دینا منظور کرتا ہے اور مرد کے ذمّے عورت کو دینا واجب ہو جاتا ہے' اور مہر کی ادائیگی مرد پر واجب ہے۔

مسئلہ: مہر کم باندھنا سنّت ہے اور جو دس ۱۰ درہم چاندی سے کم مہر جائز نہیں پس اگر کوئی دس ۱۰ درہم سے کم مہر مقرر کرے تو بھی دس درہم لازم آئے گا اور عورت پورے دس درہم مہر کی مستحق ہے' لہٰذا مناسب یہی ہے کہ دس ۱۰ درہم سے کم مہر نہ باندھے۔" (عین الہدایہ جلد ۲ ص ۲۰ کتاب النکاح و خلاصۃ المسائل ص ۱۴ و کنز شرح وقایہ)

مہر کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔

حدیث: حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بہترین عورتیں وہ ہیں جن کے مہر ہلکے پھلکے ہوں" "**خیرھن ایسرھن صداقا**" (ابن حبان)

اسی بات کو ایک اور جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ "تمہاری عورتوں میں سے بہتر عورت وہ ہے جو خوش رُوا اور ہنس مُکھ ہو اور مہر میں کم ہو۔" "**خیر النساء احسنھن وجوھًا و اقلھن مھورًا**"

حدیث: حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کو حکم دیا کہ وہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کر دے کہ "عورت میں برکت بھی ہے نحوست بھی' عورت کی برکت اور خوبی یہ ہے کہ اس کا مہر تھوڑا

ہو' نکاح سہولت سے کم خرچے میں ہوا ہو اور وہ خوش اخلاق و دیندار ہو اور عورت کی نحوست یہ ہے کہ مہر زیادہ ہو' نکاح دشواری سے ہوا ہو' بداخلاق اور بے دین ہو" (ابوداؤد جلد ۱ ص ۴۰۱ و احیاء جلد ۲ قسط ۴ ص ۵۱۷)

حدیث: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" عورتوں میں زیادہ برکتوں والی عورت وہ ہے جس کا مہر کم سے کم ہو اور دین میں زیادہ سے زیادہ ہو۔ انساء برکتہا یسرھن صداقا الخ (احمد' بیہقی)

محترم! ان مذکورہ احادیث میں سرکارِ دو جہاں سیدُ الانبیاء رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امتوں کو یہی ہدایت فرمائی ہے کہ اے لوگوں! نکاح کے معاملے میں تم عورت کی دین داری اور سیرت کو ترجیح دو مہر کی زیادتی اور خوبصورتی کو نہیں' پاکدامنی اور خوش اخلاقی کو دیکھو' ڈگری اور مالداری کو نہیں' پردے میں رہنے والی کو دیکھو باہر گھومنے والی کو نہیں' گھر کا نظام سُدھارنے اور گھر چلانے میں ماہر عورت کو پسند کرو دوسروں کے گھروں کو باڑ کرنے والی اور اپنی اداؤں کو فروخت کرنے کا بازار کھولنے والی بدکردار عورت کو اپنے گھر کی زینت مت سمجھو یہ صرف شوہر کے لئے نہیں بلکہ گھر والوں کے لئے بھی نحوست ہے' قرآن و حدیث کی نگاہ میں اس عورت میں برکت اور خوبی ہے جس میں ایمانداری ہو' حیاء و شرم ہو' تربیت و شرافت ہو' شادی بڑی سادگی سے ہو' مہر میں آسانی ہو' اور جو عورت خدا کی عبادت اور شوہر کی خدمت اور گھریلو فرائض کو قید و ذلت نہیں بلکہ یہ سمجھتی ہو کہ مجھے انہی کاموں کے لئے پیدا کیا گیا ہے' نہ کہ اجنبی مردوں کی خدمت اور دلجوئی کے لئے دفتروں اور کارخانوں میں غیر مردوں کو خوش آمدید کہنے اور ہاتھ ملانے کے لئے اور نہ ہی دن بھر اپنی مسکراہٹ اور ننگے پن سے دوسروں کے دلوں پر بجلیاں گرانے اور شام کو شاپنگ کرنے اور رات کو رنگین ٹی وی کی فلمیں درشن کرنے اور رات بھر بلیو فلمیں دیکھنے اور روپیہ کے لئے کپڑے اتارنے اور نائٹ کلب میں رات گزارنے اور صبح آٹھ بجے اٹھنے کے لئے۔ راقم الحروف کو یہ بکھرے ہوئے چند نمونے ناظرین کے سامنے پیش کرکے صرف یہی سوال کرنا ہے کہ یہ سارے دھندے کرکے مسلمان عورتیں پاکدامن رہتی ہیں یا گندی' اگر پاکدامن نہیں ہیں تو آج کل کی شادیاں کیونکر کامیاب ہونگی؟

محترم! آج کل مہر زیادہ سے زیادہ باندھنے کا جو رواج بہت زور و شور سے چل رہا ہے اور ہر ایک کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ میں اس جہالت میں کیوں نہ آگے بڑھ کر شیطان سے ہاتھ ملاؤں غنیمت ہے کہ شیطان کی فہرست میں میرا بھی نام آجائے۔ اور آج کل مہر

کی زیادتی میں محض شیطان جیسی شہرت و نام و نمود ہی شامل نہیں ہے بلکہ لڑکی والے کے دماغ میں یہ خنّاس بھی سوار ہے کہ مہر زیادہ باندھنے سے مرد طلاق نہیں دے گا' اور طلاق دینے میں مرد کو ہمّت بھی نہ ہوگی حالانکہ یہ خیال محض خام خیالی ہے۔ طلاق دینے والا جب آمادہ طلاق ہی ہو تو اُسے کوئی نہیں روک سکتا۔ اگر مہر کی زیادتی پر ادائیگی کی پریشانی سے شوہر اپنی منکوحہ کو طلاق نہ بھی دے تو بیوی کے ساتھ کشیدگی' ناچاقی' بے اِتفاقی' بُہتان تَراشی' بداخلاقی اور گالی گفتار سے شیوہ کرنے کا برا سلوک تو کہیں گیا ہی نہیں نتیجہ میں مہر کی زیادتی سے اکثر ہوتا یہی ہے کہ شوہر نہ طلاق دیتا ہے' اور نہ بیوی کا خیال رکھتا ہے' اُدھر وہ دوسری عورتوں سے اپنا کام چلاتا رہتا ہے' شرافت سے نہ سہی تو شرارت سے سہی جو کہ آج کے معاشرہ میں ہمیں اچھی طرح مشاہدہ کرنے کو ملتا ہے اور شاید ہی کوئی گھر اس آفت سے خالی ہو۔ کاش اب بھی مسلمان اگر عقل و ہوش سے کام لیں تو غنیمت ہے اور بہتری اسی میں ہے کہ ایک طرفہ کوئی بات نہ سوچیں بلکہ دونوں طرف کو اپنا ہی مسئلہ سمجھیں۔

روایت: حضرت ابو عجفاء سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امیرالمؤمنین خلیفہ ثانی حضرت عمرفاروقؓ نے ایک دفعہ خطبہ پڑھا جس میں انہوں نے یہ بیان فرمایا کہ اے لوگو! خبردار تم لوگ عورتوں کے مہر زیادہ مقرر نہ کیا کرو اگر کثرت مہر دنیا میں بزرگی اور عنداللہ مقبولیت اور کامیابی کا سبب ہوتی اور مہر میں زیادتی مُستحسن ہوتی تو ہم میں سب سے زیادہ اس کے لائق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے' مگر رسول اللہؐ نے اپنی عورتوں کا مہر زیادہ مقرر نہیں کیا اور نہ ہی اپنی صاحبزادیوں کا مہر زیادہ متعین فرمایا' (ابوداؤد جلد۱ ص ۴۰۲)

حدیث: " حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمّ سلمہؓ سے صرف دس درہم اور گھر کے سامان (جو ہاتھ کی چکی' گھڑے' کھجور کی چھال بھرے ہوئے گدّے پر مشتمل تھا) کے عوض نکاح فرمایا"

(ابوداؤد و احیاء جلد ۲ قسط ۱ ص ۱۰۰)

حدیث: حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوجہاں نیرِ تاباں' درد کا درماں' مخلوقِ خدا کے پاسباں' دلبرِ رحماں' مرکزِ ایماں وجہِ تخلیقِ کون و مکاں' فخرِ جن وانساں' عاشقِ یزداں محبوبِ کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقہ عائشہؓ سے گھر کے سامان پر نکاح کیا تھا جس کی قیمت چند درہم تھی۔ (ابن ماجہ جلد۱ ص ۲۷۶ ح ۱۹۱۳)

حدیث: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب ہی بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک وحی کی نشانی آپؐ کے چہرۂ مبارک پر ظاہر ہوئی اس کے بعد حضرت انسؓ کو آپؐ نے خطاب کرکے فرمایا کہ اے انس! آج جبرائیل علیہ السلام خدا کی طرف سے ایک خوشخبری کا پیغام لے کر آئے پیغام خداوندی یہ ہے **اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکَ اَنْ تَزَوَّجَ فَاطِمَۃَ مِنْ عَلِیٍّ**۔ یعنی "اے محمدؐ! بیشک اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپؐ اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ کا نکاح علی مرتضیٰؓ سے کردیں۔" اے انس! تم جاکر ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور دیگر لوگوں کو بھی بلا کے لاؤ، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سب حاضرِ خدمت ہوئے اور حضرت علی بھی اس محفل میں آئے اور حضرت علی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب بلا کر فرمایا اے علی! فاطمہ کا نکاح تم سے ہوگا سو اسکا مہر کیا دوگے؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ایک گھوڑا اور ایک زِرہ ہے جو خدمتِ عالی میں حاضر ہے، تب آپؐ نے فرمایا کہ گھوڑا تمہاری ضرورت کی چیز ہے، لیکن زِرہ کو بیچ کر قیمت اس کی میرے سامنے لاؤ حضرت علیؓ اس محفل سے اُٹھ کر زِرہ کو بازار لے چلے، راستے میں حضرت عثمان غنیؓ نے وہ زرہ چارسو اسی درہم میں مول لی، اس کے بعد حضرت علیؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ نے چار سو مثقال چاندی کے بدلے (جو کہ ہمارے یہاں کے حساب سے غالباً ڈیڑھ سو تولہ چاندی کے برابر بیٹھتا ہے) حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے کردیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خطبہ پڑھا اور بعد نکاح کے ایک طَبق خُرما اس محفل میں بانٹ دیئے، نکاح کے وقت حضرت فاطمہؓ کی عمر سولہ سال کے قریب تھی اور حضرت علی مرتضیٰ کی عمر ۲۲ سال کے قریب تھی۔
(اقتباس از کتاب احیاء القلوب ص ۴۹)

آثار: حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ (جو کہ مشہور عشرۂ مبشرہ اور سرمایہ دار صحابیوں میں تھے) نے صرف پانچ درہم کے برابر سونے کی مقدار پر نکاح کیا۔ (بخاری و مسلم)

اور حضرت سعید بن مسیبؒ نے (جو مشہور مالدار اور سرمایہ دار تھے) اپنی بیٹی کا نکاح حضرت ابوہریرہؓ (جو مشہور صحابی اور روای ہیں) سے صرف دس درہم کے عوض میں کیا، اور آپ خود اپنی صاحبزادی کو ابوہریرہؓ کے مکان پر لے گئے، اور انہیں اندر بھیج کر واپس تشریف لے آئے اس کے بعد چند دن تک اپنی بیٹی سے نہیں ملے۔

محترم! ان پاک ارشادات اور صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات پر ذرا

ٹھنڈے دل سے سوچیں اور ہمارے اپنے معاشرے کی جہالت کا بھی موازنہ فرمائیں کہ آخر غلام کو کیا حق پہنچتا ہے کہ آقا سے بھی آگے بڑھ جائے۔ اور آقا کا قطعی لحاظ نہ رکھے ؟ اگر مہر میں زیادتی مستحسن اور عنداللہ مقبولیت کی علامت ہوتی تو یہ سب بزرگ ہستیاں اور جلیل القدر صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مہر کی زیادتی کو ضرور پسند فرماتے اور اس پر عمل کرتے کیونکہ ان کے پاس مال کافی تھا' اے دنیا کے پیچھے بھاگنے والو' دولت و شہرت کے متوالو' شریعت و سیرت کو ٹھکرانے والو' کثیر مہرباندھنے والو' جوڑے اور جہیز کی فہرست بنانے والو' شیطان کی آواز میں لبیک کہنے والو' غریبوں پر ظلم و ستم کرنے والو' حرام کی دولت اور بالائی آمدنی سے جیب بھرنے والو' حق اور سچائی کو دفن کرنے والو' باطل اور جھوٹ کو فروغ دینے والو' مغربی تہذیب اور انگریزی چال چلن کو اپنانے والو' اب بھی وقت ہے نفسا نفسی اور من مانی کو چھوڑ دو قبل اس سے کہ تمہیں اس زمین سے گھاس کے تنکے کی طرح اکھاڑ کر ہزاروں من مٹی کے نیچے دبا دیا جائے۔

ناظرینِ کتاب: یہاں پر چند اہم باتیں مہر کے متعلق یاد رکھیں' عام طور پر لوگ شرعی مسائل سے واقف نہیں ہوتے یہاں تک کہ قاضی نکاح خواں تک زیادہ تر ناخواندہ ہوتے ہیں اس وجہ سے بڑی مشکل پیش آجاتی ہیں' نکاح نامہ میں مہر مؤجل بغیر تعین مدت کے لکھ دیتے ہیں۔

مہر مؤجل: مؤجل کے معنی وہ مہر جس کی ادائیگی کے لئے کوئی وقت یا مدت مقرر کرلی جائے' اسی مدت معینہ پر ادائیگی کی جائے اس میعاد سے پہلے عورت کو شرعاً مہر کا دعویٰ کرنے کا کوئی حق نہیں۔

مہر معجل: معجل وہ مہر ہے جو محفل نکاح میں ادا کر دیا جائے حضرت مفتی اعظم کا فتویٰ یہ ہے کہ مہر مؤجل بغیر تعین مدت کے اگر لکھ دیا گیا ہے تو وہ معجل کے حکم میں ہے (یعنی عورت کو حق ہے کہ بغیر تعین مدت کے صرف لفظ مؤجل کے لکھے جانے کے باوجود جب چاہے عورت مہر کا مطالبہ کرسکتی ہے' (حوالہ کفایت المفتی)

مسئلہ: قرآن کا حکم ہے کہ اپنی بیویوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کر دیا کرو' جو بھی مقرر ہوئے ہوں' اور جن کو تم نے منظور کیا ہو' ہاں اگر عورت خود اپنی مرضی اور خوشی سے سارا مہر یا تھوڑا بہت مہر مرد کو معاف کردے تو اُسے اختیار ہے' اور بغیر مہر کے نکاح کرنا جائز نہیں اگر کرلیا تو نکاح ہو جائیگا لیکن مہرِ مثل لازم ہوگا اور امام ابو حنیفہؒ کا بھی یہی مسلک

ہے۔(حوالہ تفسیر ابن کثیر جلد اپ ۴ ص ۷۶)

مسئلہ: حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس کی نیت مہر کی رقم ادا کرنے کی ہوتی ہے اور وہ خوشی سے مہر ادا کر دیتا ہے' تو اس کو ہر درہم کی ادائیگی کے بدلے ایک حج کا ثواب بھی ملتا ہے۔
(اقتباس کتاب الوعظ جلد ۱۸ ص ۲۳)

مسئلہ: قطبُ الاقطاب حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ نکاح کرنے والا شخص مہر مقرر کر کے اگر اسے ادا نہ کرے اور اسی طرح بغیر معافی تلافی کے بیوی سے ملتا رہے تو وہ قیامت کے دن اسی طرح اُٹھایا جائے گا گویا مرد نے عورت سے زنا کیا تھا۔ یعنی مرد جب اپنی عورت سے صحبت کرے گا تو زنا لکھا جائے گا اور ایک حدیث میں زانی کی جگہ سارق (چور) آیا ہے۔(حوالہ غنیتہ ص ۱۳۲)

مسئلہ: عورت اگر اپنا سارا مہر خوشی سے اور صدقِ قلب سے شوہر کو معاف کر کے بخش دے تو یہ عمل مستحب ہے' حدیث شریف میں آیا ہے کہ "جو عورت اپنے شوہر کو مہر بخش دیتی ہے' خدا تعالیٰ اس کے لئے بہشت واجب کر دیتا ہے' اور عورت کو ہر درہم کے بدلے ایک حجِ مقبول کا ثواب ملتا ہے" (بشرطیکہ خلوصِ دل سے بخش دے)
(حوالہ اقتباس کتاب الوعظ جلد ۱۸ ص ۲۴)

حدیث: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جب عورت اپنے شوہر کو مہر بخش دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو جاتا ہے اور اس کے لئے جنت واجب کر دیتا ہے" "اذا وهب المرأة لزوجها مهرها رضی اللہ عنها وجبت الجنة لها" (الحدیث بیہقی وکتاب نکاح مسلم ج ۱۸ ص ۲۵)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کو پورا مہر یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دیا ہو اور بعد میں وہ اس کا پھر مطالبہ کرے تو شوہر اس کے ادا کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ کیوں کہ دوبارہ عورت کا مطالبہ کرنا یہ معنیٰ رکھتا ہے کہ وہ اپنی خوشی اور راضی سے مہر یا اس کا کوئی حصہ چھوڑنا نہیں چاہتی' اور یہ رائے علامہ قاضی شریح کی بھی ہے (تفسیر تفہیم جلد اپ ۴ ص ۱۳۹ آیت نمبر ۴ کی تفسیر میں)

واقعہ: اب سے غالباً "بیاسی برس پہلے دہلی میں ایک نواب صاحب اپنی بیگم سے کہا کرتے تھے کہ تم اپنا مہر معاف کر دو' پہلے پہلے تو وہ بیچاری کچھ دنوں تک ٹالتی رہیں' جب مہر کی معافی

پر زیادہ اصرار ہوا تو بیوی نے معاف کردینے وعدہ کرلیا مگر شرط لگائی کہ اپنے مولانا کے سامنے معاف کروں گی۔ اس زمانے میں حضرت مولانا محمد حسین ؒ کا وعظ مدرسہ حسین بخش دہلی میں ہر جمعہ کو ہوا کرتا تھا یہ دونوں میاں بیوی بھی مولانا کا وعظ سنتے تھے۔ نواب صاحب بہت خوش ہوئے اور فوراً بڑی عجلت سے مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مدعا عرض کیا' مولانا نے فرمایا اچھا چلو مہر معاف کرا دوں گا' مگر ایک شرط ہے' مہر پورا نقد میرے پاس بوقت گفتگو لا کر حاضر کرنا پڑے گا' نواب صاحب نے سن کر فرمایا بہت بہتر' وقت طے ہوا مولانا نواب صاحب کے ساتھ ان کے مکان پر تشریف لے گئے " بیگم صاحبہ بھی قریب ہی پس پردہ بیٹھی ہوئی تھیں' چاندی کے روپیوں کی ڈیڑھ مَن گٹھڑی مولانا کے سامنے لاکر رکھی گئی' مولانا نے فرمایا بیگم صاحبہ آپ کے نواب صاحب آپ سے مہر معاف کرانا چاہتے ہیں' بیگم صاحبہ نے کہا اگر حکم دیں گے تو میں آپ کی خوشی کی خاطر معاف کردوں گی' مولانا نے پوچھا مہر کتنا ہے؟

کہا پانچ ہزار روپے' مولانا نے فرمایا پانچ ہزار روپے کتنے ہوتے ہیں؟ آپ نے دیکھے ہیں؟ بیگم صاحبہ نے اندر سے جواب دیا کہ میں نے تو کبھی نہیں دیکھے۔ مولانا نے وہ گٹھڑی ان کے سامنے سرکا دی' فرمایا یہ ہیں دیکھئے پانچ ہزار روپے اب آپ مہر معاف کرکے ان کی خوشی کردیجئے بیگم صاحب نے گٹھڑی کا جائزہ لیا' اٹھانے کی بھی کوشش کی' حیرت زدہ ہوکر پوچھا' یہ پانچ ہزار روپے ہیں؟

مولانا نے فرمایا ہاں! اب آپ کیا فرماتی ہیں؟ بیگم صاحب بولیں میں تو معاف نہیں کرتی' اب نواب صاحب منہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

مولانا نے فرمایا جناب نواب صاحب اگر اس وقت معاف ہوجاتا تو صحیح معافی تو یہی ہوتی' مگر بھئی نواب صاحب یہ زوجہ کا حق ہے جبر واکرہ یا کسی قسم کا اخلاقی دباؤ ڈالنا درست نہیں اور نہ ہی شرعاً جائز ہے۔ یہ واقعہ بڑا سبق آموز اور عبرت حاصل کرنے کے قابل ہے'

چڑھاوا

واضح ہو کہ چڑھاوا جو نکاح کے بعد لڑکے والوں کی طرف سے دلہن کو دیا جاتا ہے خواہ وہ زیور ہو یا اور کوئی دوسری چیز۔ اس کے چند پہلو ہیں جو انتہائی قابل غور ہیں۔

(۱) چڑھاوا دیتے وقت اگر لڑکی سے واضح طور پر یہ کہہ دیا جائے کہ تم کو ہبہ کررہے ہیں یا دے رہے ہیں (اور ہبہ کرنے کا مطلب مالک بنادینا ہے) تو اس میں کوئی شک نہیں رہتا۔ لڑکی اس کی مالک ہے۔

(۲) اور اگر نیت دینے یا ہبہ کرنے کی ہی ہے اور اس میں یہ شرط لگائی کہ تم اس کو خود

پہنوگی اور اپنے ہی استعمال میں لاؤ گی' نہ فروخت کرنے کی اجازت ہے نہ کسی کو دینے کی تو شرعاً ہبہ نافذ اور صحیح قرار دیا جائے گا اور یہ تمام شرائط فاسد اور رد ہوں گی۔

(۳) اور اگر دیتے وقت کچھ نہیں کہا تو اب دو صورتیں ہیں' ایک یہ کہ دل میں نیت عاریتہ دینے کی ہے اور لڑکی اپنے آپ کو اس کا مالک سمجھ رہی ہے' تو اس صورت میں بھی لڑکی ہی اس کی مالک قرار پائے گی' اور دوسری صورت یہ ہے کہ دیتے وقت نیت عاریۃً دینے کی ہے اور لڑکی بھی اس کو عاریت ہی سمجھ رہی ہے تو اس صورت میں حضرت مولانا مفتی اعظم کفایت اللہؒ کا فتویٰ یہ ہے کہ چڑھاوا دیتے وقت اگر یہ کہہ دیا گیا ہے کہ ہم تمہیں عاریت دے رہے ہیں تب تو وہ لڑکی کی مِلک قرار نہیں پائے گا' لیکن اگر کچھ نہیں کہا گیا تو مطلقاً وہ لڑکی کی مِلک ہے۔ (کفایت المفتی ج ۵ باب ۶ فتویٰ ۱۶۵۔ و ۲۲۱)

یہاں یہ یاد رہے کہ عورت کے اندر فطری طور پر ایک جذبہ خود نمائی کا موجود ہے شادی کے بعد جب وہ عورتوں میں اور سہیلیوں میں بیٹھے گی تو بغیر زیور اور اچھے کپڑے کے حقیر سمجھی جائے گی اس لئے ہر والدین اپنی اولاد کے لئے حد میں رہتے ہوئے اس بات کا لحاظ رکھیں۔

مسئلہ: اگر مرد اپنی سُسرال میں کوئی تحفہ وغیرہ بھیجے تو یہ نیت نہ کرے کہ وہ لوگ بھی اس کے بدلے میں کچھ نہ کچھ بھیجیں گے کیونکہ یہ درست نہیں اور نہ اخلاقاً صحیح ہے اسی طرح لڑکی والے بھی اپنی بیٹی کو کچھ دے کر واپسی کی نیت نہ رکھیں' ہدیہ تحفہ وغیرہ بھیجنا مستحب ہے اور آپؐ کی سنت بھی لیکن اس طرح کی بدنیتی اور لالچ سے پاک ہونا چاہیے' جب بھی طرفین میں سے کوئی بھی ہدیہ وغیرہ بھیجے تو اس کو حرص و ہوس اور دے کر لینے کی نیت قطعاً نہ کرنا چاہیے' یہ صرف شرعاً ہی خلاف نہیں ہے بلکہ اخلاقاً' ادباً اور بے غیرتی و بے حیائی کی بھی علامت ہے جس کی مذمت خود قرآن نے بھی کی ہے' ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اے لوگو کسی کو اس غرض سے کچھ مت دو کہ (دوسرے وقت اس کا زیادہ معاوضہ چاہو) "وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ" (القرآن پ ۲۹ مدثر) بہرحال شادی شادی ہی ہونی چاہیے نہ کہ خانہ بربادی اور سودہ بازی' نکاح قدرت کی ایک نعمت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے نہ کہ تجارت' نکاح ایک مقدس بندھن ہے نہ کہ تفریح کا اعلان نکاح خوشی کا ایک پیغام ہے نہ کہ سودہ بازی کا مقام' غرض نکاح کوئی سستا سودا اور معمولی چیز نہیں ہے کہ جب چاہے جہاں چاہے جس طرح چاہے اسے ٹھکرا دیا' کوڑے کی طرح پھینک دیا' بلکہ یہ سودا بہت مہنگا پڑتا ہے' قوم اسی کی گود میں پلتی ہے' نوعِ انسان کی تخلیق کا ذریعہ ہے' اسی سے قوم کا کردار ڈھلتا ہے اور نکاح زندگی میں لُطف و سُرور پیدا کرتا ہے' اس کو جو سستا سودا سمجھے گا وہ اس کا خمیازہ یہاں بھی اور وہاں بھی ضرور بھگتے گا۔

مسئلہ: عورت اپنے شوہر کو مہر معجّل مقرر کرنے کی صورت میں ادائے مہر تک جماع سے روک سکتی ہے' شوہر بھی ایسا مہر ادا کئے بغیر اپنی بیوی سے خلوت نہ کرے' مہر ادا کرے یا مہر خوشی سے معاف کرالے اس کے بعد جماع کرے مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر کچھ مہر معجّل اور کچھ مؤجل ہے تو عورت اپنے شوہر کو اپنے نفس سے مہر معجّل کے واسطے باز رکھ سکتی ہے اور مؤجل کے واسطے نہیں۔(اقتباس کتاب خلاصتہ المسائل ص ۱۵)

مسئلہ: اگر مرد نے بیوی کو دخول سے پہلے یعنی صحبت سے پہلے طلاق دے دی تو عورت کے لئے تعین شدہ مہر کا نصف ہے اور اگر قبل خلوتِ صحیحہ کے طلاق دی ہو اور وقت عقد کوئی مہر بیان نہ کیا تو عورت کے لئے شوہر پر مثلِ مہر لازم آئے گا (مہرِ مثل اس مہر کو کہتے ہیں جو اس عورت کے باپ کی جانب کی اس کے ہم مثل عورتوں کا مہر ہے) بشرطیکہ عورت سے دخول کیا یا چھوڑ کر مرگیا ہو یا عورت پہلے مرگئی ہو پھر جب مہر لازم ہو کر عورت کا حق ہو گیا اب وہ چاہے راضی خوشی سے معاف کردے یا نہ کرے۔ بدلیل قولہ تعالیٰ **وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ** الخ (عین الہدایہ جلد ۲ ص ۶۱)

خلوتِ صحیحہ: خلوتِ صحیحہ اس کو کہتے ہیں کہ مرد اور عورت بالکل تنہائی میں ہوں اور میاں بیوی دونوں کسی ایسی جگہ پر ہوں جہاں صحبت سے کوئی چیز رکاوٹ اور کوئی سبب مانع نہ ہو۔

مانع بھی تین طرح کے ہیں (۱) مانعِ حسّی جیسے بیماری کہ ایسی بیماری ہو جو جماع سے باز رکھتی ہے (۲) مانعِ شرعی جیسا کہ روزہ رمضان و حالتِ احرام یا عمرہ وغیرہ' (۳) مانعِ طبعی جیسا کہ حیض و نفاس وغیرہ۔

مسئلہ: جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا ہو اور وہ قبلِ جماع یعنی صُحبت سے پہلے اس کو طلاق دے دی ہو' تو شوہر پر اس عورت کو مُتعہ دینا لازم ہو گا' مُتعہ ایک سربند' ایک کرتا اور ایک چادر کو کہتے ہیں' اس کے علاوہ جو کچھ بھی شوہر دے وہ سب عَطیہ ہے۔

(اقتباس کتاب شرح وقایہ)

مسئلہ: نابالغہ لڑکی کا مہر ولی اس کے شوہر سے لے سکتا ہے لیکن خوراک اور پوشاک نہیں لے سکے گا جب تک کہ نابالغہ جماع کی برداشت نہ کرسکے۔

(کتاب شرح وقایہ و خلاصتہ المسائل ص ۱۶)

مہرِ فاطمہ: سیّدہ حضرت فاطمہؓ کا مہر عہدِ رسالت کے اوزان کے مطابق ساڑھے بارہ اُوقیہ چاندی پر ہوا' اور ایک اُوقیہ چالیس درہم کے برابر ہوتا ہے' اور درہم کی مقدار کا اندازہ

یوں لگایا جاسکتا ہے کہ عام علماء ہند کے نزدیک دو سو درہم چاندی ساڑھے باون تولہ کے مُساوی ہے اس طرح ساڑھے بارہ اُوقیہ کے پانچ سو درہم ہوئے اور پانچ سو درہم ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ کے مساوی ہوا لہٰذا ہر زمانے میں اس مقدار چاندی کی جو قیمت ہوگی وہی مہرِ فاطمی کی مقدار سمجھی جائے گی۔ اب حساب لگالیں، مثال کے طور پر یوں سمجھ لیجئے اگر پچاس ۵۰ روپے تولہ چاندی کی قیمت تسلیم کرلی جائے جو غالباً آج کل ہے ساڑھے چھ ہزار روپے کے قریب ہوتے ہیں، یہی مہرِ فاطمی کی مقدار پائے گی۔

واقعہ: بادشاہ ہارون الرشید نے جب اپنی صاحبزادی کا نکاح کیا تو علماء حضرات سے پوچھا کہ فاطمہؓ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر کیا تھا؟ علماء نے فرمایا پانچ سو درہم یہ سن کر بادشاہ نے فرمایا میری بیٹی کا مہر اس سے دس درہم کم ہونا چاہیے کہ وہ مخدوم زادہ جہانیاں تھیں اور ہم ان کے غلام و خادم ہیں "دخترِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دخترِ ہارون الرشید میں فرق لازمی ہے آقا اور غلام کا ایک مقام کبھی نہیں ہو سکتا۔ (کتاب الوعظ ص ۳۰ ج ۱۸)

محترم: جس طرح اسلام میں عورتوں کی طرف سے مہر کی زیادتی ناپسند ہے، اسی طرح اسلام میں یہ بھی ناپسند اور شرمناک فعل ہے کہ مرد عورتوں کی دولت اور چیزوں پر نظر رکھیں اور زیادہ جہیز کی مانگ رکھیں، اور حیثیت سے دور جا کر بات کریں، اور جوڑے گھوڑے کی فہرست میں اپنا کمینہ پن ظاہر کردیں، جس رذالت اور جہالت میں آج کے ۹۹ ننانوے فیصد مسلمان مُبتلا ہیں، اور حرص و ہوس میں ہر طبقے کے لوگ لت پت ہیں کیا دیندار کیا دنیا دار، کیا نمازی کیا بے نمازی، کیا مُبلغ، کیا مُعلم، کیا مقرر، کیا مفسر، غرض کتنا ہی دیندار سے دیندار ہو اوپر سے نیچے تک سب کے دل و دماغ میں کثرتِ مہر، اپنے گھر و دہلیز کو جہیز سے بھرنے اور جوڑے گھوڑے سے رات کے رات مالا مال ہو جانے کی فکر و دوڑ جاری ہے، اور یہ سب دنیاوی اسباب حاصل کرنے کے لئے چاہے شریعت و سنت اور شرافت کو کوڑے خانہ میں پھینکنا پڑے اس بات کی کوئی پروا نہیں اور چاہے یہ سب ناجائز کام کرنے اور رسم و رواج پر عمل کرنے کی وجہ سے اپنا مقام جہنم میں کیوں نہ ہو جائے اس سے کوئی مطلب نہیں بس "پیسے کے شیطان نے سب کو اپنا بنا رکھا ہے۔

ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر میں جائز طریقے سے روزانہ ایک ہزار دینار کماؤں اور انہیں اللہ کے نام پر خیرات بھی کردوں کچھ بھی اپنے پاس نہ رکھوں تب بھی میں یہ خیرات پسند نہیں کرتا، لوگوں نے حیرت سے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا قیامت کے روز اغنیا اور مالداروں کی زیادہ پکڑ ہوگی اور مالداروں سے پوچھا جائے گا

کہ جو مال ان کے پاس تھا وہ انہیں کہاں سے ملا اور کہاں خرچ کیا؟ جس کا جواب دینا ہر مالدار کے لئے دشوار ہو جائے گا' اس لئے غربت ہی میں غنیمت ہے اور قدرِ ضرورت پر قناعت کرنا چاہیے اس دنیا میں اچھی زندگی کا راز قناعت اور بقدرِ ضرورت پر صبر کرنا ہے یقیناً حریص آدمی کے لئے کبھی کامیابی نہیں کیونکہ بقدرِ ضرورت کی تو حد ہے مگر حریص کی کوئی حد نہیں۔

حدیث: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز جو حساب میں اُلجھایا جائے گا وہ عذاب دیا جائے گا۔

(بخاری و مسلم و احیاء جلد ۳ قسط ۵ ص ۶۶۷)

ہر مسلمان کو یہ بات یاد رہے کہ خدا تعالیٰ نے جو بھی مال انسان کو دیا ہے وہ سب مال اپنا نہیں ہے' بلکہ حقیقت میں خدا تعالیٰ ہی کا ہے جس طرح کسی نوکر کو اگر آپ خزانہ سپرد کردیں تو کیا وہ اس کا مالک اور خود مختار ہو جائے گا؟ کبھی نہیں' اسی طرح خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنا مال سپرد کیا ہے اور اس کی فہرست بھی دی ہے کہ کہاں خرچ کرے اور کس کس موقع پر خرچ نہ کریں' یہ اختیار آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے کبھی نہیں دیا گیا ہے کہ آپ نے جس کو چاہا دے دیا' جیسے چاہا خرچ کردیا' اور جہاں چاہا' جتنا چاہا خرچ کرڈالا' اس لئے واجب ہے کہ آدمی اپنا خرچ شرع کے موافق کرے' اور شادی و تقریب میں آنکھیں بند کرکے خرچ نہ کرے' شریعت نے ہر چیز کے حدود مقرر کردیئے ہیں' پس حدود کے اندر رہنا ہی آپ کے لئے کامیابی ہے' حدود کو توڑنا گویا اپنے عقبیٰ کو خراب کرنا ہے اگر کوئی روزہ مغرب تک رکھنے کے بجائے عشاء تک رکھے تو کیا گنہگار نہیں ہوگا؟

واقعہ: حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ "جب کوئی نکاح کرنے والا شخص یہ معلوم کرے کہ اس کی بیوی شادی میں کیا لائی ہے؟ تو وہ مرد شوہر نہیں بلکہ چور ہے" کیونکہ اسے عورت سے نہیں دولت سے محبت ہے اگر عورت کے پاس دولت نہ ہوتی تو وہ اس سے ہرگز شادی نہ کرتا' اس کو مال سے مطلب ہے نہ کہ لڑکی سے۔ بیان کے اختتام پر یہ بات اچھی طرح یاد رکھیں کہ شادیوں میں آج کل جو رُسوم و بدعات رائج ہیں' یہ سب قومی شریعت میں خواہ کتنا ہی اہم ہو لیکن الٰہی شریعت میں اس کی کوئی اہمیت نہیں' اب سوال یہ ہے کہ جب اہمیت نہیں تو ثواب کون دے گا اور نجات کیسے مل جائے گی؟

اسلام کی نگاہ میں عزل کیسا ہے؟

ناظرینِ کتاب! اب ملاحظہ فرمائیں عزل کیا چیز ہے' اور اسلام میں عزل کا کیا مقام ہے' اور عزل پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کن شرائط کے ساتھ ہے؟

عزل کی تعریف: عزل یہ ہے کہ "اپنی منکوحہ سے صحبت کے دوران اِنزال کے وقت اپنا عضوِ تناسل عورت کے جسم سے نکال کر باہر اِنزال کرے" واضح ہو کہ جماع (صحبت) کے آداب میں یہ بات بھی داخل ہے کہ عزل نہ کرے' بلکہ کھیتی کی جگہ اپنا پانی پہنچادے' عزل سے خدا کے فیصلے تبدیل نہیں ہوتے جیسا کہ ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جتنے انسان ربّ العالمین کو پیدا کرنا مقصود ہیں وہ ہر حال میں پیدا ہو کر رہیں گے' اس کو کوئی روکنے والا نہیں۔ (بخاری و مسلم)

حدیث: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا "جو شخص عیال کے خوف سے نکاح ترک کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے' وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" "**من ترک النکاح مخافۃ العیال فلیس منا فلیس منا۔**" (ابو منصور دیلمی)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ عزل کرنے والا بھی اس وعید کا مستحق ہے' کیونکہ اس میں بھی عیال کا خوف پایا جاتا ہے' اور عزل کرنے والوں کو یہ بھی تخیّل رہتا ہے کہ معاشی خستہ حالی سے بچے اور کھانے اور زندگی کے دیگر خرچہ اٹھانے والے کم ہوں' جبکہ یہ خیال قطعی صحیح نہیں ہے کیونکہ رزق کا مالک رحمٰن ہے نہ کہ انسان' کھلانے والا' پالنے والا' زندگی میں چین و سکون دینے والا خدا ہے نہ کہ بندہ' مسلمان کے لئے بہتری اسی میں ہے کہ نہ اولاد کی پیدائش پر غمگین ہو نہ اولاد سے محرومی پر' اور نہ لڑکے کی پیدائش پر متفکر ہو اور نہ لڑکی کی پیدائش پر' انسان کو کیا خبر ہے کہ دنیا و عقبیٰ کے لحاظ سے اس کے حق میں کس چیز میں بہتری ہے' اور قدرت کی حکمت و مصلحت کس میں کیا ہے' اس لئے اس ناپاک نطفہ سے پیدا شدہ انسان کی شان صرف یہی ہے کہ ہر آن راضی برضا رہے' اسی کو نظیر اکبر آبادی نے ان الفاظ میں کہا

بندے کے قلم ہاتھ میں ہوتا تو غضب تھا
صد شکر کہ ہے کاتبِ تقدیر کوئی اور

حدیث: مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ صحابہؓ نے رسول اللہؐ سے عزل کے متعلق سوال

کیا (یعنی ہر وقت نطفہ کو باہر ڈال دینے کے بارے میں) تو آپؐ نے فرمایا" **فاک الوأدالخضی**" یعنی یہ پوشیدہ طور پر زندہ گاڑ دینا ہے اس کے بعد آپؐ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی **وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ** (آیت ۸ پ ۳۰) اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی؟ (اس آیت کے اندازِ بیان میں ایسی شدید غضبناکی پائی جاتی ہے جس سے زیادہ سخت غضبناکی کا تصور نہیں کیا جاسکتا' اولاد کو زندہ برباد کرنے اور ہلاک کرنے والے ماں باپ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ایسے قابلِ نفرت ہوں گے کہ حساب کے روزان کو مخاطب کر کے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ تم نے اس معصوم کو کیوں قتل کیا' بلکہ ان سے نگاہ پھیر کر معصوم ہلاک شدہ اولاد سے پوچھا جائے گا کہ تو آخر کس قصور میں ماری گئی؟)

(مسلم و تفسیر مظہری جلد ۱۴ ص ۱۷۱ و تفسیر ابن کثیر جلد ۵ ص ۲۲ پ ۳۰)

حدیث: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! میں عزل کرنا چاہتا ہوں اگر آپ اجازت دیں' تو آنحضرتؐ نے فرمایا آخر ایسا کیوں کرتے ہو؟ یہ یاد رکھنا ہر پیدا ہونے والی جان کو اللہ تعالیٰ ضرور پیدا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جس روح کا پیدا ہونا مقرر کر دیا ہے' وہ ضرور پیدا ہو کر رہے گی' اس لئے عزل کا طریقہ اختیار کر کے کسی کی پیدائش کو روکنے کا خیال عبث ہے۔ (سنن ابوداؤد جلد ۱ ص ۴۱۷ حدیث ۲۰۳۰ و ابن ماجہ)

محترم! عزل پر عمل کرنے والا اس غلام کی طرح ہے جس نے اپنے آقا کے حکم کی نافرمانی کی' آقا نے جس کام کو کرنے کے لئے کہا اس نے اس سے اعراض کیا اور قدرت کے باوجود کھیتی میں پانی نہ ڈالا اور اس کی حکمت سے سرتابی کی جرأت کی اور فطرت کے مقصود کی خلاف ورزی کی اور تخلیق کے نظام کو برباد کرنے کی کوشش کی۔

واضح ہو کہ بچہ رِحم میں نطفہ پڑنے سے تخلیق پاتا ہے' تنہا مرد کی منی سے بچہ پیدا نہیں ہوتا' بلکہ مرد اور عورت دونوں کی منی سے مل کر بچہ بنتا ہے' بچہ بننے کے بظاہر چار سبب ہیں۔ (۱) نکاح کرنا (۲) صحبت کرنا (۳) اِنزال تک توقف کرنا (۴) انزال کے بعد حمل قرار پانا' بچہ پیدا ہونے کے بظاہر یہ چار اسباب ہیں' ان میں سے بعض اسباب بعض دوسرے اسباب کی بہ نسبت زیادہ قریب ہیں' اگر دیکھا جائے تو چوتھے' سبب سے رُکنا ایسا ہی ہے جیسے تیسرے سبب سے رُکنا' اور تیسرے سبب سے رکنا ایسا ہی ہے جیسے دوسرے یا پہلے سبب سے رکنا' اسباب کے درجے میں یہ سب امور برابر ہیں' اگر تارکِ نکاح کو تارکِ سنت کہا جاسکتا ہے' تو پھر عزل کرنے والے کو تارکِ سنت کیوں نہیں کہا جائے گا۔

قول : بعض بزرگانِ دین کا قول ہے کہ جماع میں انزال کے وقت آلۂ تناسل کو حمل ٹھہر جانے کے خوف سے باہر نکال لینا گویا اولاد کو زندہ درگور کرنے کے مرادف ہے۔

(حوالہ احیاء جلد ۲ قسط ۱ ص ۶۰)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عزل نہ کرنے والا اور کھیتی میں پانی ڈال دینے والا اس امر کی تکمیل میں مصروف ہے جو باری تعالیٰ کو پسند ہے' اور عزل کرنے والا اور نطفہ کو باہر ڈالنے والا اس چیز کو ضائع کر رہا ہے جس کا ضائع کرنا نہ خدا کو پسند ہے نہ رسولِ خدا کو' اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی جانوں کا اِتلاف اور ضائع ہونا پسند نہیں ہے' اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امتیوں کی کمی پسند ہے' اس لئے آپؐ نے فرمایا کہ "تم لوگ نکاح کرو اور اولاد بڑھاؤ" اس موضوع پر کچھ تفصیلی گفتگو راقم الحروف اس بیان سے پہلے کر کے آیا ہے' ملاحظہ ہو "چوتھی صفت بانجھ کا نہ ہونا" غرض پہلے کی عورت اولاد کو اللہ کی نعمت اور اس کا فضل سمجھتی تھی' اور آج کی عورت اولاد کو بوجھ' زحمت' اور گلا گھونٹ کر مار ڈالنے کی چیز سمجھتی ہے' لہٰذا وہ گولیاں کھا کر' حمل گرا کر' آپریشن کروا کر اس مصیبت سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا پانے کی کوشش کر رہی ہے یعنی مختصر الفاظ میں یوں سمجھ لیجئے کہ آج کی عورت جسے قوم کی ماں کہا جاتا تھا وہ قوم کی قاتل اور قوم کی جڑیں کاٹنے والی بن گئی ہے۔

یہ بات یاد رہے کہ شریعتِ اسلام میں نکاح کا مقصد صرف دفعِ شہوت نہیں بلکہ افزائشِ نسل بھی ہے' اگر نکاح محض دفعِ شہوت کے لئے ہوتا تو مشہور صحابیٔ رسول حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ' مرضِ طاعون میں مبتلا ہونے کے بعد بھی یہ نہ فرماتے کہ میرا نکاح کر دو' میں باری تعالیٰ کے حضور مجرّد (تنہا) نہیں جانا چاہتا' واقعہ یہ ہوا کہ حضرت معاذ ابن جبلؓ کی دو بیویاں تھیں' طاعون کی وبا میں دونوں کا انتقال ہو گیا' خود بھی اس وبائی مرض میں مبتلا تھے' مگر پھر بھی اپنے عزیزوں سے فرمایا کہ میری شادی کر دو' مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ باری تعالیٰ کے سامنے میری پیشی تجرّد (تنہائی) کی حالت میں ہو' یہ اثر نفسِ نکاح کی فضیلت پر بھی دلالت کرتا ہے اور افزائشِ نسل پر بھی۔

واقعہ : ایک بہت بڑے عظیمُ المرتبت بزرگ کا قصہ ہے کہ لوگ ان سے نکاح کرنے کے لئے کہا کرتے تھے' اور وہ بزرگ ہر دفعہ انکار کر دیا کرتے' ایک روز وہ رات تہجد کے وقت سو کر اٹھے اور تہجد کی نماز اور فجر کی نماز اور وظیفہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں سے کہنے لگے کہ میرا نکاح کر دو' دوست احباب نے نکاح کر دیا اور بعد میں ارادہ تبدیل ہونے کی وجہ دریافت کی' بزرگ نے فرمایا اب میں اتنی جلدی شادی کرنے پر یوں آمادہ ہوا ہوں

کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھے اولاد سے نوازے اور وہ آخرت میں میرے کام آئے' اور حقیقت یہ ہے کہ آج میں نے خواب میں قیامت کا منظر دیکھا کہ لوگوں کے ساتھ میں بھی میدان حشر میں کھڑا ہوا ہوں' پیاس اور دیگر تکلیف کی وجہ سے سب لوگ سخت مُضطرب اور بے چین ہیں' اسی اثنا میں میں نے ایک عجیب بات دیکھی کہ کچھ بچے صفوں کو چیرتے ہوئے ادھر سے اُدھر پھر رہے ہیں' ان کے کاندھوں پر نورانی چادریں پڑی ہوئی ہیں' اور ہاتھوں میں چاندی کے جگ اور سونے کے گلاس ہیں' اور بچے ایک ایک شخص کو پانی پلا کے چین دیتے رہے ہیں' اور کچھ لوگوں کو چھوڑتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں' میں نے بے چین ہو کر خود ایک بچے سے پانی طلب کیا' تو وہ کہنے لگا کہ ہم میں تمہارا کوئی بچہ نہیں ہے' ہم تو اپنے ماں باپ کو پانی پلا رہے ہیں میں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس بچہ نے جواب دیا ہم سب مسلمانوں کے بچے ہیں ہمیں صغرِ سنی میں اٹھالیا گیا تھا۔ (احیاء جلد ۲ قسط ا ص ۶۵)

حدیث:۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا "جس شخص کے تین نابالغ بچے مرجائیں اللہ تعالیٰ ان بچوں پر اپنی رحمت کے صدقے میں اس شخص کو جنت میں داخل کرے گا' عرض کیا گیا یا رسول اللہؐ! اور دو بچوں کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا دو بچوں کا حکم بھی یہی ہے۔" "**من مات لہ ثلثۃ لم یبلغوا الحنث ادخلہ اللّٰہ الجنۃ بفضل رحمتہ ایاھم قیل یا رسول اللّٰہ! واثنان: قال رسول اللّٰہ واثنان۔**"

(بخاری ومسند احمد واحیاء جلد ۲ ص ۶۵)

حدیث:۔ ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں' اور وہ ان کا خرچ اٹھائے' اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے' یہاں تک کہ اللہ اسے ان لڑکیوں کی فکر (یعنی شادی وغیرہ) سے آزاد کردے تو اللہ تعالیٰ یقینی طور پر اس کے لئے جنّت واجب کردیں گے مگر شرط یہ کہ وہ شخص کوئی ایسا گناہ کا ارتکاب نہ کرے جو ناقابلِ معافی ہو" (مثلاً شرک وغیرہ) "**من کان لہ ثلاث بنات فانفق علیہن واحسن الیہن حتی یغنیہن اللّٰہ عنہ اوجب اللّٰہ لہ الجنۃ البتۃ الا ان یعمل عملا لا یغفر لہ**" (ترمذی وابوداؤد)

دوسری ایک روایت میں تھوڑے سے فرق کے ساتھ یوں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا "جس شخص کی دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ نیک سُلوک (اس وقت تک) کرتا رہے (جب تک وہ اس کے پاس رہیں یعنی شادی تک) تو قیامت کے روز جنت میں ہیں' اور وہ شخص ان دو انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے (اس جگہ پر حضورؐ نے اپنی

دونوں انگلیوں کو ملا کر فرمایا) "**من عال جاریتین او اختان فاحسن الیھما ما صحبتاہ کنت انا و ھو فی الجنۃ کھاتین**" (ترمذی و مسلم)

حدیث :۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا "جب بندے کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُسے اولاد کی فکر (بچوں کی پرورش، تربیت اور پیٹ کے لئے محنت و مشقت) میں مبتلا کردیتا ہے تاکہ گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔" **اذا کثرت ذنوب العبد ابتلاہ اللّٰہ بھم العیال لیکفرھا۔**" (الحدیث مسند احمد و احیاء جلد۲ ص ۷۸)

محترم! ان روایات کا حاصل بھی یہی ہے کہ ایک مسلمان کے لئے شادی کرنا نہایت ہی ضروری ہے، اور شادی کے بعد عزل کا نہ کرنا زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ اگر عزل پر عمل کیا جائے تو بچہ سے محروم رہے، اور اولاد سے محروم رہنا یہ اپنے لئے بہت بڑی ہلاکت ہے، علاوہ اس کے بچہ کے پیدائش کے اسباب کو روکنا یہ گناہ سے خالی نہیں۔

مسئلہ : واضح ہو کہ کوئی ایسی صورت اختیار کرنا اسلام میں جائز نہیں جس سے حمل قرار نہ پائے، جیسے آج کل دنیا میں ضبطِ تولید کے نام سے اس کی سیکڑوں صورتیں رائج ہو گئیں ہیں، یہ بھی خفیہ طور پر بچہ کو زندہ درگور کردینے کے حکم میں ہے اور اس کی بڑی سخت سزا ہوگی۔ (تفسیر مظہری جلد ۱۲ ص ۳۱۸ و تفسیر معارف القرآن جلد ۸ ص ۶۸۳)

آج کل حمل کو روکنے کے لئے جو چیز کھلے عام چل رہی ہے اور آج ۸۰ فیصد لوگ اس میں مبتلا ہیں، یہ انتہائی غیرانسانی طریقہ ہے، ایسا کرنے والا نہ رحمٰن کا بندہ ہے نہ انسان، بلکہ شیطان کا چیلا ہے، بچہ کی پیدائش یہ ایک قدرتی عمل ہے، اس قدرتی عمل میں اس ناپاک نطفے سے بنے ہوئے انسان کا دخل سراسر باغیانہ عمل ہے، جو بندگی کے بالکل خلاف ہے، اس قدرتی معاملے کو اگر کسی نے کنٹرول کرنے کی کوشش کی تو حساب کے روز الٰہی عذاب کو کنٹرول کرنا اس کے لئے ناممکن ہوجائے گا، اگر کسی نے یہاں اپنے کو خدا کی نافرمانی سے کنٹرول کرلیا تو عدالت خداوندی میں اس کے لئے کامیابی ممکن ہوجائے گی۔

آج کے ماڈرن دور کا وہ ہوس پرور ڈاکٹر جو پیسے کی لالچ میں یہ کام کرتا ہے، وہ شوہر جو اولاد کو بوجھ اور وبال سمجھ کر نسلِ انسانی کو بند کرنے والی تدبیروں پر عمل کرتا ہے، اور وہ خاتون جو خاموشی اور خوشی سے اس کام کے لئے خود کو پیش کرتی ہے، صرف شریعت کی نہیں بلکہ انسانیت کی بھی دشمن ہے۔

یاد رہے کہ بچے کی پیدائش یہ انسان کی مرضی پر نہیں بلکہ مالکِ کائنات خدا تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے، وہ مالک و مختار ہے، جس کو چاہے دے اور جس کو چاہے محروم کرے،

جدید سائنسی ترقی ایجادات اور سہولت کے نام پر انسان کا قدرتی اور فطری معاملات میں ٹانگ اڑانا سخت تباہ کن غلطی ہوگی' اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و شعور اور مادی ہنر و طاقت' خدا کو پہچاننے کے لئے دی ہے نہ کہ خدا سے دشمنی اور خدا تعالیٰ کے مقابلے کے لئے۔

حدیث:۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو شخص اپنی منکوحہ سے صحبت کرنے میں عزل نہ کرے گا اور نطفہ کھیت میں ڈال دے گا تو اولاد پیدا ہو یا نہ ہو اس کے نامۂ اعمال میں ایسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے جو غلام راہِ خدا میں جنگ کرے حتیٰ کہ کفار اسے شہید کر ڈالیں' اور یہ ثواب اسے اس واسطے ہے کہ جو کام اس کے ذمہ تھا اس نے اس میں نافرمانی نہیں کی۔ (کیمیائے سعادت ص ۵۷۴)

بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے گھر میں تین تین چار چار بیویاں تھیں دو بیویاں تو بے شمار صحابہؓ کے یہاں تھیں' لیکن وہ حقوق سے اچھی طرح واقف بھی تھے اور اس پر عمل پیرا بھی' کسی صحابی نے کسی ایک کو ترجیح نہ دی' اور ان صحابی رسولؐ کا یہ عمل صرف افزائشِ نسل کے لئے تھا' تاکہ حضورؐ کی خوشنودی زیادہ سے زیادہ حاصل کر سکیں' اور آج ہم امت رسولؐ ہو کر رسولِ خدا کی خواہش کو خاک آلود کر رہے ہیں' اپنے سے اور اپنے گھر سے سنّتِ رسولؐ کا جنازہ نکال رہے ہیں' اور ضبطِ تولید کو دن بدن فروغ دینے میں لگے ہوئے ہیں اور مزید مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ پھر اپنے کو عاشقِ رسول سمجھتے ہیں' مجھے نہیں معلوم ایسے انسانوں کو کس نام سے پکارا جائے جو آئے دن آنحضرتؐ کی سنّت اور سیرت کو دفن کرتے ہوئے مغربی تہذیب کی طرف چلے جا رہے ہیں' اور سکھی سنسار' چھوٹا پریوار اور لڑکا ہو یا لڑکی دو ہی میں انحصار کا نعرہ لگا رہے ہیں اور زبان سے یہ کہہ رہے ہیں کہ آج کے انسان کو انسان نہیں چاہیے بلکہ مشین چاہیے اور یہ کہ آبادی کو روکو' انسانوں کا آنا بند کرو' مشین سے کام لو' انسان سے نہیں۔

مسئلہ: بعض ضعیف روایات میں عزل کے متعلق رسول اللہؐ سے سکوت یا عدمِ ممانعت منقول ہے' وہ بھی شدید ضرورت کے مواقع کے ساتھ مخصوص ہے مگر فقہائے کرام نے مکروہ فرمایا ہے اور قطعِ نسل ہمیشہ کے لئے کرنا جائز نہیں۔ (عین الہدایہ جلد ۸ ص ۴۷۳)

مسئلہ: اس فتنہ اور فساد کے زمانے میں بدکار اولاد ہونے کے خوف سے علماء کے نزدیک آزاد عورت کے ساتھ عزل کرنا جائز ہے۔ پھر بھی صحابہؓ عنہم نے مکروہ فرمایا ہے اور قطع

نسل ہمیشہ کے لئے کرنا جائز نہیں۔ (حوالہ عین الہدایہ جلد ۲ ص ۱۰۱ و تفسیر مظہری جلد ۱۴ ص ۳۱۸ و غنیتہ ص ۱۳۸ و خلاصتہ المسائل ص ۱۱۹ و جامع الرموز)

حدیث:۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص سرکارِ دو عالمؐ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! میری ایک باندی ہے یہ باندی ہماری گھریلو خادمہ بھی ہے اور ہمارے باغ میں پانی بھی دیتی ہے' میں اس سے صحبت بھی کرتا ہوں اور وہ میری بہت خدمت کرتی ہے' لیکن میری خواہش یہ ہے کہ وہ حاملہ نہ ہو' اور اس سے عزل کی مجھے خواہش ہے' اب آپ جو حکم فرمائیں' یہ سن کر رسول اللہؐ نے فرمایا اگر تم چاہو تو عزل کرو' مگر ہو گا وہی جو اللہ نے قسمت میں لکھ دیا ہے' جابر کہتے ہیں کچھ عرصے کے بعد وہ شخص دوبارہ آیا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ میری باندی کو حمل ٹھہر گیا ہے' آپ نے فرمایا اے فلاں میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ جو اللہ نے قسمت میں لکھ دیا ہے وہی ہو گا۔ (سنن ابوداؤد جلد ۱ ص ۱۷ ۔۲۱۶ و ترجمہ مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۵/ ۴ حدیث نمبر ۳۰۵۱ و احیا جلد ۲ ص ۱۳۳)

آج کی بعض عورتیں خود کو معزز سمجھتی ہیں اور یہ نہیں چاہتیں کہ ان کے بچے پیدا ہوں' نفاس آئے' دردزہ میں مبتلا ہوں' بچوں کو دودھ پلانا پڑے' ان کی پرورش اور دیکھ بھال کرنی پڑے' اور یہ سوچتی ہیں کہ اگر لڑکیاں پیدا ہوئیں تو ان کی شادی کرنی ہو گی اور پیشانی پر دامادی کا کلنک لگے گا۔ غرض اس طرح کی اور بہت سی باتیں سوچتی ہیں یہ سب باتیں سراسر جہالت اور بدعت ہیں اور یہ انسانیت و شریعت سے دشمنی ہے' ایسا سوچنا نہ کسی مسلمان عورت کی شان ہے اور نہ ہی کسی انسان کو زیبا دیتا ہے۔

محترم! اس بیان کے آخر میں ایک اور اہم بات کی وضاحت کر دینا مناسب سمجھتا ہوں جس کو بالخصوص وہ حضرات غور سے مطالعہ فرمائیں اور ذہن نشین کر لیں' جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرتِ شادی پر (نعوذ باللہ) یہ اعتراض کئے ہیں کہ آپؐ کی خواہشاتِ نفسانی بہت زیادہ بڑھی ہوئی تھیں۔ یہ بات صرف وہی شخص کہہ سکتا ہے جو تعصب میں اندھا ہو کر اس بات کو بھول جاتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس ۲۵ سال کی عمر میں ایسی ایک خاتون سے شادی کی تھی' جن کی عمر اس وقت چالیس ۴۰ سال تھی' آنحضرتؐ پورے ۲۵ برس تک ان کے ساتھ نہایت ہی خوش گوار ازدواجی زندگی بسر کرتے رہے' پھر جب ان کا انتقال ہو گیا تو آپؐ نے ایک اور سن رسیدہ خاتون حضرت سودہؓ سے نکاح کیا' اور پورے چار سال تک تنہا وہی آپ کی بیوی رہیں' اب آخر کون صاحبِ عقل اور ایماندار آدمی یہ تصوّر کر سکتا ہے کہ ۵۴ سال کی عمر سے گزر کر یکایک محمدؐ کی خواہشاتِ نفسانی بڑھتی چلی گئیں اور آپؐ کو زیادہ سے زیادہ ازواج کی

ضرورت پیش آنے لگی؟

یہ بات بخوبی یاد رہے کہ آنحضرتؐ نے تمام نکاح یا تو تبلیغی و تعلیمی ضروریات کے لئے کئے' یا اصلاحِ معاشرہ کے لئے' یا سیاسی و اجتماعی مقاصد کے لئے' نہ یہ کہ بیوی بیمار تھی اس لئے یا بانجھ تھی اس لئے یا اولاد نرینہ تھی اس لئے یا کچھ یتیموں کی پرورش کا مسئلہ درپیش تھا اس لئے ان سب محدود شخصی ضروریات سے آنحضرت علیہ الصلواۃ والسلام بالکل بری تھے' آپؐ کو ان ضروریات کی بو تک نہ تھی' زائد نکاح کی وجہ جن لوگوں نے شخصی ضروریات کو سمجھ رکھا ہے وہ سب عقل سے سمجھنے کے لئے کورے' حق بات سننے کے لئے بہرے' حق گوئی کے لئے گونگے اور حق بینی کے لئے اندھے ہیں' اور دل و دماغ کو گندے تعصبات سے بھر رکھے ہیں۔

واضح ہو کہ آنحضرتؐ کی تمام ازواجِ مطہرات ثیبہ (شادی شدہ عورت) تھیں' سوائے حضرت صدیقہ عائشہؓ کہ وہ باکرہ تھیں' اور حضرت خدیجہؓ اور حضرت زینبؓ کے باقی سب آنحضرتؐ کے بعد بھی حیات تھیں۔

ازواجِ مطہرات کی تعریفیں' (۱) حضرت خدیجہؓ (۲) حضرت سودہؓ بنت ربیعہ (۳) حضرت عائشہؓ بنت صدیق اکبرؓ (۴) حضرت حفصہؓ بنت عمر فاروقؓ (۵) حضرت زینبؓ بنت حزیمہ (۶) حضرت اُمّ سلمہؓ بنت سہیل (۷) حضرت زینبؓ بنت جحش (۸) حضرت اُمّ حبیبہؓ بنت ابو سفیان (۹) حضرت جویریہؓ بنت حارث (۱۰) حضرت میمونہؓ بنت حارث (۱۱) حضرت صفیہؓ بنت حیئ۔

اقوال: حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بزرگ اور مکمل دین دار وہ ہے جو خدا اور رسولِ خدا کی اس طرح اطاعت کرے کہ ایک ہاتھ میں قرآن ہو اور دوسرے میں حدیث' بس ان ہی دو کو اپنی زندگی میں رکھے' حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے اپنی پوری زندگی میں مشاہدہ کیا اس سے یہ اندازہ ہو گیا کہ جب تک خودی کا ازالہ نہ ہو جائے خدا کا ملنا محال ہے' اور خودی کے ازالہ کا واحد طریقہ اتباعِ رسولؐ ہے' اور نجات و مغفرت صرف اتباعِ نبوی سے حاصل ہو سکتی ہے' اور فرمایا جو شخص خود کو بہتر اور اپنی عبادت کو مقبول تصور کرتا ہے اور اپنے کو بدترین لوگوں میں شمار نہیں کرتا اس کا شمار کسی بھی رحمٰن کی جماعت میں نہیں ہوتا' بلکہ شیطان کی جماعت میں ہوتا ہے' خدا ہماری حفاظت فرمائے اور علم کے ساتھ ساتھ عمل پیہم کی بھی توفیق عطا فرمائے' کسی نے کیا خوب کہا

سرخرو ہوتا ہے انسان ٹھوکریں کھانے کے بعد
رنگ لاتی ہے حنا پتھر پر پس جانے کے بعد

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

بارات اور جہیز کی مذمت

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنَ (پ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل)
اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ "بیجا اُڑانے والے اور فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔"

محترم: آج کل کے مسلمان بارات اور جہیز کے بہت ہی بُری طرح شکار ہیں اس موجودہ دور میں کوئی شادی ایسی نہیں جو بارات سے خالی اور جہیز سے پاک ہو، کیا عوام کیا خواص کیا نمازی، کیا بے نمازی، کیا دیندار کیا دنیا دار غرض آج ۹۹ فیصد مسلمانوں کے منہ پر جہیز کا پانی ہے اس لئے راقم سطور نے یہ مناسب خیال کیا کہ بارات و جہیز کے متعلق بھی اختصار کے ساتھ کچھ دین کی روشنی ڈالی جائے، جہاں تک بارات اور جہیز کا مسئلہ ہے یہ دونوں عمل شرع میں محض ایک مباح اور فضول عمل ہے، اس کی کوئی حقیقت شریعت سے نہیں ملتی بلکہ اور ممانعت ملتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی شادیاں ہوتی تھیں، بہت سی شادیوں کا ذکر تو حدیث میں بھی آیا ہے جیسا کہ آپ نے پیچھے ملاحظہ فرمایا ہے مگر ان شادیوں میں بارات اور جہیز کا ذکر کہیں پر بھی نہیں ملتا یہ سب تو بعد کے کچھ نفس پرست مسلمانوں نے اپنی طرف سے جیب بھرنے کے لئے گھڑ لئے ہیں۔

حدیث: ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ (جو تمام صحابہ میں سب سے زیادہ مالدار صحابہ تھے اور جن کو جنت کی خوشخبری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں ہی دیدی تھی) کے ہاتھوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ زردی کا نشان دیکھا، جو شادی کے موقع پر ملا جاتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **یا عبدالرحمٰن ماھذا؟** یہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے جواب دیا **انّی تزوجت امرأۃ** یعنی میں نے ایک عورت سے شادی کرلی ہے یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **بارک اللّٰہ** اللہ برکت دے

(متفق علیہ)

ہر صاحب عقل اور اہل فہم اس حدیث پاک پر غور کریں کہ اس شادی کا علم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہ ہوا اور علم ہو گا کیسے' جب شادی ہی بے بارات کے تھی' آج کل جو شادی بارات اور واہیات کی شکل اختیار کر کے ہوتی ہے وہ سب دولت پرست اور شہرت پرست کی جہالت ہے' شریعت کی تہذیب نہیں' ورنہ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف جیسے صحابی کی بارات کے لئے حضورؐ سے بھی زیادہ کوئی معزز باراتی میسّر ہو سکتا تھا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا قریب رہتے ہوئے وہ بارات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بلاتے' یہ کبھی نہیں ہو سکتا' جب اس وقت بارات کا رواج ہی نہ تھا تو یہ بات کیسے ممکن ہوگی؟

آج کل کے کچھ نوجوانوں کا سوال ہے کہ کیا حضرت فاطمہؓ کو شادی کے موقع پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزہ' چکّی اور بستر وغیرہ کی شکل میں جو سامان دیا تھا اس سے جہیز کا جواز ثابت نہیں ہوتا؟

جواب: سمجھداروں کے لئے اشارہ کافی ہے اور نصیحت ان ہی لوگوں کے لئے مفید ہے جو خود طالبِ حق ہیں' سوال کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں حضرت زینبؓ' حضرت رقیہؓ' حضرت اُمّ کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ سوائے حضرت سیدہ فاطمہؓ کے کسی کے جہیز کا ذکر احادیث میں نہیں آتا' تو کیا نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادیوں کے ساتھ ناانصافی کی؟ نہیں! ہرگز نہیں! حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے حضرت علیؓ کا باپ ابوطالب کا انتقال جس وقت ہوا اس وقت حضرت علیؓ بچہ تھے اور حضرت علیؓ کی آپؐ نے بچپن سے پرورش کی اور پوری سرپرستی فرمائی جوان ہونے کے بعد اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے شادی کردی' آپؐ چونکہ دونوں طرف سے ولی تھے اور خانگی زندگی سے منسلک ہو جانے کے بعد میاں بیوی کی ضروریاتِ زندگی کا فراہم کرنا آپؐ کے لئے ضروری تھا' اس لئے آپؐ نے چند چیزیں بطور منتظم اور سرپرست کے حضرت فاطمہؓ کو عطا فرمائیں نہ کہ بطور جہیز' اگر یہ سامان بطور جہیز ہوتا تو یہ کسی طرح ممکن ہی نہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کو دیتے دیگر کسی اور صاحبزادی کو نہ دیتے۔

حدیث: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "**سوّوا بین اولادکم**" یعنی "اپنی اولاد کے ساتھ برابری کر کے انصاف کے ساتھ کام لو (الحدیث) پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو جہیز دیتے اور کسی کو نہ دیتے؟ لفظ جہیز کے معنی عربی زبان

میں ضروری سامان کے آتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں طرف سے ولی ہونے کی حیثیت سے حضرت فاطمہؓ کو ضروری سامان دیا نہ کہ رواجی جہیز۔"

محترم! جہیز کے سلسلے میں یہ بات یاد رہے کہ شریعت میں اس کا کوئی جواز نہیں بلکہ ایک مباح عمل ہے' شادی کے دن کے علاوہ کوئی باپ اپنی بیٹی کو جتنا بھی دینا چاہے دے مگر شادی کے دن دینے سے غریبوں پر بہت بڑا اثر پڑے گا جیسا کہ آج کل ہم دیکھ رہے ہیں' تو اس کے ذمہ دار جہیز کی فہرست بنانے والے ہیں' اور پھر دوسری بات یہ ہے کہ آج کل جہیز دینے کا مقصد لڑکی کو دینا نہیں ہوتا بلکہ اپنی دولتمندی اور امیری اور شہرت کا ڈھنڈ روا پیٹنا ہوتا ہے جو عمل شریعت میں سراسر حرام ہے' پوری دنیا جانتی ہے کہ زیادہ جہیز دینے والے کے دل میں کتنا لڑکی کا خیال ہوتا ہے اور کتنا اپنی شہرت کا؟ غرض آج کل کی اکثر شادیاں خانہ آبادی کے بجائے خانہ بربادی کا رول ادا کر رہی ہیں یہ صرف ان واہیات باتوں کی لعنت کی وجہ سے ہے' انسان وہ ہے' جو اتنا ہی پیر پھیلاتا ہے جتنی بڑی اس کی چادر ہو۔

آج کل شادی کی دعوت ہوٹلوں میں چل رہی ہے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں خرچ کر دئے جاتے ہیں خیال یہ ہوتا ہے کہ رعب بیٹھے ہمارا کہنا یہ ہے کہ آپ کا رعب وداب ہماری سر آنکھوں پر' مگر آپ اپنی جیب دیکھئے' ہم پر رعب جما کر آپ کو کیا ملے گا۔ اسلام اس مرحلے پر اپنی تعلیم کو پیش کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ خرچ کم سے کم کرو۔ ضروریات کو معقولیت کی ترازو میں تولو۔ خواہشات کو کنٹرول میں رکھو۔ کھانا رعب جمانے کی کوشش نہ کرو۔ کھوکھلی شان نہ جتاؤ کیوں' ایسا کر کے تم ہی مروگے۔ دوسروں کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ لوگ کھا کر خوش ہو کر' مبارکباد دے کر چلے جائیں گے تم قرضدار کے بیٹے بنوگے۔ حد میں رہو بادشاہ بنے رہوگے نہ کسی کے پاس ہاتھ پھیلانے کی ضرورت پڑے گی نہ دل کو رنج ہوگا۔ اللہ اور رسولؐ کے بنائے ہوئے حکم پر چلو گے تو آرام اور آسانی رہے گی شیطان کی بناوٹی راہ اختیار کروگے تو مصیبت میں پڑو گے اللہ نے اسراف کرنے والے کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے تو اس میں بہت بڑی حقیقت بھی پوشیدہ ہے آپ کسی مالدار یا نئے دولتمند کے ساتھ رہیے اور دیکھئے کہ اس میں کتنی شیطانیت ہوتی ہے اور وہ کیا کیا کرتا ہے۔

خدا کا قرآن بھی مسلمانوں سے یہی کہتا ہے کہ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ (سورۃ الفرقان پ ۱۹)

ایمانداری کی صفت یہ بھی ہے کہ جب وہ خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں (کہ معصیت اور برے کام میں صرف کرنے لگیں) اور نہ تنگی کرتے ہیں (کہ طاعت ضروریہ میں بھی خرچ کی کوتاہی کریں اور یہ بھی فضول خرچی میں شمار ہے کہ بلا

ضرورتِ استطاعت سے زیادہ مباحات میں یا طاعتِ غیر ضروریہ میں خرچ کریں۔)

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ "راہِ خدا میں چاہے کتنا ہی خرچ کرو وہ اسراف نہیں ہوگا' ہاں خدا تعالیٰ کی نافرمانی میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ سب اسراف ہے۔"

(بحوالہ تفسیر ابن کثیر جلد ۴ پ۱۹ ص ۱۹)

جہیز لڑکے نہیں مانگتے ان کا کوئی مطالبہ نہیں ہوتا وہ اچھی اور خوبصورت لڑکی چاہتے ہیں لیکن ماں باپ بچے کے لئے مانگنے لگتے ہیں۔ ہاں بہت سے لڑکے ایسے بھی ہیں جو اپنی خواہشات کو سُسرال ہی سے پورا کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اور ایسی سُسرال کی تلاش میں رہتے ہیں جہاں ان کو سب کچھ مل سکتا ہے حالانکہ ماں باپ ایسا نہیں چاہتے۔ معلوم ہوا کہ جہیز کے معاملے میں ماں باپ اور بچے دونوں بُرے ہیں۔ جب تک ان کی ذہنیت نہیں بدلتی اس وقت تک جہیز کا خاتمہ بھی نہیں ہو سکتا' لفظ جہیز کی تحقیق پہلے جہیز کے چار حروف ج۔ ہ۔ ی۔ ز سے مراد۔ جزاء' ہمت' یقین اور زندگی تھی اب جُرم' ہوس' یلغار اور زہر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ پہلے انسان سیدھا سادھا تھا لہٰذا نہ جہیز کو دیکھتا تھا نہ اس کا مطالبہ کرتا تھا۔ اب پڑھا لکھا ہونے کے سبب سب کچھ بدل گیا ہے چنانچہ اب جہیز مانگ رہا ہے اس کی نظر میں جہیز دینے کی چیز ہے لینے کی نہیں۔ لڑکی والوں کو جہیز دینا ہی چاہیے اور لڑکے والوں کو ہر چیز مانگنا ہی چاہیے۔ چنانچہ اکثر جگہ یہ دیکھا گیا ہے کہ لڑکے والے بہو لانے تک جہیز اور جوڑے کو اپنا جائز حق اور مطالبہ سمجھتے ہیں لیکن جب اپنی بیٹی کے بہو بننے کا وقت آتا ہے تو جہیز اور جوڑے کے مخالف بن جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ لینے کے لئے تیار کیوں اور دینے کے وقت انکار کیوں؟

پہلے لوگوں کی بیاہ شادی میں اصل چیز دُلہن تھی مگر اب جہیز ہے چنانچہ معاملہ نیچے سے اوپر تک بدل گیا ہے یعنی دلہن کتنی ہی اچھی ہو جہیز کے بغیر بیکار ہو جاتی ہے۔ دلہن کتنی ہی خراب ہو جہیز اچھا ہو تو قابلِ قبول بن جاتی ہے نہ لڑکے والے سوچتے ہیں کہ بعد میں کیا ہوگا نہ لڑکی والے؟ یہی وجہ ہے کہ زندگیاں تلخ ہوئی جا رہی ہیں اور قسم ہا قسم کے جھگڑے اور فتنے سر اٹھا رہے ہیں چنانچہ پہلے زمانے میں محلے اور برادری کے لوگ دلہن کو دیکھنے اور مبارکباد دینے کے لئے آتے تھے۔ اب جہیز اور کپڑے دیکھنے کے لئے آتے ہیں۔ دلہن کو دیکھنے کوئی نہیں آتا' جہیز کو دیکھتے ہوئے پوچھا جاتا ہے کہ ٹی وی رنگین ہے یا سادہ فریج فلاں کمپنی کا ہے یا نہیں' وی۔ سی۔ آر بھی دیا ہے یا نہیں جاتے وقت بھی یہی کہا جاتا ہے کہ لڑکا خوش نصیب ہے کہ اس کو اتنا اچھا جہیز ملا۔

اے دنیا کے لوگو! تم عبادت اور ریاضت کے معاملے میں اپنے سے بڑے کو دیکھو اور

مال اور خوش حالی کے معاملے میں اپنے سے چھوٹے کو دیکھو یہ بہت بہتر بات ہے کیونکہ اس طرح انسان کو اللہ کی نعمتوں کی قدر کرنے کا موقع ملے گا وہ لوگ جن کو عقل نہیں ہوتی وہی اللہ کی نعمتوں کو کمتر اور حقیر سمجھتے ہیں۔

تم جاہ و منصب اور دولت کے خواہاں مت بنو۔ اور یہ بات گرہ میں باندھ لو کہ جاہ و منصب حرص میں اور دولت برائیوں میں مبتلا کرتی ہے یا اس کی طرف مائل کرتی ہے نتیجہ اس کا یہ ہے کہ ہوس ندامت دیتی ہے۔ حرص شرمندہ کرتی ہے۔ برائی ذلیل و رسوا کر کے چھوڑتی ہے۔ کون سا دولتمند دنیا میں نیک نام ہوا ہے۔؟

کسی نے بہت خوب کہا ہے۔

کیا کیا دنیا سے صاحبِ مال گئے
دولت گئی ساتھ نہ اطفال گئے
پہنچا کے لحد تک پھر آئے سب لوگ
ہمراہ اگر گئے تو اعمال گئے
آدمی کا جسم کیا ہے جس پہ شیدا ہے جہاں
ایک مٹی کی عمارت ایک مٹی کا مکاں
خون گارا ہے اس میں اور اینٹیں ہڈیاں
چند سانسوں پر کھڑا ہے یہ خیالی آسماں
موت کی پُرزور آندھی آن کر جب ٹکرائے گی
دیکھ لینا یہ عمارت ٹوٹ کر گر جائے گی

ایجاب و قبول اور نکاح کے انعقاد کی جگہ اور باہمی عمر کا بیان

محترم! اصل موضوع پر جانے سے قبل آپ کو یہ بات بتا دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ ”عورت“ جو سماج میں ماں، بیٹی، بہن، خالہ، دادای، نانی، ممانی، تائی وغیرہ کے ناموں سے پکاری جاتی ہے، سماج میں یہ بنیادی حیثیت کی مالک ہے، سماج کو اگر جسم مان لیا جائے تو پھر عورت سر ہے۔ جس طرح جسم بغیر دماغ کے بیکار ہے، اسی طرح سماج عورت کے بغیر نامکمل ہے،

عورت اور مرد کے ملن سے ایک خاندان بنتا ہے اور خاندانوں کے مل جانے سے سماج وجود میں آتا ہے، اس لئے عورتوں میں مرد کا سکون رکھا گیا ہے اور مرد کو اس کا محافظ بنایا گیا ہے، مگر ناقابلِ بیان افسوس کی بات یہ ہے کہ آج سماج میں عورت کو وہ مقام حاصل نہیں

جو ہونا چاہیئے' اور اس کا ذمہ دار صرف مرد ہی نہیں بلکہ عورت بھی ہے آپ خود ہی انصاف سے بتائیں کہ آج آزادی اور برابری حاصل کرنے کے لئے آوازیں کون اٹھا رہا ہے' روپیہ کے لئے گھروالیاں' باہروالیاں نہیں بن گئیں ہیں؟ روپیہ کے لئے ننگی تصاویر کھنچوانے والیاں اور فحش گھناؤنے اور بیہودہ اور بے حیائی کے پوز دینے والیاں کون ہیں' دکانوں میں گاہکوں کو اپنی مسکراہٹ سے خوش کرنے والیاں کون ہیں ننگے پن کو آرٹ کون کہہ رہا ہے' فلموں میں کام کرنے کو فن کا نام کون دے رہا ہے' دفتروں میں' بازاروں میں غیر مردوں کے ساتھ کام کرنے کو اپنا بنیادی حق کون کہہ رہا ہے' اجنبی مردوں کے گھروں میں کام کرنے اور ان کے لئے کھانا پکانے اور ان کے کمروں کی صفائی کرنے اور ہوٹلوں میں رات گزارنے کو خوشی سے کون قبول کر رہا ہے اور گھریلو کام کو قید اور شوہر کی خدمت کو غلامی کا نام کون دے رہا ہے؟ لامحالہ آپ کو یہی کہنا پڑے گا کہ "عورت"

اور یہی وجہ ہے کہ آج کے ماڈرن دور میں مرد کے لئے نفسانی خواہش پوری کرنے کی ایک مشین بن کر رہ گئی ہے' اور آج قدرت کی اس عظیم شے کی نہ کوئی قدر ہے اور نہ کوئی قیمت' اور قدر و قیمت ہوگی کیسے' جب عورت خود ہی دن رات اکیلے پھرنے کو بہادری' اور غیروں کے ساتھ گھومنے پھرنے کو دور کا تقاضا کہہ رہی ہے۔ خدا ہم سب کو عقل و ہوش سے کام لینے کی توفیق دے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی بیوہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے' اور نہ کسی باکرہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر کیا جائے' اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کنواری لڑکی کی رضامندی کس طرح معلوم کی جائے وہ تو اپنے متعلق جواب دینے میں شرم محسوس کرے گی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لڑکی رونے لگے' یا خاموش رہے تو ان باتوں کو اس کی اجازت پر محمول کیا جائے گا" (تجرید بخاری ج ۲ ص ۳۳۴ ح ۸۸۷ او ابوداؤد جلد ا ص ۳۰۰ حدیث ۱۹۹۰)

مسئلہ: حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نابالغ' مجنون اور غلام کے لئے اولیاء کی اجازت شرط ہے' بالغہ کے لئے شرط نہیں ہے لیکن اگر بالغہ عورت غیر کفو (غیر ذات یا غیر جنس) میں نکاح کر لے تو ولی کی رضامندی شرط ہے' صرف بالغہ کی اجازت کافی نہیں' اگر ولی راضی نہ ہو تو نکاح صحیح نہ ہوگا' جس لڑکی کے والد کا انتقال ہو چکا ہو اور اس کا دادا اس کا نکاح کرا دے تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور لڑکی کو بلوغ کے بعد فسخ نکاح کا اختیار نہ ہوگا'

البتہ اگر دوسرا کوئی اور ولی دادا کے علاوہ نکاح کرادے تو نکاح تو منعقد ہو جائے گا مگر بلوغ کے بعد لڑکی کو فسخ نکاح کا اختیار ہوگا' (حوالہ کنزالد قائق ص ۱۰۲ وابوداؤد جلد ۱ ص ۴۰۰)

مسئلہ: حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نکاح صحیح ہونے کے لئے دو گواہ اور ایک وکیل کا ہونا ضروری ہے' دونوں گواہ کا بالغ اور عاقل ہونا بھی لازم ہے خواہ فاسق ہو' پرہیزگار نہ ہو اس کی کوئی قید نہیں' صرف مسلمان ہونا شرط ہے اگر گواہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تب بھی جائز ہے لیکن چار عورتوں کی گواہی بدون مرد کے جائز نہیں'
(حوالہ شرح وقایہ جلد ۲ ص ۹ وعین الہدایہ جلد ۲ ص ۸ وص ۱۱ واحیاء)

مسئلہ: اگر عورت کو کسی مرد سے یہ خوف ہو کہ شاید بعد نکاح کے یہ نان و نفقہ سے غفلت کرے اور مجھے پریشان کرے اور طلاق بھی نہ دے تو عورت کو چاہیئے کہ یوں کہے کہ میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں اس شرط پر دیا کہ امرِ طلاق کا اختیار میرے قبضہ میں ہے' جب چاہوں اپنے آپ کو تجھ سے طلاق دے دوں تو مرد جب اس شرط پر ایجاب قبول کرے گا تو عورت کو یہ اختیار حاصل ہو جائے گا لیکن عورت کو پہلے یہ بات کھلے الفاظ میں کہنا چاہیئے۔ (عین الہدایہ جلد ۲ ص ۱۱)

مسئلہ: ایجاب و قبول سے پہلے نکاح کا خُطبہ پڑھنا سنت ہے' اور اگر کسی نے خُطبہ بعد میں پڑھا تب بھی درست ہے' لیکن افضل یہی ہے کہ ایجاب و قبول سے پہلے خطبہ پڑھ لے'
(عین الہدایہ وغنیتہ ص ۱۳۵)

مسئلہ: نکاح منعقد ہو جاتا ہے ایجاب و قبول کے ساتھ ایسے دو لفظ سے جو عاقدین و گواہوں کی سمجھ میں آجاویں' اور نکاح میں یہ شرط لگانا بھی صحیح ہے کہ عورت کو پردیس نہ لیجاوے گا تو شوہر اگر قبول کرے تو اس پر عمل کرنا لازم ہوگا' اگر ایجاب و قبول کو لفظوں میں نہیں کہا بلکہ لکھ دیا یا سر اٹھالیا تو نکاح جائز نہ ہوگا' وہ اگر مرد یہ کہے کہ میں نے تجھ سے ہزار درہم پر نکاح کیا یا تجھے نکاح میں لیا اس پر عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا یا راضی ہوئی یا مانا تو نکاح ہو جائے گا' اسی طرح اگر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تیری بیوی ہونے کو دیا اور مرد نے کہا کہ میں قبول کیا تو بھی درست ہے۔
(شرح وقایہ جلد ۲ ص ۶ وعین الہدایہ جلد ۲ ص ۵)

مسئلہ: اگر کہا کہ میں نے تجھ سے (نِی کاح) کیا' اور اس نے کہا کہ میں نے (قابول) کیا یعنی

حروف کو صحیح کر کے نہیں کہا' اور عمداً" الفاظ کو بگاڑا تو نکاح صحیح نہیں ہے اور اگر کوئی غلط لفظ عام استعمال میں شائع ہو گیا ہو یا زبان سے ادا نہ ہوا ہو' تو نکاح ہو جائے گا بخلاف طلاق کے کہ اگر طلاق کو (طلاق یا تلاق' یا تل لاک) کہہ دے تو احتیاطاً" حکم قضاء میں واقع ہو گی' (عین الہدایہ جلد ۲ ص ۶)

واضح ہو کہ ہر صاحبِ ایمان یہ نیت کرے کہ میں سنت کی اتباع' عفت و عصمت کی حفاظت اور افزائشِ نسل وغیرہ کے حصول کے لئے نکاح کر رہا ہوں محض خواہشِ نفس اور اولاد کے حصول کے لئے نہیں' اگرچہ بغیر نیت کے نکاح خواہشِ نفس اور دنیاوی ضرورت کی تکمیل کا ذریعہ بن جاتا ہے' پھر کیا فائدہ کہ ہم سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حفاظت عفت کی نیت چھوڑ کے دیگر دنیاوی اغراض کی نیت کر کے اپنا ثواب ضائع کریں اور ایک سنت کی نیت کو چھوڑ کے فضیلت سے محروم رہیں' اکثر امورِ حق خواہشِ نفس کے موافق ہوتے ہیں'

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے اس بات کو ان الفاظ میں کہا کہ "امرِ حق اور خواہشِ نفس کی مطابقت ایسی ہے جیسے سونے پر سہاگہ"

ہر والدین پر ضروری ہے کہ لڑکی جب بالغ ہو جائے تو مناسب لڑکا فوراً دیکھ کے شادی کر دے' جب کوئی دیندار' نیک سیرت' بلند کردار' عمدہ اخلاق لڑکا مل جائے تو جلدی سے شادی کر دے اور اس رشتے کو بڑی خوشی سے قبول کر لے چاہے اس لڑکے یا لڑکے والوں کے پاس دنیا کی دولت اور سامان آرائش و زیبائش کی کثرت نہ ہو' اور دنیاوی اقتدار' اور اعلیٰ عہدہ دار' اور ٹاپ کی ڈگری کے مالک نہ ہوں' اسکوٹر اور کار میں گھومنے والے کو فر کی تلاش میں نہ رہے' حرام کی دولت سے عیش کرنے والے اور غریبوں کی عزت و دولت لوٹ کر بنگلے میں رہنے والے کو نہ دیکھے' بہو کو غیر کے ساتھ گھومنے' غیر کے ساتھ کھانے غیر کے ساتھ بات کرنے کی آزادی دینے والے مرد کے پہلو میں لٹانے والے اور دوسروں کی گود میں ڈالنے والے کمینے اور انسان نما درندے کی ہرگز خواہش نہ رکھے' چاہے وہ دولت سے کتنا ہی لت پت ہو' اور کتنا ہی صاحب اقتدار و صاحب اختیار کیوں نہ ہو' اور کتنا ہی اونچے عہدہ دار' اور اعلیٰ افسر کیوں نہ ہو' ایسے شخص کے ہاتھ میں لڑکی دینا اور اس کو اپنا داماد بنانا اپنے کو اور اپنی پیاری بیٹی کو جان بوجھ کر جہنم میں ڈالنا ہے۔ جب کہ جہنم کی تپش کی طاقت و برداشت نہ خود کو ہے اور نہ کمزور لڑکی کو' اسی لئے زیادہ دولت و شہرت کے چکر میں نہ پڑے جتنا ممکن ہو شادی کو آسان سے آسان بنانے اور خرچہ کو کم کرنے کی کوشش کریں' انشاء اللہ زنا اور فحش کاری جو کہ آج ایک عام بیماری بن چکی ہے' کم ہو جائے گی اور بہت

سے غریب اور کمزور مرد و عورتیں شادی کی خوشی منائیں گے اور زنا کاری سے بچ جائیں گے۔

حدیث: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب کسی کا لڑکا بالغ ہو جائے (یا لڑکی بالغ ہو جائے) تو فوراً ہی اس کا نکاح (مناسب لڑکے سے) کرا دینا چاہیے ورنہ اگر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا تو وہ اس کے باپ کے سر پر ہو گا (یعنی اولاد جو برائی کرے گی اس کے ذمہ دار والدین خود ہوں گے اور عذاب سے چھٹکارا والدین کو نہیں ملے گا۔" (ترجمہ مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۲۶۸ حدیث ۳۰۱۰ باب النکاح)

حدیث: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "توریت کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جس شخص کی لڑکی چودہ یا پندرہ سال کی ہو جائے تو اس کی شادی ضرور کرا دینا چاہیئے' اگر نہیں کی تو اس کا گناہ باپ کے ذمہ رہے گا۔"
(ترجمہ مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۲۶۸ حدیث ۳۰۱۱)

حضرت حاتم اَصم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی کام میں جلدی کرنا شیطان کا کام ہے لیکن اسلام میں سات مواقع ایسے ہیں جن میں جلدی کرنا سنت ہے (۱) ایک اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں دیر نہ کرنا (۲) مردے کی تجہیز و تکفین جلدی کرنا (۳) بالغ ہو جانے کے بعد لڑکی کی شادی جلد کر دینا (۴) مہمانوں کو جلدی کھانا کھلانا (۵) قرض جلدی ادا کر دینا (۶) ولیمہ میں جلدی کرنا (۷) گناہ سے توبہ کرنے میں جلدی کرنا۔
(غنیتہ و احیاء جلد ۲ ص ۴۰)

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر تمہارے پاس کوئی ایسا شخص آئے جس کی عادت' دیانت اور امانت تمہیں پسند ہو (یعنی دیندار و ایماندار ہو) تو اس کی شادی (اپنی لڑکی سے) کر دو اگر ایسا نہ کرو گے تو یہ زمین میں بڑے فتنے اور عظیم فساد کا باعث ہو گا۔

" اذا جاء کم من ترضون دینہ وامانتہ فزوجوہ الا تفعلوا تکن فتنۃ فی الارض و فساد کبیر۔" (ترمذی)

مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ جب لڑکی بالغ ہو جائے اور لڑکا دیندار' بلند کردار' ایماندار اور مناسب مل جائے تو اپنی لختِ جگر کی شادی میں دیر نہ کرے' اور اخراجات کم کرے' فضول خرچی سے بچ کے آسان طریقے سے شادی کرا دے' ورنہ خدا کی زمین میں

بداخلاقی، بدچلنی، بدکرداری، بے حیائی اور خودکشی جیسی ذلیل حرکتیں عام ہوتی چلی جائیں گی آخر نہ ایمانداری کی قدر ہوگی نہ وفاداری کی نہ شرافت کی، نہ دیانت کی، نہ سیرت کی، نہ شریعت کی، نہ امن وامان کی، نہ خاندان کی، نہ ہُنر کی اور نہ تعلیم کے جوہر کی اہمیت ہوگی بلکہ یہ سب چیزیں کھوٹے سکے بن جائیں گے، جس کی حقیقت آج کے مسلمانوں کے سامنے ہے، آج کے مسلمانوں کو دین کی جگہ دولت اور عزت کی جگہ شہرت اور شرافت کی جگہ حُسنِ صورت اور سیرت کی جگہ قومی شریعت اور اپنی پوزیشن چاہیئے الٰہی شریعت اور سنتِ رسول اور صوم وصلوٰۃ کی پابندی نہیں چاہیئے، اس وقتی دولت اور عارضی شہرت کے لئے رہی سہی عزت اور دولتِ ایمان کا جنازہ ہی کیوں نہ اپنے سے اور اپنے گھر سے نکل جائے، مگر گھوڑے جوڑے کی مانگ ضروری ہے، نوٹوں کا انبار، رنگین ٹی وی اور اسکوٹر اور دیگر شیطانی اشیاء کا ہونا لازمی ہے۔ ادھر لڑکی والے اپنی لختِ جگر کی زندگی کے سکون و خوشحالی کے لئے مناسب لڑکے کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ لڑکا کثیر دولت، جائیداد اور دیگر دنیاوی اقتدار کا مالک ہو، ظلم و جبر کرنے والا اعلیٰ افسر ہو، بالائی آمدنی سے مالا مال ہونے والا مالدار ہو، انجنیئر ہو، ڈاکٹر ہو، ڈائریکٹر ہو، کلکٹر ہو، ایڈوکیٹ ہو، مغربی تہذیب یافتہ ہو، کار بنگلے والا ہو، اور کچھ نہ ہو تو کم از کم اسمگلر تو ضرور ہو، یہ ہیں آج کے والدین کو اپنی پیاری بیٹی کے لئے مناسب لڑکے کے اوصاف۔

اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ جب تک ان مذکورہ اوصاف والا لڑکا نہ ملے تب تک لڑکی کی شادی کے لئے تیار نہیں خواہ لڑکی گھر بیٹھے حرام کاری اور عشق بازی اور غیر مردوں سے شب گزاری کرتی رہے۔ یہاں تک کہ گھر بیٹھی بیٹھی بڑھیا ہی کیوں نہ ہوجائے کوئی پرواہ نہیں۔ اپنی پوزیشن خراب نہیں ہونا چاہیئے گھر لڑکیوں سے رنڈی خانہ بن جائے۔

آج کے مسلمانوں کی بے عقلی اور دولت کے جنون پر ناقابل بیان افسوس ہے کہ خداوند قدوس نے مسلمان کو عقل کی دولت کے ساتھ ساتھ ایمان کے شرف و عزت سے دیگر انسانوں اور تمام مخلوقات سے ممتاز بنایا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے ذریعہ سے دیگر مذاہب پر برتری اور اعلیٰ مقام عطا فرمایا، مگر یہ انسان ایسا نادان نکلا کہ اپنے ایمان و عقل کے قیمتی سرمایہ کو اپنی بھلائی، کامیابی، کامرانی اور خوشحالی کے بجائے اپنی ہی تباہی، بربادی، رسوائی اور باہمی کشیدگی کے لئے استعمال کرنا شروع کردیا ایمان کی اس عظیم دولت اور مقدس شریعتِ الٰہی کو بیکار اور فرسودہ چیز سمجھ کر کوڑے خانہ میں پھینک دیا، جہالت، پنچایت، بدعت اور مغربی تہذیب کو ترقی کے جوہر سمجھ کر اور بے جا آزادی کو کامیابی جان کر اپنے میں اور اپنے گھر میں بسایا۔

چنانچہ اب نتیجہ مسلمانوں کے سامنے ہے، مثال غالباً ہر گھر میں موجود ہے، آج زنا بالجبر عام ہے، لڑکی کا اغوا مسلسل جاری ہے، خود کشی کے واقعات آئے دن بڑھتے جارہے ہیں "لڑکی فرار" "لڑکے فرار"۔ یہ سب اخباروں و رسالوں کی سُرخیاں بنتی جارہی ہیں، بد معاشی، بد فعلی، حرام کاری اور بے دینی کی تو انتہا ہو چکی ہے، پردہ اور حیاء عورت کی زندگی سے مکمل خارج ہو چکا ہے، اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود آج کے مسلمانوں کو ہوش نہیں آتا۔ اور اپنی غلطیوں کو درست نہیں کرتا۔ کاش کہ مسلمانوں کو اپنا مقام سمجھ میں آجائے اور اس کی قدر کرے اور دنیا میں جینے کا طریقہ سیکھ لے اور زندگی کا مقصد سمجھ لے۔

مسئلہ: واضح ہو کہ عقدِ نکاح مسجد میں اور بروز جمعہ مستحب ہے جمعرات یا جمعہ کے دن نکاح افضل ہے، نیز رات کے وقت نکاح بہتر ہے بہ نسبت دن کے، اور اپنی اولاد کا نکاح اگر باپ خود پڑھائے تو بہتر ہے یا کسی عادل اور دیندار قاضی سے پڑھوائے نکاح کے بعد چھوہارے بانٹنا سنت ہے، شربت وغیرہ نہیں۔

(عین الہدایہ جلد ۲ و غنیتہ ص ۱۳۵ و ص ۱۴۰)

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ شادی کے لئے جمعہ کے دن کو منتخب کرنا سنت ہے اور انعقاد کی جگہ بہتر مسجد ہے بشرطیکہ مسجد کی کوئی بے حرمتی اور بے ادبی نہ ہو ورنہ بجائے ثواب کے اور عذاب کا مستحق ہوگا اور نکاح کے بعد حاضرینِ مجلس دولہا کو ان الفاظ سے مبارک باد دیں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ **بارک اللّٰہ لک وبارک علیکما وجمع بینکما فی خیر○**

یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے اور تم پر برکت نازل فرمائے اور تم دونوں کو امرِ خیر و نیک کام میں اتفاق فرمائے، اگر عورت کے گھر والے مہلت مانگیں تو انہیں مہلت دی جائے۔ (ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۰۸ و ابن ماجہ جلد ۱ ص ۹۲، و غنیتہ ص ۱۳۶)

محترم! ایمان اور دینِ خدا کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ اور رسول اللہ اور ان کی رضا کی خاطر ایمانداری، سچائی اور شرعِ محمدی کو اپنائے اور ان ہی پر ثابت قدم رہے چاہے کتنے ہی مصائب و مشکلات اور خطرات مول لینے پڑیں، ہرگز بے دینی اور غیر قوموں کی مشابہت کو باور نہ کرے۔

یاد رہے کہ ایمان وہ ہے جو آدمی کی زندگی میں بھونچال بن کر داخل ہو، جو قیامت کے زلزلہ سے پہلے آدمی کے لئے زلزلہ بن جائے، اس قسم کا ایمان جب کسی کو ملتا ہے تو اس کے پورے وجود پر خدا کا ڈر چھا جاتا ہے، اس کے لئے ہر معاملہ خدا کا معاملہ بن جاتا ہے،

خدا ہم سب کا ایمان ایسا بنادے اور اپنا ڈر ہم پر غالب کردے۔

"چوتھی اور دعوت ولیمہ کا شرعی مقام"

ولیمہ: کا معنی شادی کی خوشی کا کھانا نکاح کے بعد کی دعوت جو دولہا کی طرف سے دی جاتی ہے اسی دعوت کو دعوتِ ولیمہ کہا جاتا ہے' دعوتِ ولیمہ کرنا اور ولیمہ کی دعوت قبول کرنا سنت رسولؐ ہے' اور آپؐ بڑی خوشی سے دعوتِ ولیمہ قبول کرتے اور اس میں شرکت کرتے تھے' اور تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی اس پر عمل رہا۔

مگر اس سلسلے میں چند باتیں قابل ذکر اور قابل عمل ہیں' یاد رہے کہ دعوتِ ولیمہ کا ذکر احادیث پاک اور بزرگانِ دین سے لڑکے کی طرف سے ملتا ہے نہ کہ لڑکی کی طرف سے' احادیث سے لڑکی یا لڑکی والوں کے یہاں کھانے کا ذکر نہیں ملتا' جس کو مسلم معاشرے میں "چوتھی" کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے' اس چوتھی کی کوئی بنیاد شریعت سے نہیں ملتی' بلکہ ممانعت کا زوردار حکم ملتا ہے' کیونکہ یہ چوتھی بدعت اور لوگوں کی جہالت ہے نہ کہ سنتِ رسولؐ۔

کتنی غضب اور ستم ظریفی کی بات ہے کہ ایک طرف تو لڑکی والوں سے بھاری جہیز' ٹی وی' وی سی آر' اسکوٹر' کار' نوٹوں کے انبار اور دنیا بھر کی تمام کو فر گردی کرنے والی چیزوں کا مطالبہ بھی' اور دوسری طرف باراتیوں کی لمبی چوڑی فہرست بنا کر رہی سہی کسر بھی پوری کردی جائے' یعنی مرے پر سو کوڑے اور' پھر سب سے زیادہ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اس آفت و بلا' کے شکار صرف دنیادار ہی نہیں بلکہ اس لعنت کُن سودہ بازی اور دولت پرستی میں اچھے خاصے دین دار' نیکوکار' نمازی پرہیزگار' مبلغ دین اور عالمِ دین بھی ملوّث ہیں' مزید مزے کی بات یہ ہے کہ اس غلط حرکت کو گناہ اور بُرا بھی نہیں سمجھتے' بس وقت کی رفتار اور زمانے کا رواج کا نام دے کر سب عمل کر رہے ہے' لیکن سوال یہ ہے کہ اس عمل سے معاشرے اور غریب خاندانوں پر کیا اثر پڑے گا' اور غریب گھرانے کی لڑکیوں کی شادی کیسے کامیاب ہوں گی اور وہ بہنیں کس طرح شادی کی خوشی منائیں گی؟ آج کل تو بعض لوگ نہایت ہی بے شرمی اور بے حیائی سے یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ہماری یہ مانگ حق ہے' جبکہ یہ مانگ حق نہیں بلکہ جہنم کی طرف ایک چھلانگ ہے۔

یہ بات یاد رہے کہ موجودہ دنیا میں سب سے زیادہ بے قیمت چیز مانگنا ہے اور سب سے زیادہ باقیمت چیز دینا' مانگنے والا صرف معاشرے میں ہی نہیں بلکہ اپنے گھر کے اندر بھی حقیر ہو جاتا ہے اور اپنے گھر کے باہر بھی' مگر جو شخص اپنے آپ کو دینے والا بنائے وہ اپنوں کے

اندر بھی عزت پائے گا اور اپنوں کے باہر بھی' دنیا کے عظیم ترین سماجی ریفارمر حضرت رسولِ انورؐ کی بھی یہی ہدایت ہے کہ "الیدُ العلیٰ خیر من الید السفلیٰ" "اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے" یعنی مانگنے سے دینا افضل ہے'

کھانا کھانے سے پہلے دونوں ہاتھ دھونا مستحب ہے اگر کوئی صرف ایک ہاتھ دھوئے پھر بھی سنت ادا ہو جائے گی' اور نمک سے اپنے کھانے کی ابتدا کرے یہ طریقہ ستر بیماریوں کی دوا ہے۔ (بقول حضرت علیؓ)

حدیث: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو کوئی دونوں ہاتھ دھو کر "بسم اللہ الرحمن الرحیم" اور پھر "بسم اللہ وعلیٰ برکۃ اللہ" پڑھ کر کھانا کھائے گا وہ کبھی دنیا میں غریب نہ ہو گا' اگر شروع میں کسی کو یہ دعا پڑھنا یاد نہ رہے اور بیچ میں یاد آوے تو یہ دعا پڑھے "بسم اللہ اوّلہ واٰخرہ جو شخص کھانا کھاتے وقت بسم اللہ الخ تک نہ پڑھے اس کے ساتھ شیطان بھی کھاتا ہے اور کھانا کھاتے وقت برتن کے بیچ میں سے کھانا نہ کھائے بلکہ ایک طرف سے کھانا سنت ہے' اور کھاتے وقت اگر کوئی چاول وغیرہ گر جائے تو اس کو اٹھا کر صاف کر کے کھالے' شیطان کے لئے نہ چھوڑے' اگر کھانا گرم ہو تو ٹھنڈا کر کے کھائے یہ سنت ہے' اور کھانا دستر خوان پر کھائے' اور کھانا کھانے کے بعد برتن کو اچھی طرح صاف کر لے' اس میں بہت بڑی فضیلت ہے اور کھانا کھاتے وقت مرد کو ٹوپی اور عورت کو اپنا دوپٹہ وغیرہ اوڑھ کر کھانا کھانا چاہیئے اور آخر میں جب کھانا کھانے سے فارغ ہو جائے تو یہ دعا پڑھنی سنت ہے۔

"الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین"

(حوالہ شمائل ترمذی ص ۱۴۶ و تفسیر مظہری جلد ۴ ص ۲۴ پ ۷)

حدیث: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص دعوتِ ولیمہ کے لئے مدعو کرے تو اس کو فوراً قبول کر لینا چاہیئے اور دعوت میں شرکت بھی کرے' جس شخص نے دعوتِ ولیمہ کو قبول نہ کیا اس نے اللہ کے رسولؐ کے حکم کی نافرمانی کی (ہاں اگر کوئی سخت مجبوری کی وجہ سے شرکت نہ کر سکا تو وہ بات دیگر ہے) اور آپؐ نے اس دعوت کو سب سے زیادہ بدترین دعوت بتلایا ہے جس میں صرف مالداروں اور دنیاداروں کو بلایا جائے اور غریبوں و دین داروں کو محروم رکھا جائے۔

(حدیث ۱۷۹۶ تجرید بخاری جلد ۲ ص ۳۳۳ اور کیمیائے سعادت)

قطبُ الاقطاب حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ "جو شخص نام و نمود و طلب

شہرت کے لئے کھانا کھلائے اس کی دعوت قبول نہ کرو' اور فرمایا دیندار اور عالم دین کے لئے یہ بات نہایت ہی مکروہ ہے کہ وہ کسی کی دعوت جھٹ کر قبول کرلیں یہ حریص کی علامت ہے' نہ کہ عالمِ دین کی شان' اور دعوتِ ولیمہ میں فضول خرچی کو سختی سے منع فرمایا۔" (غنیتہ ص۸۹ واحیاء)

حدیث: حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ "جو شخص بغیر بلائے دعوت میں گیا تو وہ چور بن کر داخل ہوا اور لیٹرا و غاصب بن کر نکلا"
(مشکوٰۃ جلد ا ص ۲۸۱ حدیث ۳۰۸۷)

اس لئے بغیر بلائے دعوت میں نہیں جانا چاہئے۔ یہ نہ صرف شرعاً خلاف ہے بلکہ اخلاقاً بھی ایک ذلیل حرکت ہے۔

مسئلہ: زمین پر بیٹھ کر کھانا سنت ہے' میز کرسی پر بیٹھ کر کھانا کھانا اور کھڑے ہو کر کھانا یہ اسلام میں جائز نہیں' یہ ہمیشہ سے متکبر لوگوں کی عادت رہی ہے' احادیث میں اس کی سخت ممانعت بھی آئی ہے۔ (حوالہ شمائل ترمذی ص ۱۱۷)

حدیث: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت صفیہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی ہوئی تو اس وقت آپؐ نے سب مسلمانوں کو ولیمہ کی دعوت دی۔ اس ولیمہ میں نہ نان و قورمہ اور نہ مرغے کی بریانی و زردہ تھا بلکہ آنحضرتؐ نے چمڑے کا ایک دستر خوان بچھانے کا حکم دیا اور دستر خوان پر کھجوریں' پنیر کے ٹکڑے اور گھی چن دیا گیا' اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا (اسی سے تمام مہمانوں کی خدمت کی' اور مہمان کوئی معمولی ہستی اور عام مسلمان نہیں تھے بلکہ آنحضرتؐ کے صحبت یافتہ صحابیٔ رسول تھے' جن کو خدا کی طرف سے جنت کی بشارت ملی ہوئی تھی اور جن کے نام کے ساتھ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کی مہر لگی ہوئی ہے۔ سبحان اللہ ان کے مقام کا کیا کہنا' اور اس سے بھی بڑھ کر قابلِ عبرت بات یہ ہے کہ اس دعوت کے میزبان کون تھے' اور میزبان کا مقام اس سے بھی کہیں زیادہ ہے' سیدالانبیاء محبوبِ کبریا' رسولِ مجتبیٰ' مرکزِ ایماں' مخلوقِ خدا کے پاسباں' دلبرِ رحماں' شاہِ شاہاں اور فخرِ جن و انساں جن کا لقب ہے' غرض مہمان اگر نور کے پتلے تھے تو میزبان نورٌ علیٰ نور تھے' اور آج کا معاشرہ تو ہمارے سامنے ہے جیسا میزبان ویسا ہی مہمان یعنی رشوت خور' حرام خور' کام چور' دل میں فتور' دماغ میں غرور' چغلخور' شریعت سے دور' بدعت و جہالت میں چور اور حق کو مٹانے والے اور باطل پر مرنے والے ہیں' بلکہ آج کے میزبان صاحب

عمومی طور پر ان کاموں میں مہمان سے کہیں آگے ہیں۔

محترم! آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ پہلے ولیمہ میں صرف نوشاہ میاں لوگوں کو سلام اور مصافحہ کرتا تھا' اور آج کے ماڈرن دور میں دولہامیاں کے ساتھ دلہن بھی کھڑی رہتی ہے اور غیر مردوں سے ہینڈ شیک کرتی رہتی ہے اور ہر ایک سے ہاتھ ملاتی رہتی ہے اور مسکرا مسکرا کر دوسروں کے دلوں میں بجلیاں گراتی رہتی ہے' نہ عورت کو شرم ہے نہ حیاء' نہ حجاب ہے نہ خوفِ خدا' اور کوئی بھی ٹوک نہیں رہا' بلکہ سب مزے لے رہے ہیں جبکہ اسلام میں غیروں سے ہاتھ ملانا تو کیا نظریں بھی ملانا گناہِ کبیرہ ہے' لیکن مرد و عورت سب مل کر دنیا کے انسانوں کو خوش کرنے اور ان کی نظروں میں اچھی طرح بننے کے لئے خدا اور رسولِ خدا کو ناراض کر رہے ہیں' اور ان کے احکام کو ذبح کر رہے ہیں۔

یہ یاد رہے کہ سچا مؤمن خدا پرست ہوتا ہے اور سچا انسان حقیقت پرست جو لوگ واقعی معنوں میں خدا پرست اور حقیقت پسند ہوں وہی لوگ اس امتحان کی دنیا میں ایمان اور الٰہی شریعت پر ثابت قدم رہ سکتے ہیں' اور جو لوگ الٰہی شریعت سے ہٹ کر خود ساختہ قومی شریعت' قومی دین' رسم و رواج اور آبائی فخروالا دین سے مانوس ہوتے ہیں اور ان ہی کو رائج کرتے ہیں اور فروغ دیتے ہیں تو وہ گویا حیوان ہیں جن کے اوپر انسان کا لباس اوڑھا دیا گیا ہے' وہ دنیا میں باعتبارِ حقیقت اندھے ہیں اور آخرت میں وہ باعتبار حقیقت بھی اندھے ہوں گے اور باعتبار واقعہ بھی' خدا ہم سب کو عقل و ہوش سے کام لینے کی اور اپنی زندگی کو صراط مستقیم پر چلانے کی خاص توفیق دیں۔

شریعت میں صحبت کا حکم اور دعا کی فضیلت

عورت پہلے اور اب

محترم قارئین! آغازِ بیان میں یہ بات یاد رہے کہ آج معاشرے کے مادہ پرست اور شہوت پرست کچھ لوگوں نے قدرت کی اس مقدس تخلیق عورتوں کو برابری اور آزادی کا خواب دکھا کر گھروں سے دفتروں میں پہنچادیا جہاں عورتیں دفتروں کے آقاؤں کی غلام ہو گئیں ان کے جذبات دب گئے' افسروں کی جھڑکیاں برداشت کرنی پڑرہی ہے اور' اس کے حکم پر زیادہ وقت کام کرنا پڑرہا ہے' وہ جہاں بھیجے' جانا اور جہاں بلائے' حاضر ہونا پڑتا ہے' ان کا شباب چھن گیا' جس نے سماج کی فضا کو غلیظ کردیا' گلاب سے مسکراتے چہرے مرجھا گئے' کھلنے سے پہلے ہی کلیاں سوکھ گئیں'

اب نتیجہ یہ ہوا کہ گھر کی مالکن سماج کی بہو' بیٹی ہونے والی ماں ملک اور قوم کی ترقی کی

ضامن' وطن و قوم کی تعمیر کے معاون اور معاشرے کو پاک وصاف رکھنے والی یہ عورت غیر مرد کے ساتھ فرار ہونے پر مجبور یا پھر خودکشی اس کا آخری عمل' جب کہ اس مقدس تخلیق کے بارے میں دنیا کے عظیم ترین سماجی ریفارمر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "عورت انساں کو جنت میں لیجانے والی ہوتی ہے۔" "عورت گھر کی زینت ہے' عورت قوم کو تربیت دینے اور بیدار کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے' عورت مرد کے حوصلے کو جگاتی ہے' عورت ہی نے انسانوں کو جنم دیا۔ یہ انسان گر ہے' عورت کی ایک ہی مسکراہٹ سے ہزاروں بلائیں ٹل سکتی ہیں' اس کے ایک اشارے پر انسان موت سے بھی کھیل جاتا ہے غرض عورت رہبر زندگی' قدرت کی بہترین تخلیق بھی پھولوں کا رنگ اور پھلوں کا ذائقہ بھی' اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی قدر کرنے کی توفیق دیں اور عورت کو بھی عورت بن کر گھر میں رہنے اور گھر کے ماحول کو سنوارنے اور اپنی اخلاقی و شرعی ذمہ داری کو نبھانے کی خاص توفیق دے'

اشعار

یہ ہستی وہ ہے کہ جب تک نہ ہم جلیس ہوئی
ملا نہ حضرتِ آدمؑ کو چین خُلد میں بھی
نہ ہو پردہ تو بڑھ جائے گی زنا کاری
ہزاروں عیب لے آئے گی نظر بازی
بڑھے گا ولولہ مردوں میں بے حیائی کا
رہے گا نام و نشان بھی نہ پارسائی کا۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ○
پ ۲۳ سورۃ یٰسٓ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کر دی تھی کہ تم شیطان کی اطاعت نہ کرنا' وہ تمہارا صریح اور واضح دشمن ہے۔ لہٰذا تم اس سے دشمنی ہی رکھو نہ کہ دوستی'

مگر آج کے مسلمانوں کے اعمال یہ بتا رہے ہیں کہ آج کل اگر کوئی دوست مسلمانوں کا ہے تو شیطان' اگر انہوں نے کسی کو اپنا نمونہ اور ماڈل بنایا ہے تو شیطان کا' اگر کسی کی پیروی کر رہے ہیں تو شیطان کی' یعنی صحیح معنوں میں انسان خود ہی شیطان بن گئے ہیں' اور شیطان اس بات پر شرمندہ ہے کہ خود اسے اب ان کی پیروی کرنی پڑ رہی ہے۔

آج کے مسلمان' جھوٹ' ملاوٹ' بے ایمانی' ریا کاری' سود خوری کام چوری' ظلم

وزیادتی' ایذارسانی' حرام خوری' دغابازی' چغلخوری بہتان تراشی باطل پرستی' زنا کاری اور عورت بے پردگی' بے حیائی' جسم فروشی' بدچلنی' عیب جوئی' احسان فراموشی' اور اپنے مرد کو چھوڑ کر دوسروں کی غلامی اور خدمت گزاری میں شیطان سے دو ہاتھ نہیں بلکہ دو میٹر آگے ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ موجودہ دور کے مسلمان مرد و عورت کو ان بُرے اور گندے کاموں میں اگر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل ہے تو شیطان کو صرف ایم اے کی۔

محترم: جماع کے متعلق مستحب اور سنت یہ ہے کہ بسم اللہ سے اس عمل کو شروع کرے' پہلے سورۂ اخلاص کی تلاوت کرے' پھر اپنی بیوی سے ہمبستری کرنے سے قبل یہ دعا پڑھے جو حدیثِ مرفوع سے ثابت ہے' **بسم اللّٰہ اللّٰھم جنبنا الشیطان و جنب الشیطان ما رزقتنا**

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے یا اللہ! ہمیں شیطان سے دور رکھ' اور اس بچہ سے (بھی شیطان کو) دور رکھ جو تم نے ہمیں عطا فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر اس صحبت میں ان دونوں کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوگا تو شیطان اسے نقصان نہیں پہنچائے گا" "**فان کان بینھما ولد لم یضرہ الشیطان**"

(صحیح بخاری جلد۲ص ۳۳۳ و ابوداؤد جلد اص ۲۱۴)

حدیث: آپؐ نے فرمایا "جب تو اپنی بیوی کے پاس جائے اور مذکورہ دعا پڑھ لے اور اسی صحبت سے خدا کوئی اولاد بخشے' تو اس کے اور اس کی اولاد کے سانس کی گنتی کے برابر تیرے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جائیں گی"

(یہ حدیث غریب ہے' حوالہ تفسیر ابن کثیر جلد اص ۲۳)

حدیث: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! "تم میں سے کوئی شخص اپنی منکوحہ پر اس طرح سے نہ جاپڑے' جس طرح چوپائے جانور پڑتے ہیں **لا یقعن احدکم علی امراتہ کما تقع البھیمۃ الخ**" بلکہ دونوں کو چاہئے کہ پہلے پیار محبت کی باتیں کرے اور بوسہ وغیرہ سے کام عمل میں لائے۔"

(ابو منصور الدیلمی احیاء جلد۲ ق اص ۱۲۵)

حدیث: حضرت عتبہ ابن عبدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"

جب تم میں سے کوئی شخص اپنی زوجہ سے جماع کرے تو ان دونوں کو چاہیئے کہ گدھوں کی طرح ننگے نہ ہوں" "اذا جامع احدکم امرأتہ فلا یتجردا تجرد العیرین کیونکہ جو شخص جسم کھلا ہوا بے پردگی کے ساتھ جماع کرتا ہے فرشتے اس کے قریب بھی نہیں رہتے بلکہ بہت دور ہٹ جاتے ہیں' اور شیطان قریب آکر ایک ساتھ جماع کرتا ہے پھر اولاد دنیا میں شیطان کی بدی کے ساتھ پیدا ہوتی ہے۔

(ابن ماجہ و غنیتہ الطالبین ص ۱۳۷)

جماع کے وقت قبلہ کی جانب رُخ نہ کرے' بلکہ کسی اور جانب رُخ کرے اپنا اور اپنی بیوی کا جسم کھلا نہ رکھے' کسی چادر وغیرہ سے ڈھانپ لے' آپ چہرے پر کپڑا ڈال لیا کرتے تھے' اور پردے کا اتنا اہتمام کرتے تھے کہ کوئی چھوٹا بچہ بھی نہ دیکھ سکے' آج کے اکثر مسلمان ان مذہبی باتوں سے بالکل غافل ہیں' اور غفلت کی حد یہاں تک کہ بسم اللہ تک صحیح سے یاد نہیں' اگر کسی کو یاد بھی ہے تو اس پر عمل نہیں کہ ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے' بس صرف رات دن دولت اور عورت کا نشا طاری ہے' اور حیوانوں کی طرح جب چاہے جس جگہ چاہے صحبت کرنے میں ماہر ہے نہ حیا ہے نہ خوفِ خدا نہ کوئی دھرم ہے نہ شرم کھلے عام سرِ راہ جہاں بھی موقع مل جائے۔ بغل گیری' بوسہ بازی اور لپٹا لپٹی کر کے حیوانوں کو بھی شرمندہ کر دیتے ہیں' نہ شریعت کا کوئی خیال ہے اور نہ ہی عزت شرافت کا کوئی لحاظ ہے' جس کی وجہ سے نہ خدا کی رحمت پاس ہے اور نہ خدا کی نصرت قریب ہے' اور اولاد بھی شریر' بد چلن' اور نافرمان پیدا ہو رہی ہے۔

واقعہ: جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو تمام شیاطین اپنے آقا ابلیس کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ آج روئے زمین کے تمام بُت سر کے بل اوندھے نظر آئے' یہ سن کر ابلیس نے کہا یقیناً آج کوئی نئی بات پیش آئی ہوگی' تم یہاں ٹھہرو میں زمین پر جا کر دیکھتا ہوں' ابلیس نے گھوم پھر کر دیکھا کچھ نظر نہ آیا' آخر ایک جگہ کچھ فرشتوں پر نظر پڑی کہ فرشتے ایک بچے کو گھیرے ہوئے تھے۔ ابلیس اپنی قوم کے پاس واپس گیا' اور انہیں بتلایا کہ آج رات ایک نبی (علیہ السلام) پیدا ہوئے ہیں' اب تک دنیا میں جتنے حمل ٹھہرے' مجھے ان کی خبر رہی اور میری ہی موجودگی میں وضع حمل ہوا' لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مجھے نہ اس عورت کے حمل کی اطلاع ہوئی اور نہ وضعِ حمل کا پتا چلا' شاید یہ اس عورت کی نیکی اور کثرتِ ذکرِ الٰہی کی وجہ سے ہے' (حوالہ احیاء جلد ۳)

اگر قیامِ نطفہ کے دن سے ولادت تک عورت کو پاک اور حلال خوراک کھلائی جائے اور حمل ظاہر ہونے پر لازمی طور پر حلال شے دی جائے تو قطب الاقطاب حضرت عبد القادر

جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ انشاء اللہ بچہ پیدا ہونے پر شیطان کو اس پر ہاتھ ڈالنے کی قدرت حاصل نہ ہوگی اور اولاد شیطان کی بدی سے محفوظ رہے گی'

جب انزال قریب ہو تو دل ہی دل میں یہ الفاظ کہے ہونٹوں کو حرکت نہ دے' وہ الفاظ یہ ہیں۔ **الحمد للہ الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبًاو صھرًا۔** یعنی "تمام تعریفیں اس ذات پاک کے لئے ہیں جس نے پانی سے انسان کی تخلیق فرمائی' اور اسے نسبی اور سُسرالی رشتہ بنایا" (احیاء ج ۲ ص ۱۳۵)

واقعہ: ایک دفعہ چند سیّد حضرات بغرضِ ملاقات حضرت احمد حربؒ کے پاس پہنچے' تو آپ ان مہمانوں کے ساتھ بے حد ادب و احترام اور تعظیم کے ساتھ پیش آئے' لیکن آپ کا ایک شریر بچہ گستاخانہ طور پر رَباب بجاتا ہوا مہمانوں کے سامنے سے باہر نکلا' اور اس کی یہ بدسلوکی سیّد حضرات کو بہت بُری لگی تو آپ نے ان حضرات کو فرمایا کہ اس لڑکے کی اس گستاخی کو براہِ کرم معاف فرمادیں' دراصل بات یہ ہے کہ بچے کا نطفہ اس رات قائم ہوا تھا جب میرے ہمسایہ کے یہاں بادشاہ کے پاس سے کھانا آیا تھا اور اس نے مجھ کو بھی بارہا اصرار کرکے کھلایا تھا' اور وہ کھانا صحیح نہیں تھا' اس وجہ سے یہ بچہ شریر اور گستاخ پیدا ہوا۔ (حوالہ تذکرۃ الاولیا ص ۱۴۸)

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ یہ احمد حربؒ کوئی معمولی ہستی نہیں ہیں' بہت بڑے عامل اور اہلِ تقویٰ بزرگ تھے' اور زندگی بھر شب بیدار رہے' ایک مرتبہ آپ کی والدہ محترمہ نے پالا ہوا مُرغ پکا کر آپ سے کھانے کے لئے کہا' تو آپ نے فرمایا کہ میں اس کا گوشت نہیں کھا سکتا کیونکہ اس مرغ نے ایک مرتبہ ہمسایہ کے چھت پر جاکر چند دانے کھائے تھے' اب اندازہ لگائیں کہ یہ کتنے بڑے بُزرگ اور مُتقی ہستی تھے اس کے باوجود بھی ایک دن کھانا صحیح نہ کھانے کی وجہ سے اسی نطفہ سے کیسا شریر لڑکا پیدا ہوا' آج ہمارا معاشرہ اور ہمارے اعمال تو سب کے سامنے روشن ہیں۔ آج کے انسانوں کے لئے حرام کی آمدنی حرام نہیں رہی بلکہ بالائی آمدنی بن گئی۔ جزاک اللہ کے ساتھ سارے سود کو ہضم کررہے ہیں اور مسجد میں برابر نمازیں بھی پڑھ رہے ہیں خدا ان سب کا منہ کالا کرے حرام کی آمدنی اور رشوت و سود کو آج کون بُرا سمجھتا ہے رشوت آج رشوت نہیں رہی اور نہ ہی کوئی بُری چیز ہے بلکہ قدرت کی مہربانی کا نام دیا جارہا ہے اور کوئی یہ نہیں سوچتا کہ چوری اور حرام کی کمائی سے بنا ہوا کھانا اگر اولاد کھائے گی تو کبھی اچھی نہ ہوگی رشوت کی مار سب سے پہلے اولاد پر پڑتی ہے' چنانچہ نتیجہ سامنے ہے کہ آج مسلمانوں کی اولاد سب سے زیادہ بدمعاش' بدچلن' بداخلاق' بدکردار' آوارہ' بے ایمان' اور والدین کی نافرمان ہے اور اس کے ذمہ دار والدین

خود ہیں نہ کہ اولاد۔

حدیث: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی شخص کو کئی مرتبہ صحبت کرنے کا ارادہ ہو تو اس کے لئے بہتر ہے کہ ہر مرتبہ وضو کر لیا کرے۔ (مسلم و ابن ماجہ جلد ا ص ۹۰)

حدیث: حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو جمعہ کے دن خود بھی غسل کرے اور اپنی بیوی کو بھی غسل کرائے یعنی زوجہ سے صحبت کر کے دونوں غسل کریں "رحم اللّٰہ من غسل واغتسل"

مسئلہ: جماع کے بارے میں عورت کا مرد پر حق ہے، اگر مرد کو جماع کا خیال نہ ہو اور عورت اپنی خواہش ظاہر کرے تو مرد کو اس کی خواہش پوری کرنا چاہیئے، ورنہ عورت بدظن ہو جائے گی۔ کیونکہ عورتوں کی شہوت مردوں سے ننانوے حصہ زیادہ ہے لیکن قدرت نے صبر و حیاء کا مادّہ بہ نسبت مرد کے عورت میں زیادہ رکھا ہے۔ (حوالہ غنیتہ ص ۱۳۸)

حدیث: شوہر کو چاہیئے کہ بیوی سے کم از کم چار دن کے بعد صحبت کرے اور انزال کے بعد مرد کو کچھ دیر تک اپنی حالت میں ٹھہرے رہنا چاہیئے کیونکہ بعض اوقات عورت کو دیر میں انزال ہوتا ہے اب اگر مرد اپنی ضرورت پوری کر کے فوراً ہی ہٹ جائے اور عورت کو تشنہ رہنے دے تو یہ بھی باہمی نفرت کا سبب ہے۔ (احیاء جلد ۲ ص ۱۲۶)

جماع میں چار روز کا حساب یوں ہے کہ عام طور پر کیسہ منی چار روز میں قدرتی طور پر بھر جایا کرتا ہے لیکن ہر ہفتہ یا عشرہ میں بہتری اور مہینہ میں ایک بار سلامتی ہے، کثرتِ جماع سے پرہیز کیا کریں۔ کیونکہ اس صورت میں قوت گر جاتی ہے نیز رعشہ، فالج اور دیگر بیماری پیدا ہوتی ہے اور بینائی بھی کم زور ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جو شخص اپنی بیوی سے ہر چوتھے دن کے بعد صحبت کرتا ہے تو وہ ایسا ہے جیسے راہِ خدا میں جہاد کرنے والا" (مسلم جلد ۱۸ ص ۲۵)

مسئلہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ تین راتوں میں صحبت کرنا مکروہ ہے اور رات کے ابتدائی حصہ میں بھی (۱) چاند کی پہلی رات (۲) چاند کی آخری رات (۳) اور چاند کی پندرہویں رات میں کیونکہ ان تین راتوں میں صحبت کرتے وقت شیطان حاضر ہوتے ہیں اور ان راتوں میں شیطان صحبت کیا کرتے ہیں، اور رات کے ابتدائی حصہ میں مکروہ یوں ہے کہ

ناپاکی کی حالت میں رات بھر سونا ہوگا اگر جماع کے بعد کھانے پینے کی سخت ضرورت پیش آئے اور غسل میں کوئی دشواری یا کسی قسم کی سخت دقت کا سامنا ہو تو کم از کم وضو کر کے کھانا کھائے یہ عمل سنت ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت معاویہؓ کی بھی یہی رائے ہے۔ (کیمیائے سعادت ص ۱۴۹)

مسئلہ: جنابت کی حالت میں اگر کھانے کی ضرورت ہو تو وضو کر کے کھانا چاہیئے اور مجبوری کی وجہ سے صرف ہاتھ منہ دھو کر بھی کھانا کھا سکتا ہے جنابت کی حالت میں سر کے بال کٹوانا، زیرِ ناف بال کاٹنا، ناخن تراشنا وغیر مکروہ ہے۔ اس لئے کہ قیامت کے دن بدن کے تمام اجزاء اس کے پاس آئیں گے، یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اجزاء بدن ناپاکی کی حالت میں آکر ملیں۔

(عین الہدایہ ج ۱ ص ۸۷ واحیاء جلد ۲ ص ۱۲۷ وابن ماجہ جلد ۱ ص ۹۱)

مسئلہ: بلا کسی سخت ضرورت کے محض اولاد کو بوجھ سمجھ کر ایسے ذرائع استعمال کرنا جس سے اولاد نہ ہو یا حمل کو ضائع کر دینا یا وضع حمل کے لئے دوا استعمال کرنا جائز نہیں ہے بلکہ حمل کو برباد کر دینا گناہِ کبیرہ ہے۔ (احمد علیش، فتح العلی المالک۔ ج ۱ ص ۳۹۹)

مسئلہ: "**اسقاط الحمل حرام باجماع المسلمین**" یعنی اسقاطِ حمل تمام علماء کے نزدیک حرام ہے، اور ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں اگر پیٹ کا بچہ عورت کی حرکت کی وجہ سے مر گیا تو اس کو قتل کا گناہ ہوگا۔

(ردالمختار جلد ۵ ص ۵۱۹ وفتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۴ ص ۲۲۷)

مسئلہ: نرودھ جسے مرد خود اپنے مخصوص عضو پر پہنا لیتا ہے اور لوپ جسے عورت اپنے رحم کے منہ پر ڈال لیتی ہے تاکہ مادہ اس کے اندر داخل نہ ہو سکے، اس کے متعلق شرعی حکم میں اختلاف ہے، صحیح بات یہ ہے کہ بلا عذر اور شدید ضرورت کے بغیر اس کا استعمال جائز نہیں اور بعض علماء کے نزدیک مکروہ ہے، شدید عذر مثلاً شیر خوار بچہ کو حمل ٹھہر جانے کی وجہ سے دودھ سے محروم ہو جانے کا اندیشہ ہو یا حمل سے عورت کی جان خطرہ سے خالی نہیں وغیرہ، (مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۴۴۱ والمبسوط ج ۲۶ ص ۸۷)

مسئلہ: کسی دوسرے کے گھر جانے سے پہلے اجازت لینا واجب ہے چاہے عورت کسی عورت کے پاس جائے یا مرد مرد کے پاس یہاں تک کے ماں اگر گھر میں اکیلی ہو پھر بھی

جازت لینا چاہیئے کیونکہ نہ جانے گھر میں کون کس حالت میں ہے اور گھر میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے سلام کرنا سنت ہے اور دروازہ پر دستک ہلکی آواز سے دینا سنتِ رسول ؐ ہے۔ (حوالہ قرطبی و تفسیر معارف القرآن جلد ۶ ص ۳۷۵)

حیض و نفاس و استنجا و غسلِ جنابت کے متعلق چند ضروری مسائل

عورتوں کا "مادّہ تولید" خصیتہ الرحم کی بیرونی سطح پر آبلے یا دانے کی طرح پیدا ہوتا ہے' پھر یہ آبلے یا دانے اور اس کے اندر جو مادّہ تولید رُطوبتِ منویّہ ہوتی ہے وہ قاذف نالی (نلوں وغیرہ) کے راستے سے رحم کی طرف چلی جاتی ہے' اس رُطوبت میں عورت کا انڈا ہوتا ہے جو مرد کے مادّہ تولید سے مل کر حمل قرار پاتا ہے' یہ دانے جو عورت کے خصیتہ الرحم کے اندر زرد غلاف میں بہ حفاظت رہتے ہیں' عورتوں میں ایامِ جوانی میں یہ دانے پختہ ہو کر پھٹتے ہیں۔

ماہواری سے کئی دن قبل یہ دانے اندرونی طور پر بڑھتے ہیں' اور ان میں سے ایک دانے کی رُطوبت بڑھ کر پھٹ جاتی ہے بیضہ اس میں سے نکل کر ٹیوب کے ذریعہ رحم میں چلا جاتا ہے' اس وقت رحم کی جھلّی میں خون جمع ہو کر جاری ہوجاتا ہے' جس کو "خون حیض" کہتے ہیں' حیض کا خون عمومی طور پر غلیظ گہرے سرخ رنگ کا لیسدار خون ہوتا ہے۔

مسئلہ: ایامِ حیض کی کم تر مدت تین دن اور انتہا دس دن ہے' اگر ایک ساعت اس سے کم ہو تو وہ حیض نہیں بلکہ خونِ استحاضہ (یعنی بیماری) ہوگا اور نماز روزہ قضا کرے گی خواہ روزے نفلی کیوں نہ ہوں اور اکثر مقدار حیض کی دس دن ہے اگر اس سے بھی زائد ہو تو وہ بھی خونِ استحاضہ ہے اور نماز روزہ قضا کرے گی' اگر کوئی عورت پاک سوئی اور حائضہ اُٹھی' تو اُٹھنے کے وقت سے اور اگر حائضہ سوئی اور پاک اٹھی تو سونے کے وقت سے احتیاطاً حکم ہوگا' اور خونِ نفاس وہ خون ہے جو عورت کو بچہ کی پیدائش کے بعد عموماً چالیس روز تک آتا ہے' ایامِ حیض اور ایامِ نفاس میں مرد عورت سے صحبت نہ کرے' دیگر استمتاع مانند بوسہ' مساس' ایک ساتھ کھانا پینا' لیٹنا' وغیرہ سب جائز ہیں' کیونکہ حالتِ حیض میں عورت کا تمام جسم نجس نہیں ہوتا' یہودی لوگ تمام جسم کو نجس سمجھتے ہیں' یہ بدعت ہے۔
(عین الہدایہ جلد ۱ ص ۱۸۳ و احیاء جلد ۲)

حدیث: حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حالتِ حیض میں ہیں نبی کریمؐ کا سر دھویا کرتی اور

کنگھا کیا کرتی تھی' آپ میری گود میں ٹیک لگا کر لیٹ جاتے تھے کھانے میں جس ہڈی کو میں چوستی اسی ہڈی کو رسول اللہ بھی چوستے تھے' میں جس گلاس میں پانی پیتی تھی' آپ بھی اسی برتن سے وہیں منہ لگا کر وہی پانی پیتے' اور یہاں تک کہ ہم دونوں کبھی کبھی حالتِ حیض میں ایک ہی لحاف میں سوتے تھے اگر آپ کا کپڑا کہیں سے خراب ہو جاتا تو آپ اتنی ہی جگہ کو دھو ڈالتے' اگر جسم مبارک پر کچھ لگ جاتا تو اسے بھی دھو ڈالتے اور پھر انہی کپڑوں میں نماز پڑھتے۔ (ترمذی ص ۳۶ و ابوداؤد و تفسیر ابن کثیر جلد اپ ۲ ص ۸۶)

مسئلہ: اگر بھولے سے یہ حرمت نہ جانی' یا حائضہ ہونا نہ جانا ہو اور بیوی حیض سے ہو اور مرد نے صُحبت کرلی ہو تو مرد پر کچھ واجب نہیں' ہاں اگر عورت نے کہا کہ میں حائضہ ہوں اور شوہر نے پھر بھی جماع کرلیا تو اب مرد پر توبہ و استغفار لازم آئے گا' اور بعض علماء کے نزدیک اس پر صدقہ بھی لازم ہے۔ صدقہ یہ ہے کہ حیض میں خون بہتے وقت اگر جماع کیا ہو تو ایک دینار صدقہ اور اگر خون بند ہوتے وقت جماع کیا تو نصف دینار صدقہ لازم آئے گا اور آئندہ کے واسطے اس غلط حرکت نہ کرنے کا پکا عزم بھی کرے۔

اس کے علاوہ حالتِ حیض میں جماع کرنے سے اولاد کوڑھی پیدا ہوتی ہے' اور پاخانے کے مقام میں صحبت کرنا سراسر حرام ہے یہ طریقہ غیر شرعی کے ساتھ ساتھ غیر انسانی و حیاء سوز اور اس کے علاوہ انتہائی گھناؤنا بھی ہے۔

(عین الہدایہ جلد ا ص ۱۸۷ و غنیتہ ص ۱۳۸ و تفسیر ابن کثیر جلد ا ص ۹۱)

مسئلہ:۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جب حیض زیادہ سے زیادہ دنوں تک کی آخری معیاد یعنی دس دن تک رہ کر بند ہو گیا ہو تو اس کے خاوند کو اس سے صحبت کرنا حلال ہے گو اس نے غسل نہ کیا ہو لیکن زیادہ بہتر یہی ہے کہ غسل کے بعد صحبت کرے۔

(عین الہدایہ جلد ا ص ۲۷۴)

مسئلہ: حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بات منقول ہے کہ کمتر حیض لڑکی باکرہ و ثیبہ کے حق میں تین دن اور اکثر دس ایام ہے' اور جو زائد ہو وہ سب خونِ استحاضہ ہے اس میں وضو کر کے نماز پڑھنی ضروری ہے' لیکن حیض کے دس دن نماز پڑھنی لازم نہیں' اور طہر کے لئے کم سے کم پندرہ دن اور نفاس کے طہر کی مدّت چالیس روز ہے' خون کی طرح جو چیز ۹ برس سے کم عمر لڑکی اور ۵۵ برس بعد بوڑھی دیکھے وہ بھی خونِ استحاضہ ہے نہ کہ حیض۔

(عین الہدایہ جلد ا ص ۱۸۰۔۱۸۱)

مسئلہ: واضح ہو کہ عورت تین حال سے خالی نہیں' (۱) یا تو مُبتدیہ ہوگی' یعنی یہی حیض اس کی زندگی کا پہلا ہے' یا تو مُعتادہ ہوگی' اور مُعتادہ دو حال سے خالی نہیں (۲) یا تو اس کی بندھی عادت معروف ہوگی کہ پانچ روز یا سات روز وغیرہ یعنی کوئی خاص عادت ہے (۳) یا عادت مختلفہ ہوگی کہ کبھی پانچ' کبھی سات دن ہوتے ہیں' پس دوم جس کی عادت بندھی ہوئی ہے' بعادتِ معروفہ تو اگر کبھی اس کو اپنی بندھی ہوئی عادت سے زیادہ حیض آوے اور حیض کی انتہائی مدّت یعنی دس روز سے بھی بڑھ جاوے' تو ہمارے امام حضرت ابو حنیفہؒ کے نزدیک عورت اپنی عادت پر پھیری جائے گی' مثلاً پانچ روز کی عادتِ معروفہ تھی تو دس دن سے بڑھنے میں وہ بندھی ہوئی پانچ روزہ مدّتِ حیض میں شمار کرے اور جو زمانہ عادتِ معروفہ سے بڑھا وہ استحاضہ ہے' نہ کہ حیض' اگرچہ دس کے اندر والے دن ہوں پس پانچ کے باقی ایام کی نمازیں قضا کریں' ہاں اگر خون دس دن سے متجاوز نہ ہوا بلکہ بندھی عادت سے ہٹ کر پورے دس پر ختم ہوگیا تو بالا تفاق یہ دس ایام حیض ہیں نہ کہ استحاضہ' خواہ عادتِ معروفہ ہو یا نہ ہو' خواہ مُبتدیہ ہو یا مختلفہ ہو' نمازیں قضا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (عین الہدایہ جلد۱ ص ۱۹۹ و شرح وقایہ)

مسئلہ: خون استحاضہ کے دوران نماز' روزہ کچھ معاف نہیں اور نہ صحبت منع ہے' کیونکہ یہ خون حیض نہیں بلکہ ایک بیماری ہے اور ہر نماز کے وقت وضو کرے' **حائضہ** اور **جنب** کو خواہ مرد ہو یا عورت' قرآن کی تلاوت کرنا منع ہے خواہ ایک آیت کیوں نہ ہو اور قرآن کا چھونا بھی جائز نہیں' البتہ جس لفظ میں شکر نعمت و ثناء باری تعالیٰ ہو جیسا کہ **بسم اللہ** **الحمدللہ**' **استغفراللہ**' وغیرہ جائز ہے' اور غلاف کے ساتھ قرآن شریف کا پکڑنا جائز ہے' اور غلاف وہ ہے جو قرآن شریف سے الگ ہو' اگر پڑھانے والی عورت **حائضہ** ہوئی تو وہ ایک ایک کلمہ الگ الگ کرکے پڑھا دے' اس طرح کہ ہر دو کلمہ کے درمیان ٹھہر جائے اور اس کو قرآن کے ہجے کرنا بھی مکروہ نہیں۔

(عین الہدایہ جلد۱ اور ص ۱۸۸ ص ۱۸۹ و قاضی خان)

مسئلہ: اگر دس روز کے اندر اوّل و آخر حیض کا خون نظر آیا اور درمیان میں خون نظر نہ آئے تو یہ پاک نہیں سمجھا جائے گا بلکہ گویا برابر خون آیا' اور دورانِ حیض و نفاس میں جو نماز چھوٹ جائے وہ سب معاف لیکن روزے نہیں اگرچہ نفل روزے کیوں نہ ہوں۔ یعنی نظر و منت وغیرہ قضا بعد میں لازم ہے۔ (عین الہدایہ جلد۱ ص ۱۹۴ و ص ۱۸۲)

عورتوں میں جنسی عضو کو نہ صرف بیرونی رگڑ سے محفوظ کیا جانا ضروری ہے بلکہ اس

مقام کی طہارت و پاکی کی بھی شدید ضرورت ہے، ورنہ کافی پیچیدہ امراض سے دو چار ہونا پڑے گا، اور فرضِ غسل کے وقت بھی خاص عضو کو اچھی طرح پاک کر لینا چاہیئے۔

استنجا معنیٰ پاک کر لینے کے ہیں، مٹی، پانی وغیرہ سے، استنجاء سنت مؤکدہ ہے، استنجاء علی الا طلاق واجب نہیں ہے بلکہ کبھی فرض، کبھی واجب، کبھی سنت اور کبھی مستحب ہے، پس جبکہ نجاست درہم کے مقدار سے زائد ہو تو استنجاء فرض ہے اور قدرے درہم واجب ہے، اور اس سے کم ہو تو سنت ہے، اور جب خالی پیشاب کیا تو دھونا کچھ فقہائے کرام کے نزدیک سنت ہے، اور کچھ فقہاء کے نزدیک مستحب ہے، استنجا دو قسم کا ہے۔

(۱) ایک قسم مٹی کے ڈھیلے وغیرہ سے (۲) اور دوم پانی سے، پانی سے استنجاء علی الا طلاق ہمیشہ سے سنت ہے، ہاں اگر کہیں پانی نہ ملے تو ایسی چیزوں سے استنجا کر لے جو خود پاک ہوں اور نجاست کو چوس لیں اور استنجا میں زیادہ افضل ڈھیلے اور پانی دونوں کا جمع ہونا ہے۔

مسئلہ: مذی یہ سفید پانی جیسی ایک رقیق چیز ہوتی ہے جو شہوت انگیز خیالات پیدا ہونے پر نکلتی ہے یہ مذی پیشاب کا حکم رکھتی ہے اس کے نکلنے پر غسل واجب نہیں ہوتا البتہ اس خاص مقام کو اچھی طرح دھو لینا چاہیئے، پیشاب کرنے کے بعد سفید رنگ کا ایک پانی نکلتا ہے یہ بھی پیشاب کے حکم میں ہے۔ (عین الہدایہ جلد ۱ و غنیتہ ص ۶۷، ص ۹۸)

مسئلہ: استنجاء کا سنت طریقہ یہ ہے کہ اول پاخانہ کا مقام پھر پیشاب گاہ دھو لے اس کے برعکس پر بھی عمل جائز ہے، مٹی کے ڈھیلے وغیرہ سے استنجاء کی کیفیت یہ ہے کہ بائیں پر زور دے کر قبلہ اور ہوا کی طرف سے رخ پھیر کر ستر عورت کو حتیٰ المقدور چھپا کر بیٹھے۔ تین ڈھیلے لے کر اول (۱) آگے سے پیچھے لے جاوے اور دوم (۲) پیچھے سے آگے لے آوے، اور سوم (۳) سے پھر آگے سے پیچھے لے جاوے یہ حساب گرمیوں میں ہے اور جاڑوں میں اول سے پیچھے سے آگے اور دوم سے آگے سے پیچھے۔ اور سوم سے پیچھے سے آگے لاوے، اور عورت کے لئے ہمیشہ وہی طریقہ ہے جو مردوں کے لئے جاڑوں میں ہے، اس کے بعد مرد و عورت سب کے لئے یہ حکم ہے کہ دائیں ہاتھ سے استنجا کریں، یعنی داہنے ہاتھ سے پانی ڈالتا جائے اور بائیں ہاتھ سے پاخانہ کے مقام کو برابر دھوتا رہے، جب تک کہ پاکی کا یقین نہ ہو جائے۔ (عین الہدایہ جلد ۱ ص ۲۴۴ و غنیتہ ص ۹۸)

مسئلہ: جس ڈھیلے یا پتھر سے کسی نے ایک مرتبہ استنجا کیا پھر اس سے استنجاء نہ کرے

لیکن اگر اس پتھر کا کوئی دوسرا رخ استنجا سے پاک ہو تو اس رخ سے بلا کراہت جائز ہے' بلا عذر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے اور کاغذ سے استنجا کرنا بھی مکروہ ہے البتہ ایسے کاغذ جو خاص اسی مقصد کے لئے تیار کئے جاتے ہیں اور اس قابل نہیں کہ ان پر لکھا جائے استنجا کے لئے اس کا استعمال جائز ہے۔ (الفتاوی الہندیہ جلد۱ ص ۵۰ ودرالمختار جلد۱ ص ۳۱۵ و عینی الہدایہ جلد۱ ص ۲۴۹)

مسئلہ: ناخن کے پینٹ سے وضو کا پانی ناخن تک نہیں پہنچتا جس کے لئے نہ وضو صحیح ہوا اور نہ نماز درست ہوگی' وضو میں مصنوعی دانتوں تک پانی پہنچانا مسنون ہے اور غسل میں فرض' دانت نکالنے اور تہہ تک پانی پہنچانے کی ضرورت نہیں' ہاں فرض غسل میں نکال کر اصل جسم تک پانی پہنچانا ضروری ہے' ورنہ غسل درست نہ ہوگا' مسواک کی جگہ اگر کوئی دانت کی زردی کو دور کرنے کے لئے ٹوتھ پیسٹ اور برش کا استعمال کرے تو کافی ہے اور کوئی کراہت نہیں' لیکن بہتر یہ ہے کہ مسواک کا استعمال بھی ساتھ رکھے۔ (درالمختار جلد۵ ص ۳۱۸ وفقہ السنتہ جلد۱ ص ۴۵)

مسئلہ: ٹرین' بس وغیرہ کی دیواریں عموماً لکڑی' لوہے یا پلاسٹک کی ہوتی ہیں' اس لئے ان پر تیمم درست نہیں ہے' البتہ سفر کے دوران ان پر گرد و غبار جم جاتا ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک گرد و غبار پر بھی تیمم کیا جاسکتا ہے قرآن مجید کا ترجمہ خواہ کسی زبان میں ہو مسلمان آدمی کے لئے اس کا بلا وضو چھونا مکروہ ہے اس لئے کہ گو کہ کلام الٰہی وہ اصل عربی الفاظ ہیں مگر مقصود تو یہی معانی اور مفہوم ہیں۔ فتاویٰ عالمگیر کے الفاظ میں " ولو کان القرآن مکتوبا بالفاسیتہ یکرہ لھم مسہ عند ابی حنیفۃ وکذا عند ھما علی الصحیح"
(الہدایہ جلد۱ ص ۲۴ والفتاوی الہندیہ جلد۱ ص ۲۰)

مسئلہ: اگر کسی چیز میں نجاست کا توہم ہو اور وہ نچوڑنے جانے کے قابل ہو تو الگ الگ تین دفعہ دھونا مستحب ہے اور جب تحقیق نجاست ہو تو تین بار دھونا واجب ہے' اور تیسری دفعہ نچوڑنے میں مبالغہ کیا جاوے' یہاں تک کہ پھر اگر نچوڑے تو اس سے پانی نہ بہے اس کے بعد اگر کپڑے سے کوئی پانی کا قطرہ ٹپکا تو کوئی حرج نہیں' اور ہر شخص کے حق میں نچوڑنے میں اسی کی قوت معتبر ہے اگر کپڑا رقیق ہو تو مبالغہ نہ کرنا چاہیئے اور تین دفعہ دھونے اور نچوڑنے کے بعد بھی اگر نجاست کی بو یا نشانات ظاہر ہوں تو زوالِ نجاست کا غلبۂ ظن تک دھووے اور یہ سات تک اجازت ہے' اگر

کپڑا نچوڑنے کے قابل نہ ہو' یعنی اس کا نچوڑنا نہ نچوڑنا برابر ہے یا وہ کپڑا اتنا موٹا ہو کہ نچوڑنا ہی مشکل ہے' تو وہ تین بار دھونے اور ہر بار خشک کرنے سے پاک ہو جائے گا کیونکہ کہ خشک کرنے کو بھی مانند نچوڑنے کے نجاست نکالنے میں دخل ہے' خشک کرنے کی حد یہ کہ اس کو اتنی دیر تک چھوڑے کہ اس کا ٹپکنا موقوف ہو جائے' اور یہ شرط نہیں کہ بالکل سوکھ جائے' اور یہ قید بھی اس وقت ہے جب نجاست بہت زیادہ جَذب ہو گئی ہو' اور اگر قلیل جَذب ہوئی یا نہ ہوئی تو صرف تین مرتبہ الگ الگ دھونے سے پاک ہو جائے گا۔

(عین الہدایہ جلد۱ ص ۲۴۹ وفتاوی عالمگیری)

مسئلہ : مستحب ہے کہ نمازی کپڑوں کے سوائے دوسرے کپڑوں میں پانخانہ جاوے اگر کپڑے زیادہ ہوں تب ورنہ کپڑوں کی حفاظت رکھے' اور بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت بایاں پیر پہلے رکھ کر یہ دعاء پڑھنا سنت ہے۔ **"اللّٰھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث"** اور نکلتے وقت دایاں پیر پہلے رکھ کے یہ دعا پڑھے **"غفرانک الحمد للّٰہ الذی اذھب عنی الاذیٰ وعافانی "** اور بیت الخلا میں باتیں نہ کرے اور نہ ذکر اللہ وغیرہ کرے اگر خود چھینکے تو دل ہی دل میں الحمد للہ کہہ لے' اور زبان نہ ہلائے اور دیر تک پانخانہ میں بیٹھے رہنا مکروہ ہے' اور پیشاب پاخانہ جاتے وقت ننگے سر نہ جائے' ٹوپی' دوپٹایا اور کوئی کپڑا اوڑھ لے جہاں پیشاب کرے وہیں وضو یا غسل کرنا مکروہ ہے البتہ مجبوری میں جائز ہے۔ (عین الہدایہ جلد۱ ص ۵۰ و غنیتہ)

حدیث : حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دورانِ وضو' اللہ کا ذکر' الحمد للہ' سبحان اللہ وغیرہ کچھ نہیں کہتا بلکہ خاموشی سے وضو کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا صرف وہ حصہ پاک کردیتا ہے جس پر پانی پہنچتا ہے اور جو شخص وضو کے دوران ذکر اللہ اور دعا وغیرہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا تمام جسم پاک کردیتا ہے' اور یہ شخص جب خلوصِ دل سے وضو کے بعد تحیۃُ الوضو یا دیگر نماز کے لئے کھڑا ہوجاتا ہے تو اس کے کانوں سے' اس کی آنکھوں سے اس کے ہاتھوں سے اور اس کے پاؤں سے سب گناہ الگ ہوجاتے ہیں' اور جو شخص دورانِ وضو دنیا کی باتیں کرتا ہے (جس پر آج کے مسلمانوں کا عمل ہے) تو اس کو کچھ ثواب نہیں ملتا بلکہ دنیاوی باتوں کے ساتھ وضو کرنا مکروہ ہے۔ (ابن جریر' دارقطنی وتفسیر ابن کثیر جلد۲ ص ۲۸ پ۶ واحیاء جلد۱ ص۳۲۶)

مسئلہ: احناف کے یہاں وضو کے بعد اعضاءِ وضو کو رومال یا تولیا وغیرہ سے خشک کر لینا مستحب ہے' اور اس کا شمار آدابِ وضو میں ہوتا ہے۔ (حوالہ درمختار جلد۱ ص ۱۲۱)

واضح ہو کہ تین وقت غسل فرض ہے (۱) جنابت کے وقت (۲) مدّتِ حیض ختم ہونے کے بعد (۳) نفاس کا وقت ختم ہونے کے بعد۔

اور تین وقت غسل واجب ہے (۱) غسلِ میّت' یعنی زندہ مسلمان کا مردہ کو غسل دینا' (۲) کافر جب مسلمان ہوا تو اس پر غسل واجب ہے' (۳) لڑکا بلوغ باحتلام ہوا اور لڑکی حیض سے بالغہ ہوئی ہے نہ کہ عمر کے اعتبار سے بالغہ ہوئی۔

اور تین وقت غسل سنّت ہے' (۱) غسلِ جمعہ بعض علماء کے نزدیک واجب ہے اور جس نے جمعہ کا غسل جمعہ کے بعد کیا تو اس نے سنت کی فضیلت نہ پائی' (۲) عیدین کا غسل (۳) اور یومِ عرفہ کا غسل' اور روزانہ غسل کرنا یہ مستحسن ہے' اس طرح غسل کے کل ۱۰ دس طریقے ہوئے۔

مسئلہ: احناف کے یہاں غسل کے فرائض تین ہیں' (۱) کلّی کرنا اس طرح کہ حلق تک پانی پہنچ جائے' اور پانی سے منہ بھر کر کلّی کرے' (۲) ناک کو پانی سے اچھی طرح صاف کرنا اور ناک کی نرم جگہ تک پانی پہنچانا (۳) سارے بدن پر ایک مرتبہ اچھی طرح پانی بہانا' ایک بال کے برابر بھی اگر کہیں سوکھا رہ جائے تو غسل نہ ہوگا۔ غسل کرنے کے بعد اگر یاد آئے کہ فلاں جگہ پانی سے رہ گئی تو پھر سے غسل کرنا لازم نہیں بلکہ خاص اسی جگہ کو دھولے' اگر کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا تو خاص کمی کو پورا کرنے سے غسل ہو جائے گا اور احناف کے یہاں غسل اور وضو میں نیت کرنا ضروری نہیں بلکہ سنت ہے' اور امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے۔ (ردالمختار جلد۱ ص ۱۴۴ باب الغسل و احیاء جلد۱ ص ۱۳۱ و عین الہدایہ جلد۱ ص ۶۳)

مسئلہ: فرض غسل کے لئے احناف کے نزدیک سب سے پہلے رفعِ جنابت کی نیت کرنا سنت ہے' اس کے بعد بسم اللہ کے ساتھ دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین مرتبہ دھوئے پھر ہاتھوں سے آلۂ تناسل کو دھوئے' فرض غسل میں غسل سے پہلے شرم گاہ کا دھونا سنت ہے خواہ وہاں نجاست ہو یا نہ ہو' پھر باترتیب وضو کرے' اس کے بعد انگلیاں پانی میں اچھی طرح بھگو کر ان سے بالوں کی جڑوں میں خلال کرے' پھر بہانا شروع کرے' سب سے پہلے ایک دفعہ پانی بہانا فرض ہے اس کے بعد اور دو مرتبہ پانی بہانا سنت ہے' اس کا طریقہ یہ ہے

کہ سب سے پہلے سر پر پھر دائیں مونڈھے پر تین مرتبہ اور پھر بائیں پر تین مرتبہ پھر سر اور باقی بدن پر تین مرتبہ پانی بہائے اور بدن کو خوب طبیعت سے ملے اور اپنے بال خوب صاف و پاک کرے' چونکہ ہر بال کے نیچے پلیدی ہے اس لئے بال کی جڑ تک غسل میں پانی پہنچانا واجب ہے اگر پانی بالوں کی جڑوں میں نہ پہنچا تو فرض غسل نہیں ہوگا' اور اسی غسل سے نماز پڑھ سکتا ہے دوبارہ وضو کی ضرورت نہیں۔

(عین الہدایہ جلد اص ۶۳ و احیاء جلد اص ۱۳۳)

مسئلہ: وضو اور غسل میں پانی کا زیادہ خرچ کرنا شیطان کا کام ہے' ضرورت سے زیادہ پانی خرچ کرنے سے شیطان خوش ہوتا ہے اگر کسی کو مسجد میں احتلام ہوا تو اسی وقت نکل جاوے اور فوراً نہاوے اور بعض نے کہا کہ تیمم کر کے نکلے' اور اگر کسی شدید مجبوری کی وجہ سے مسجد سے نکل نہ سکے اور آدھی رات کا وقت ہو تو تیمم کر کے مسجد میں رہے'

(عین الہدایہ جلد اص ۷۲ و احیاء جلد اص ۳۲،۷)

مسئلہ:۔ اگر عورت کو غسل میں سر دھونا نقصان دے' مثلاً بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہو' یا کوئی اور تکلیف ہو' اور اس حالت میں اس کا شوہر اس سے جماع کی خواہش کرے تو منکوحہ انکار نہ کرے اور فرض غسل میں سر کا دھونا چھوڑ دے' اور سر پر صرف مسح کرلے۔ (عین الہدایہ جلد اص ۶۵)

مسئلہ: اگر مرد جاگا اور اپنے بچھونے یا ران یا کپڑے پر تری پائی اور اس کو احتلام یاد ہے' تو اس کی منی یا مذی ہونے میں خواہ شک ہو یا یقین ہو اس پر غسل واجب ہے' ہاں اگر یہ یقین ہو کہ ودی ہے تو اس پر غسل نہیں' یہاں تک کہ اگر مذی ہونے پر بھی یقین ہو جائے تو بھی غسل واجب نہیں' ہاں اگر یہ شک پڑا کہ منی ہے یا مذی تو غسل واجب ہے' اگر عورت نے بعد صحبتِ شوہر کے غسل کرلیا پھر اس سے شوہر کی منی نکلی تو عورت پر وضو ہے نہ غسل' منی عورت کی زرد اور مرد کی سفید ہوتی ہے۔

(عین الہدایہ جلد اص ۷۰ و در المختار جلد اص ۱۳۶)

ہدایت: حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ چار چیزیں بدن کو طاقت دیتی ہیں اور صحت کے لئے بہت ہی مفید ہیں (۱) گوشت کھانا (۲) خوشبو سونگھنا (۳) سوتی کپڑا پہننا (۴) روزانہ نہانا اور چار چیزیں بدن کو کمزور کردیتی ہیں (۱) زیادہ صحبت کرنا (۲) زیادہ غمگین رہنا (۳) کھٹائی زیادہ کھانا (۴) اور صبح صبح خالی پیٹ میں زیادہ پانی پینا' اور فرمایا کہ سونے کے بھی کل

چار طریقے ہیں (۱) چت لیٹ کر سونا یہ انبیاءِ کرام کا طریقہ ہے کیونکہ یہ لوگ زمین آسمان کی تخلیق میں غور کرتے تھے' (۲) دائیں کروٹ سے سونا یہ علماء اور عابدین کا طریقہ ہے اور ہمارے آقا سرکارِ دو جہاںؐ کا بھی اس پر عمل تھا اس لئے ایسا سونا اور لیٹنا سنت ہے' (۳) بائیں کروٹ پر سونا یہ بادشاہوں اور دنیا داروں کا طریقہ ہے' تاکہ کھانا جلدی ہضم ہو جائے (۴) اور پیٹ کے بل لیٹنا یہ شیاطین کا طریقہ ہے۔ (احیاء العلوم جلد ا قسط ا ص ۵۰)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ اچھے طریقے پر وضو کرنے سے شیطان دور بھاگتا ہے اور فرمایا جس شخص کے لئے یہ ممکن ہو کہ وہ سونے سے پہلے وضو کر لے اور دعا و استغفار کرتا ہوا سوئے' تو اسے ایسا کر لینا چاہیئے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "روحیں اسی حالت پر اٹھیں گی جس حالت پر قبض کی جائیں گی" اب یہاں غور کا مقام یہ ہے کہ اس ہدایت کی روشنی میں اگر کوئی گانا سنتے سنتے سو جائے ٹی وی دیکھتے دیکھتے سو جائے' شراب پی پی کر سو جائے یا عیاشی و بدمعاشی کر کے سو جائے وغیرہ وغیرہ اور اسی حالت میں موت آجائے' تو ہماری روحیں کس حالت میں اٹھینگی گی؟ خدا ہم سب کی حفاظت فرمائے' اور عقلِ سلیم سے کام لینے کی خاص توفیق دے۔ یہ بات اور ہے کہ ماضی میں (یعنی ہم سے پہلے زمانہ میں) مسلمان دنیا کے معلم موجودہ زمانہ میں مسلمان دنیا کے شاگرد بن گئے ہیں۔ اسی فرق میں اس سوال کا جواب چھپا ہوا ہے کہ مسلمان ماضی میں قوموں کے درمیان باعزت کیوں تھے' اور حال میں وہ قوموں کے درمیان بے عزت کیوں ہو گئے ہیں' ایک شہزادہ جو کہ مسلمان کو بہت ہی حقیر سمجھتا تھا ایک دن وہ اپنی سواری پر سوار ہو کر شکار کے لئے جا رہا تھا اس کے ساتھ اس کا کتا بھی تھا' راستہ میں ایک بہت بڑے بزرگ ملے' اس نے مسلمان بزرگ کو اپنے پاس بلایا اور حقارت سے کہا "تم اچھے ہو یا میرا کتا" مسلمان بزرگ نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا "اگر میرا خاتمہ ایمان کے ساتھ ہو تو میں اچھا ورنہ تمہارا کتا اچھا" یہ جملہ اس پر اتنا اثر انداز ہوا کہ شہزادہ کا دل دہل گیا اور اس "ایمان" کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا جس پر آدمی کا خاتمہ نہ ہو تو وہ کتے سے بھی زیادہ بدتر ہو جاتا ہے' اس تلاش کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالآخر وہ مسلمان ہو گیا' اگر آدمی کی فطرت زندہ ہو تو ایک جملہ اس کو بیدار کرنے کے لئے کافی ہے' اور اگر فطرت مردہ ہو تو ہزاروں باتیں بھی اس کو تڑپانے کے لئے ناکام ثابت ہوتی ہیں۔ کتاب کے اختتام پر ملاحظہ ہو۔

محبت کے قابل کون ہیں؟

واقعہ: حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ نے جنگِ بدر کے

دن ان کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی اور اپنے بتوں کی تعریفیں شروع کیں' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ کو ہرچند منع کیا اور روکنا چاہا لیکن وہ بڑھتا ہی چلا گیا آخر باپ بیٹوں میں جنگ شروع ہوگئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ کو قتل کردیا' اسی بات کو خدا تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا" یہ ناممکن ہے کہ خدا کے دوست دشمنانِ خدا سے محبت رکھیں" ایک اور جگہ میں اس سے کچھ تفصیل کے ساتھ یوں آیا ہے کہ" اے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ یہ اعلان کردیجئے کہ اگر تمہارے باپ' ماں' بیوی' بچے اور دولت و تجارت' حرفت اور پسندیدہ مکانات وغیرہ تمہیں اللہ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ محبوب اور مرغوب ہیں تو تمہیں خدا کے عذابوں کو برداشت کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے' ایسے بدکاروں اور اس قسم کے فاسقوں کی رہبری بھی خدا کی طرف سے نہیں ہوتی۔" (بحوالہ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ پ ۱۰ ص ۴۰ اور جلد ۵ پارہ ۲۸ ص ۱۷' آیت نمبر ۲۲ کے تحت)

واقعہ: حضرت ابوسلیمان دارانی اور حضرت ابن ابی الحواری فرماتے ہیں " کہ نکاح کرنے اور نہ کرنے کے سلسلے میں کچھ بزرگانِ دین کے درمیان مناظرہ ہوا آخر میں یہ طے پایا کہ آدمی نکاح کرے اور بیوی بچے والا بنے کیونکہ یہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے مگر یہ سب ایسے نہ ہوں جو کہ اسے دین سے روک دیں' اگر یہ چیزیں انسان کو اللہ کی عبادت اور رسولِ خدا کی اطاعت سے روک دیں تو یہ بیوی بچے سب' انسان کے لئے تباہی کا باعث ہیں" (حوالہ احیاء جلد ۲ قسط ۱ ص ۵۸)

واقعہ: حضرت یحییٰ بن معاذؒ جن کو حقائق و دقائق پر مکمل دسترس حاصل تھی اور جن کے متعلق بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ جس طرح انبیاء میں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام ہے اسی طرح بزرگانِ دین میں حضرت یحییٰ بن معاذؒ کی حیثیت ہے۔ تاثر آمیز مواعظ کی وجہ سے آپ کو واعظ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا آپ کے ایک بھائی بحیثیتِ مجاور کے مکہ معظمہ میں بھی مقیم تھے اور انہوں نے وہاں سے تحریر کیا کہ مجھے تین چیزوں کی بے حد تمنا تھی اول یہ کہ کسی متبرک مقام پر سکونت کا موقعہ مل جائے' دوم یہ کہ میری خدمت کے لئے ایک نیک خادم بھی ہو' لہٰذا یہ دونوں خواہشیں پوری ہوگئیں اب تیسری خواہش یہ ہے کہ مرنے سے پہلے آپ سے ملاقات ہوجائے یہ میری دلی خواہش ہے خدا سے دعا کیجئے کہ وہ اپنی قدرت سے یہ تمنا بھی پوری کردے' آپؒ نے جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ انسان کو تو بذاتِ خود متبرک ہونا چاہیئے تاکہ اس کی برکت سے جائے قیام بھی

متبرک ہو جائے' دوسری بات یہ ہے کہ آپ کو تو خود ہی خادم بننا چاہیئے تھا نہ کہ مخدوم' انسان کی شان ہی غلامی ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اگر آپ خدا کی یاد سے غافل نہ ہوتے تو میں آپ کو ہرگز یاد نہ آتا۔ للذا یادِ الٰہی میں بہن بھائی بیوی بچے سب کو فراموش کر دینا چاہیئے' اگر آپ دنیا میں عبادت سے خدا کو راضی نہیں کر سکے تو پھر مجھ سے ملاقات بھی بے سود ہے' (حوالہ تذکرۃ الاولیاء ص ۱۷۳)

عبرت: حضرت ممشاد دینوریؒ جو کہ اپنے زہد و تقویٰ کے اعتبار سے اپنے دور میں عدیم المثال تھے آپ نے فرمایا کہ غیر مسلم لوگ جس طرح سے بتوں کو پوجتے ہیں اسی طرح سے مسلمانوں میں بھی بتوں کی مختلف قسمیں ہیں بعض لوگ نفس کو بت بنا کر اس کی پرستش کرتے ہیں' بعض لوگ دولت اور تجارت کو بت بنا کر اس کے پجاری بنے ہوئے ہیں' اور بعض لوگ بیوی بچوں کی اطاعت و تابعداری اور دلجوئی میں بیوی بچوں کو بت بنائے ہوئے ہیں' اور انہی کی کامیابی اور دنیاوی ترقی کے لئے جی رہے ہیں' یہ سب سراسر گمراہی اور اپنی بربادی اور تباہی کا سامان کر رہے ہیں۔ (تذکرۃ الاولیا ص ۳۳۴)

واقعہ: محبوبِ سبحانی فضلِ ربانی حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے جب اپنے بیٹے حضرتِ اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو دل میں کہا یا اللہ! اگر یہ ذبیحہ کسی دوسرے کے ہاتھ سے ہوتا تو اچھا تھا' فوراً حکم خداوندی ہوا کہ نہیں تجھے خود کرنا ہوگا یہ سن کر فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے اس کا سبب پوچھا تو ارشاد ہوا یہ اس لئے کہ غم و بلا پر اور زیادہ بلا ہو' فرشتوں نے پھر اس کا سبب پوچھا تو ارشاد ہوا یہ اس لئے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام میرے سوا کسی اور کو دوست نہ بنائیں' کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ وہ میری دوستی میں کسی اور کو شریک کریں' چونکہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اپنے بیٹے سے بے حد محبت تھی اور یہ محبت میری اور ان کی محبت میں مخل ہوتی تھی اس لئے میں نے انہیں اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے پر مجبور کیا۔ اس کے بعد جب ذبح کرنے کے لئے چھری چلائی تو غیب سے آواز آئی کے اے ابراہیم (علیہ السلام) اپنے بیٹے کو ذبح نہ کر چھوڑ دے' ہماری منشاء پوری ہو گئی ہمارا مقصد یہ نہیں تھا کہ تو اپنے بیٹے کو قربان کرے بلکہ ہمارا مطلب یہ تھا کہ بیٹے کی محبت کو دل سے نکال دے۔

یہی معاملہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ بھی ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے' تھوڑی دیر کی جدائی بھی

انہیں برداشت نہ تھی۔ جس کی سزا کے طور پر حضرت یعقوب علیہ السلام چالیس ۴۰ سال تک اپنے بیٹے سے الگ رہ کر اس کے فراق میں دن رات روتے رہے یہاں تک کہ رونے کی وجہ سے بینائی بھی جاتی رہی۔

اسی طرح ہمارے رہنما، سید الانبیاء سرکارِ دوجہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن رضی اللہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں نواسوں سے بہت زیادہ محبت تھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دل سے چاہتے تھے اس کی جزا انہیں یہ دی گئی کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے ذریعہ اطلاع بھیجی گئی کہ ان میں سے ایک کو زہر دیا جائے گا اور دوسرے کو شہید کیا جائے گا یہ سب کچھ قدرت نے یوں کیا کہ میرا حبیب میرے سوا کسی اور کی دوستی اختیار نہ کرے۔"

(حوالہ غنیۃ الطالبین ص ۴۴۴)

محترم! محبت کا اعلیٰ مقام یہی ہے کہ محبت طبیعت پر بھی غالب آجائے، اور محبوب کے حکم کی تعمیل کی لذت ہر سختی اور تکلیف کو بھی لذیز بنادے، اور کوئی تکلیف نظر نہ آئے۔

واضح ہو کہ جس شئے سے انسان کو محبت ہو اس کو محبوب کے نام پر خرچ کرنا ہی محبت ہے اور اگر حبِ الٰہی کا دعویٰ کرنے والا خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور شئے سے دل لگائے تو وہ محبت کے بجائے خدا تعالیٰ کا مذاق اڑاتا ہے اور ربّ العالمین سے مذاق کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے جو کہ بہت ہی بری جگہ ہے، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اور اپنا ڈر و محبت ہمارے دل میں غالب کردے۔ آمین۔